

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# احکام شریعت



تصنیف

اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا خان بریلوی

ممتاز اکیڈمی



مَنْ يَرْزُقِ اللّٰهَ بِمَخِيْرٍ اَيْقَمِ فِي الدِّيْنِ طه

# احكام شريعت

مکمل تین حصے

تصنيف

علا حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ



ممتاز اکیڈمی

فضل الہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور

نام کتاب۔۔۔۔۔ احکام شریعت (مکمل تین حصے)

نام مصنف۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی

پروف ریڈر۔۔۔۔۔ "قاری محمد عبدالاحد طیبہ حنفیہ"

مسجد بادامی باغ لاہور

طابع۔۔۔۔۔ تشکیل ممتاز

ناشر۔۔۔۔۔ ممتاز اکیڈمی، فضل الہی مارکیٹ

چوک اردو بازار لاہور

مطبع۔۔۔۔۔ لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

قیمت

## فہرست احکام شریعت

(ہر سہ حصہ)

- 28 احناف کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور حرام ہیں
- 28 جھینگا مچھلی کی ہی ایک قسم ہے
- 29 چھوٹی مچھلیاں جن کے پیٹ سے آلائش نہیں نکالی جاسکتی ان کا کھانا مکروہ تحریمہ ہے
- 30 جھینگانہ کھانا اولیٰ ہے
- 30 یارسول اللہ یا ولی اللہ یا علی مشکل کشا کے الفاظ سے ندا کرنا اور وسیلہ جانتے ہوئے ان سے مدد طلب کرنا بالکل جائز اور روا ہے۔ اس کا ثبوت اور اس کے دلائل
- 32 پولیس کی وردی اور کفار کی دھوتی پہن کر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے
- 33 کافر کے جھوٹے کا حکم
- 35 تحقیق یہ ہے کہ کافر کے جھوٹے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔
- 36 ظہر کی چار سنت پڑھ لیں پھر سو اُ فرض کی جگہ چار سنت کی نیت کر لی دو سنت پڑھ کر آخری دو میں فرض کی نیت کی کیا اس طرح ادا ہو جائیں گے؟ اس کا حکم۔
- 37 فرض کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سو اُ سورت ملا لی تو کوئی حرج نہیں۔
- 42 بندوق سے مرا ہوا جانور حرام ہے۔ ہاں موت واقع ہونے سے پہلے ذبح کر لیا گیا تو حلال ہے۔
- 44 ہر قسم کا شکار تفریحاً بالاتفاق حرام ہے۔
- 45 تانبے کے برتن میں بلا قلعی کے کھانا پینا وضو کرنا مکروہ ہے۔
- 46 مٹی کے برتن تو وضع کے زیادہ قریب ہیں۔
- 46 یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں درخت پر شہید مرد رہتے ہیں اور اس عقیدہ کے تحت وہاں فاتحہ دلانا وغیرہ محض واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقات ہیں۔
- 47 حقوق والدین کا نفیس بیان
- 57 نماز وتر میں دعائوت کی جگہ قل ہو اللہ پڑھنے کا حکم

کن کیا اڑانا اور اسکی ڈور لوٹنا حرام ہے۔

58

کنا پالنے، کبوتر پالنے اور بھیر بازی و مرغ بازی وغیرہ کا شرعی حکم۔

59

کتے کے پکڑے ہوئے شکار کا حکم

62

نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل۔

65

جواب سلام کا جائز اور ناجائز طریقہ

69

قوالی مزامیر کے ساتھ سننا حرام ہے

74

اذان میں حضور ﷺ کے نام پر ناخن چومنا مستحب ہے لیکن خطبہ میں نہ چاہیے

80

مزارات اولیاء کرام پر روشنی کرنا اور چادریں چڑھانا جائز ہے نہیں تحقیق

81

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد نام رکھنے حرام ہیں۔

87

غفور الدین نام رکھنا بھی منع ہے۔

90

کلب علی۔ کلب حسن، کلب حسین، غلام علی وغیرہ اسماء کے ساتھ محمد کلب علی یا محمد غلام علی ملا کر لکھنا یا بولنا ٹھیک نہیں۔

92

بدر الدین، نور الدین، تاج الدین وغیرہ نام بھی اچھے نہیں۔ ہاں بزرگوں کے ناموں کے ساتھ لوگوں نے تو صیفا یہ القاب لگائے یہ درست ہے۔

92

علی جان، محمد جان نام جائز ہیں

94

محمد و احمد نام کے فضائل از احادیث

94

بد مذہب کی بخشش نہیں

99

مولوی عبدالحی لکھنوی کے ایک فتویٰ پر تنقید

100

جو شخص اپنے آپ کو حضور ﷺ کا مملوک تصور نہیں کرتا وہ حلاوت ایمان سے محروم رہتا ہے۔

109

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مالک جہاں ہونے کا مطلب

111

موسم سرما اور گرما میں وقت زوال کی تحقیق

114

جدول نصف النہار حقیقی و شروع وقت ظہر بریلی

116

ایمان کی تعریف اور کمال ایمان

117

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیے

118

- 121 غلہ خریدنے کے لیے پیشگی روپیہ دینے اور نرخ مقرر کر لینے کی تحقیق
- 121 بیع غلہ کی بعض صورتیں جو قطعاً سود ہیں
- 122 شہر میں متعدد جگہ جمعہ ادا کرنے کا مسئلہ
- 123 طلاق کے اقسام
- 123 زکوٰۃ کے نصاب اور بعض دیگر مسائل زکوٰۃ کی تحقیق
- 124 صدقہ فطر کا وزن اور اس کے چند مسائل
- 125 مسجد میں ہنسنا اور دنیا کی باتیں کرنا سخت منع ہے
- 125 حرام روپے کو نیک کاموں میں صرف کرنے کا حکم
- 126 محصول چنگی کی ملازمت کرنے کا حکم
- 127 کفار کی اقسام۔ بدترین کفار کون ہیں؟
- 128 مسجد میں مانگنا اور سوال کرنا
- 130 خیرات کا ناجائز طریقہ
- 130 بعض آداب مسجد کا بیان
- 131 اجرت مقرر کر کے قبر پر قرآن مجید پڑھانا حرام ہے۔ جائز صورت کا طریقہ
- 132 ایک بیمار کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی
- 132 بیمار کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق
- 133 ثویب مستحسن ہے۔ ثویب کی وہ مستحسن صورتیں جن کو وہابیہ بدعت کہتے ہیں
- 134 تمباکو پان کھا کر قرآن مجید، درود شریف اور وظائف کرنے کا حکم
- 135 پڑوسی کے حقوق کا بیان
- 137 نیاز اور فاتحہ میں فرق اور فاتحہ کا طریقہ
- 138 سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔ زرد یا سرخ اچھا ہے
- 138 قادیانی، رافضی، تہرائی، یہودی اور نصاریٰ وغیرہ کے ذبیحہ کا حکم
- 139 قادیانی، رافضی وغیرہ اور اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم
- 140 بیع صرف اور سود کی بعض صورتوں کا بیان
- 141 ذبیحہ کے ایک ضروری مسئلہ کا بیان

## حقوق والدین

141

شیعوں کی مجالس میں جانا ان کے مرثیے سننا اور ان کی نیاز کی چیز لینا حرام ہے

142

محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے پہننا منع ہے کہ علامت سوگ ہے

143

محرم شریف سے متعلق بعض ناجائز باتوں کا بیان

143

شانوں تک بال رکھنا جائز بلکہ سنت ہے اس سے زائد حرام ہیں

143

کن لوگوں کی امامت جائز اور کن کی حرام اور کن کی مکروہ ہے

143

ڈاڑھی منڈانے والے یا خشاشی رکھنے والے اور حد شرع سے کم کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے

144

عورت و مرد کے ایک دوسرے پر حقوق کا بیان

145

ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم

146

ذبح کے وقت اگر ساری گردن کٹ گئی تو ذبیحہ حلال ہے

146

تیجے کے چنے صرف فقیر کھا سکتا ہے۔ بزرگوں کی فاتحہ غنی فقیر سب کھا سکتے ہیں کہ یہ تبرک ہے۔

146

ذبح پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور اس کی امامت درست ہے

147

بزرگوں کا شجرہ پڑھنا جائز ہے اور اس کے فوائد

148

مسجد میں کھانے پینے کا حکم

149

دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کرنے اور ان کی اولاد کا حکم

150

(حصہ دوم)

وقت مغرب کی تحقیق

152

چند مسائل زکوٰۃ

153

قربانی کس پر واجب ہے

154

نماز قضا کی نیت کا طریقہ

155

قضا نمازیں پڑھنے کا مختصر اور آسان طریقہ

• 155

عورت اپنے ایام عدت کس مکان میں پورے کرے

156



- 156 امامت سے متعلق ایک مسئلہ  
طوائف کا بیٹا اگر مسائل نماز طہارت کا پوری طرح واقف ہو تو اس کے
- 156 پیچھے نماز درست ہے  
کون سی دعوت سنت ہے۔ اور کونسی دعوت قبول کرنی چاہیے اور
- 157 کون سی نہ کرنی چاہیے
- 159 شب معراج کے متعلق ایک جھوٹی روایت کی تردید
- 159 مصنف کتاب معارج النبوة کی ثقاہت یا عدم ثقاہت
- 159 طوائف کی حرام آمدنی سے میلاد شریف پڑھنے کا حکم
- مجلس میلاد میں بعد میلاد شریف ذکر شہادت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
اور واقعات کربلا پڑھنا منع ہے
- 160 خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق  
ایک غلط روایت کی تردید
- 160 روافض کی مجالس مرثیہ و سوز خوانی میں شریک ہونا حرام ہے
- 160 میلاد شریف پڑھنے کی اجرت مقرر کرنا منع ہے
- شب معراج حضور علیہ السلام کے مع نعلین شریف عرش پر تشریف  
لے جانے کی روایت موضوع ہے
- 160 حضور علیہ السلام کے والدین کو عذاب میں جاننا جھوٹا افتراء اور بہتان ہے
- 160 مسائل شرعیہ کو جانتے ہوئے نہ ماننا گمراہی ہے
- 161 مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے کا حکم۔
- 161 برطانوی دور اقتدار میں ہندوستان سے ہجرت کا مسئلہ
- 161 اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے تحریک خلافت میں حصہ کیوں نہ لیا  
پتہ یا درخت تسبیح سے غفلت کی وجہ سے سزا گر جاتا ہے۔ کیا بعد سزا دوبارہ  
تسبیح میں مصروف ہو جاتا ہے یا نہیں؟
- 162 اللہ تعالیٰ کا ذکر ضمیر مفرد سے بہتر ہے یا ضمیر جمع سے؟
- 163 بچہ کس عمر کو پہنچے تو اس کو بسم اللہ شروع کرانی چاہیے

- 164 اپنے شیخ کے وصال کے بعد کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کا حکم  
جمعہ کے دن احتیاط الظہر کا مسئلہ
- 164 ڈاڑھی منڈے آدمی کے متعلق اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مسلمان ہے یا کافر تو  
اس سے ابتداء سلام جائز نہیں
- 165 حضور علیہ السلام کی چاروں پشتوں کو دزود فاتحہ جائز ہے
- 165 یزید پلید کے اسلام و کفر کا حکم
- 165 غنی صدقہ کھا سکتا ہے یا نہیں اس کی تحقیق
- 165 فرشتوں پر درود فاتحہ پڑھنے کا حکم
- 165 نذر مانی کہ کام ہو گیا تو نذر مسجد میں لے جاؤں گا ایسی نذر امیر  
غریب سب کھا سکتے ہیں
- 166 مردہ کی طرف سے جو کھانا دیا جائے وہ صرف غریب کھا سکتا ہے
- 166 ختنہ کی تقریب میں عام دعوت کرنا درست ہے
- 166 ایک آدمی کے ذمہ نماز، روزہ، حج اور صدقہ وغیرہ ہو اور وہ ادا کیے بغیر مر جائے  
تو اس کی ادائیگی کا طریقہ
- 166 وراثت کا ایک مسئلہ
- 167 عورتوں کا مزارات پر جانا منع ہے
- 167 اولیاء کرام اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں
- 167 نفی تصرف کی ایک بے ہودہ دلیل کارو
- 168 مزار امیر کے ساتھ قوالی حرام ہے
- 168 کسی قبر سے چراغ کی روشنی کا نمودار ہونا صاحب قبر کی بزرگی کی دلیل ہو سکتی ہے  
یا نہیں؟ اس کی وضاحت
- 168 قبر پر درخت لگانا قبرستان کی حفاظت کے لیے چار دیواری بنانا درست ہے۔
- 169 زندہ بزرگوں کا وصال یافتہ بزرگوں سے ہم کلام ہونا بکثرت ثابت ہے
- 169 اللہ تعالیٰ کے اسماء کا شمار ناممکن ہے۔ یوں ہی حضور علیہ السلام کے اسماء مبارک بھی  
بے شمار ہیں

- 169 سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص میں بھی حضور ﷺ کی نعت پائی جاتی ہے
- 170 وصال یافتہ بزرگ اگر خواب میں اپنے مرید کو کوئی کام بتائے تو اگر وہ کام موافق شرع ہو تو اس کا کرنا اچھا ہے
- 170 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لال کافر کو مارنے کا قصہ بے اصل ہے
- 170 ستون حننہ آخرت میں جنت کا درخت بنے گا
- فرعون وغیرہ کے دعویٰ الوہیت اور حضرت منصور رضی اللہ عنہ وغیرہ کے انا الحق کہنے میں فرق
- 170 جس زمین کی مال گزاری مالک دیتا ہو اس میں پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک اس مچھلی کی ملکیت کا دعویٰ کر سکتا ہے
- 171 نماز میں کثرت رکوع و سجود کی نسبت طول قیام بہتر ہے
- 171 نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا کر سر پر رکھ سکتا ہے مگر بار بار نہ کرے۔
- 171 رکوع میں کسی کے لیے دیر کرنے کی نفیس تحقیق
- 172 بھول کر رکوع میں چلا گیا اور دعا قنوت نہ پڑھی اب واپس قیام کی طرف نہ آئے
- 172 فرض قراءت کی مقدار
- 173 عورت حج کو جانا چاہے شوہر نہ جانے دے اس مسئلے کی تحقیق
- نماز کا وقت جا رہا ہے شوہر نماز کے علاوہ کوئی اور حکم دے تو مسئلہ یہ ہے کہ نماز پڑھے اور شوہر کا حکم نہ مانے
- 174 مجلس میلاد شریف میں آخر وقت میں قیام کی وجہ۔ وہابیہ کے سوال کا جواب
- 174 کسی باطل فرقے کے عقائد پسند کرنا کفر ہے
- 175 تعدیل ارکان نہ کرنا گناہ ہے نماز واجب الاعداد ہے
- 175 عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی مرید ہو سکتی ہے
- 175 کفو کا مسئلہ
- پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھی دوسری میں اس سے پہلی پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی مگر قصداً ترتیب بدلنا گناہ ہے
- 176 غیر عربی الفاظ کو خطبہ جمعہ میں ملانا خلاف سنت متوارثہ ہے
- 176

## سفر شرعی کی حد

176

تین اوقات مکروہہ میں تلاوت قرآن بھی بہتر نہیں

176

آیات میں وقف کا مسئلہ

177

بھنگ، چرس وغیرہ کا قلیل مقدار میں استعمال بھی گناہ ہے

177

بعض کلمات کفریہ کا بیان

177

طلاق کا ایک مسئلہ

178

ایام حمل میں طلاق نہ دینی چاہیے اگر دے گا تو ہو جائے گی

178

آیات کی ترتیب بدل جانے کے باوجود نماز ہو جاتی ہے الخ

178

سود کی بعض صورتیں

179

قریبانی کس پر واجب ہے؟

179

فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد بھی رو نما ہو تو نماز جاتی رہے گی

179

غلط اذان سے نماز مکروہ ہوتی ہے

180

نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہو سکتی

180

نابالغ کی اذان کا مسئلہ

180

چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی جائز ہے

180

باقی کسی طرح کی انگوٹھی جائز نہیں

180

گھڑی کا سونے چاندی کا چین مرد کو حرام ہے۔ اور دوسری دھاتوں کا ممنوع ہے اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے

181

سونے چاندی کے بلا زنجیر والے بٹن مرد کو جائز ہیں

181

سونے چاندی کے زنجیر والے بٹن مرد کو کسی صورت جائز نہیں

181

جس نے فجر یا ظہر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اس کے امام بننے کا مسئلہ

181

نماز کے لیے سوتے آدمی کو ضرور جگانا چاہیے

181

تکبیر بیٹھ کر سنتا مسنون ہے کھڑے ہو کر سنتا مکروہ ہے

181

صرف ایک تکبیر کہہ کر رکوع میں جماعت کے ساتھ مل گیا نماز ہوگی یا نہیں؟

182

غسل ضروری سے متعلق ایک مسئلہ

182

- 182 ڈاڑھی منڈانے والا، خشخاشی رکھنے والا اور حد شرع سے کم کرنے والا فاسق  
معن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح الخ۔
- 182 شرعی ڈاڑھی کی مقدار
- 183 طلوع آفتاب سے کم از کم بیس منٹ بعد قضا وغیرہ پڑھنے کا حکم ہے
- 183 بیس منٹ تک انتظار واجب ہے
- 183 میت کے گرد قبر کو پختہ بنانا درست نہیں۔ اوپر کا حصہ پختہ ہو تو کوئی حرج نہیں
- 183 غلط فرقہ والوں اور یہود و نصاریٰ کی ملازمت کا حکم
- 183 عورت کے لیے پردے اور زیارت والدین کا مسئلہ
- 184 ذکر جہر جائز ہے اور اس کی جائز حد کا بیان
- جو شخص نماز، کلمہ وغیرہ نہ جانتا ہو اور سیکھنے کا کہو تو انکار کرے ایسے شخص کو
- 184 نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہیے
- 184 برائے تعلیم وہابی سنی بن کر مناظرہ کرنا بھی درست نہیں
- 185 کفار کو اخلاق میں اچھا کہنا بھی گناہ ہے
- 185 لاوارث کے ترکے کا مسئلہ
- نماز کی تحقیر کرنے، عذاب الہی کو ہلکا جاننے اور قادیانی کی حمایت کرنے والا
- 185 انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔
- 186 قادیانیوں سے میل جول، معاملات حرام ہے
- 187 بد مذہبوں سے میل جول رکھنے والا فاسق معن ہے امامت کے لائق نہیں
- 187 جہیز عورت کا حق ہے
- 187 فصیل حوض مسجد سے خارج ہوتی ہے
- 188 جن عورتوں کے ساتھ نکاح جائز اور جن کے ساتھ ناجائز ہے ان کا بیان
- 188 روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں ان سے میل جول وغیرہ حرام ہے
- 189 میت کے لیے صدقہ اور اسقاط کا مسئلہ
- 189 ایفون کی تجارت کا حکم
- 189 پیر سے بھی پردہ ضروری ہے

- 189 عورتوں سے خلط ملط رکھنے والے پیر کی بیعت نہ ہو  
بیمہ کا شرعی حکم
- 190 نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے
- 190 آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں
- 191 پیر، استاد کی تعظیم مسجد میں بھی جائز ہے
- 191 عالم دین کے قدموں کو بوسہ دینا سنت ہے
- 191 اور قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے
- 192 عورت بلا اجازت کہاں جا سکتی ہے اور کہاں نہیں جا سکتی؟  
صرف اس احتمال سے کہ یہ ولد الزنا ہے شرعی باپ کے ترکے  
سے محروم نہیں ہو سکتا
- 194 دعوت ولیمہ اور ختنہ کا اعلان کرنا درست ہے
- 197 نیوتے کی رسم درست ہے
- 199 رام چندر وغیرہ نبی نہیں تھے
- 200 درخت یا پتہ تسبیح سے غفلت کی وجہ سے کٹ دیا گیا بعد سزائے غفلت  
تسبیح میں مشغول نہیں ہوتا۔
- 201 موالات کفار حرام ہے۔ مسبوط اور عمدہ بحث
- 203 زن مرتدہ کے بعض احکام کا بیان
- 214 جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر خلاف سنت ہے
- 216 خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی یہ اذان خارج مسجد ہوتی تھی فقہ حنفی کی  
معمد کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے
- 217 خلاف حدیث و فقہ رواج پر اڑنا برا ہے
- 218 بدعت کونسی بات ہے؟
- 218 مکہ معظمہ میں بھی اذان خارج مسجد ہوتی ہے
- 218 مردہ سنت کو زندہ کرنا بڑا ثواب ہے
- 220 علماء کرام کا فرض منہی ہے کہ مردہ سنتوں کو زندہ کریں۔
- 220

حوض کی فصیل خارج مسجد کے حکم میں ہے جبکہ پہلے سے ہی وہ حوض کے لیے مختص کی گئی ہو

221

لکڑی کا منبر سنت ہے

221

عبدالمصطفیٰ لکھنا اور کھلانا بالکل جائز ہے۔ اس کے دلائل

222

ٹاپاک گھی کو پاک کرنے کے طریقے

224

مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام ہیں

225

خطبہ جمعہ میں سلطان اسلام کا نام لے کر اس کے لیے دعا کرنے کا حکم

225

سر پر شال ڈال کر نماز پڑھنے پڑھانے کا مسئلہ

226

ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے

226

## ملفوظات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

مرض انھرا کے متعلق تعویذ

227

بڑا چراغ روشن کرنے کی ترکیب

228

خرابی دماغ کا علاج از آیات قرآنی

230

حضور علیہ السلام کا کبیل اوڑھنا ثابت ہے

230

پیراہن میں کتنے کپڑے ہوتے ہیں

230

موم بتی مسجد میں جلانے کا حکم

230

ولایتی کی بنی ہوئی موم بتی کا حکم

230

نماز کا ایک مسئلہ

231

جماعت ثانیہ صرف جائز ہے۔ اصل جماعت اول ہے

231

نماز جنازہ میں تین صفیں کی جائیں

231

جانور ذبح کر کے سری چوراہے میں پھینکنا وغیرہ حرام اور اضاعت مال ہے

232

خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے

232

معلم بچوں سے کام کرا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت

232

میلاد خواں کے ساتھ امر شامل نہ ہونا چاہیے

232

- 232 نوشہ کے اوٹن ملنا جائز ہے
- 232 نماز قصر کا ایک مسئلہ
- 232 وطن اصلی اور وطن اقامت کا ایک مسئلہ
- 233 وہابی نکاح پڑھائے تو نکاح ہو جاتا ہے مگر حرام ہے
- 233 ولیمہ زفاف کی سنت ہے
- 233 نکاح کے بعد چھوہارے لوٹنا حدیث سے ثابت ہے
- 233 سیاہ خضاب حرام ہے
- 233 صحابہ رضی اللہ عنہم جہاد کی غرض سے خضاب لگاتے تھے
- 233 نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھ لی تو اس کا اعادہ ضروری ہے
- 234 مسجد کی زمین کی بیع حرام ہے اگرچہ مسجد ویران ہو چکی ہو
- 234 نماز جنازہ میں جلدی کرنے کا مطلب۔
- 234 مردہ کے ساتھ مٹھائی وغیرہ قبرستان میں لے جانا منع ہے
- 234 حرمت مصاہرۃ کا مسئلہ
- 234 بعض عورتیں نور نبی کریم علیہ السلام کی تمنا میں فوت ہو گئیں
- 235 حیلہ اسقاط سے کس قدر کفارہ ادا ہوتا ہے؟
- 235 خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں نہ لینا اولیٰ ہے
- 235 دیہات میں جمعہ پڑھنے کا مسئلہ
- 235 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانے میں کفارہ لازم نہیں
- 235 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا بے ادبی ہے
- 236 تانبے، پیتل وغیرہ کا خلال گلے میں لٹکانا منع ہے
- 236 جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دل میں دینا چاہیے
- 236 سنت فجر اول وقت میں پڑھنا اولیٰ ہے
- 236 ظہر کی اول سنت پڑھے بغیر جماعت نہ کرائے
- 236 جمعہ کی پہلی چار سنتیں خطبہ کی وجہ سے اگر رہ جائیں تو نماز کے بعد
- 236 ضرور انہیں پڑھے



- 236 ہندو کسی جائز مقصد کے لیے آڑھت لیں جائز ہے
- 237 دست غیب کے لیے دعا کرنا حرام ہے
- 237 کیمیا کوئی شے نہیں
- 237 اصل دست غیب جو قرآن نے بتایا ہے
- 237 علم باطن کا ادنیٰ درجہ
- 238 غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے
- 238 عالم کی تعریف
- 238 مجاہدہ کے لیے کم از کم اسی برس درکار ہیں

## (حصہ سوم)

- 239 شطرنج اور تاش کھیلنا ناجائز ہے
- 239 سود اور رشوت کا مال صرف زبانی توبہ سے پاک نہیں ہو سکتا
- 240 لباس کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ
- 240 طواف قبر اور سجدہ قبر ناجائز ہے
- 240 بوسہ قبر بھی منع ہے
- 241 نقالوں وغیرہ کو دینے کا حکم
- 241 ایک دوسرے پر آم کی گٹھلیاں مارنا ممنوع ہے
- 242 بیل بکرے وغیرہ کو خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے
- 243 وہابیوں کے پاس اپنے بچوں کو پڑھانا حرام حرام حرام ہے
- 243 انگریزوں کی نوکری کرنا درست ہے اگر اس میں کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو
- 243 جھوٹے کام کا جو تا بھی مرد کو مکروہ ہے
- 245 بعد موت مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے چھو نہیں سکتا
- 245 عورت چھو بھی سکتی ہے اور غسل بھی دے سکتی ہے
- 246 بد مذہبوں کے ہاں ان کے پریس میں نوکری کرنا ان کے کلمات ملعونہ لکھنا یا چھاپنا اشد گناہ اور موجب لعنت ہے۔ الخ

- 249 نامحرم اندھے سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے
- 249 کبوتر بازی، مرغ بازی وغیرہ حرام ہے
- 249 ایک رباعی جو نہ پڑھنی چاہیے
- 249 ایصال ثواب کا طریقہ۔
- 249 حقہ کے پانی سے وضو جائز ہے
- 250 سوتی موزوں پر مسح درست نہیں
- 250 جنبی شخص سلام کا جواب دے سکتا ہے مگر بعد از تیمم بہتر ہے
- 251 بے وضو آیات قرآنی کو ہاتھ لگانا منع ہے
- 252 معذور سے متعلق چند مسائل نماز
- 252 جنبی کے پسینے سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے
- 253 پڑیا سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم
- 253 شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی
- 254 مردہ جانور کی ہڈی پاک ہے
- 255 بچے کا پیشاب ناپاک ہے
- 256 لحاف وغیرہ ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ
- 256 نجاست کا ایک مسئلہ۔ نجاست کا دو سرا مسئلہ
- 257 بنود کی اشیاء خوردنی دودھ، گھی، ترکاری کا استعمال مسلمان کے لیے جائز ہے۔
- 257 مگر تقویٰ یہ ہے کہ پرہیز کرے۔
- 257 لوح محفوظ کی حقیقت
- 258 لوح محفوظ میں لکھا ہوا تغیر و تبدل سے محفوظ ہے
- 258 نسخ صحف میں ہے لوح میں نہیں
- 258 مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید اور اسباب پر اعتماد تام ضلال بعید ہے
- 259 شقی ازلی درست نہیں ہو سکتا
- 259 اللہ تعالیٰ حاکم حقیقی ہے سب اس کے محتاج ہیں
- 259 علم غیب انبیاء کی بحث
- 259

- 260 حقہ کے متعلق تحقیق بسیط
- 270 حقہ کے متعلق مزید ایک فتویٰ
- 272 بد مذہبوں کو دوست بنانے والا ہرگز امامت کے لائق نہیں
- 272 اپنا حق حاصل کرنے کے لیے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے؟
- 278 اپنے حق کے وصول کے لیے زبردستی کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- فقہی مسائل میں غیر مسلک کے علماء یا ان کی کتب مثلاً احیاء العلوم وغیرہ کی
- 279 سند کافی ہے یا نہیں؟
- 280 نماز عشاء کے فرض و وتر کے بارے میں
- کتب عقائد میں اثبات نبوت کے بارے میں احادیث کے حوالے کس نے
- 281 کن الفاظ سے تخریج کئے ہیں
- 281 عورت کو محارم اور غیر محارم مرد اور عورتوں کے سامنے جانا جائز ہے یا نہیں؟
- 293 چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم و زر کے چراغ بغرض اعمال جلانا جائز ہے یا نہیں؟
- میت کی تعزیت کے لیے آنے والوں کی پان چھالیا وغیرہ سے تواضع کرنا اہل میت کے
- 295 لیے کہاں تک جائز ہے۔
- روافض معتزلہ کا جنت میں رویت باری کا منکر ہونا اور ماں باپ کے رکھے ہوئے نام
- 304 اور لوح محفوظ میں لکھے ہوئے نام کے بارے میں
- 307 استاد کے بد عقیدہ ہو جانے پر شاگرد کو اس کی تعظیم کرنی جائز ہے یا نہیں
- 308 جملہ انبیاء کرام باجماع اہل سنت قبل بعثت و بعد بعثت ہر طرح معصوم ہیں۔
- 309 کلمہ توحید کا ذکر بطور مشائخ سکھانے کے بارے میں
- 310 کپڑے یا بدن کا کوئی حصہ نجس ہو گیا ہو اس کے بارے میں
- ہلال عید دن چڑھے نظر آنے و شدید بارش کی وجہ سے کچھ لوگوں کے نماز پڑھ لینے
- 312 اور بقیہ لوگوں کے دوسرے دن نماز عید پڑھنے کے بارے میں
- 315 بلا عذر روز اول نماز عید نہ پڑھنے والے کے لیے روز دوم نماز پڑھنے کے بارے میں
- 317 متولی درگاہ کو اپنی تولیت دوسرے کو کلاً یا جزواً منتقل کرنے کے بارے میں
- 318 متولی اوقاف کے تولیت کے بارے میں

جلد نماز پڑھنے والے کو ٹوکنے، کافر و مشرک لوگوں کو سلام کرنے اور ان کی تعظیم کرنے، نصاریٰ کی کچھیوں اور حکام کو عدالت اور عادل کہنے اور خلاف دین امر کی کتابت و طباعت کے بارے میں

323

داستان امیر تمزہ میں مذکور عمرو عیار کے بارے میں

324

اخبار اور شہادت شرعیہ کے بارے میں

325

شہادت کی صورت میں لفظ اشد کہنا ضروری ہے یا ترجمہ ہی کافی ہے۔

325

روزہ کی حالت میں بہ جبر جماع کرنے کی صورت میں صرف قضا لازم ہے یا کفارہ بھی

325

روزہ کی حالت میں کان میں پانی چلے جانے اور دماغ تک پانی پہنچ جانے

کے بارے میں

326

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### مختصر حالات امام اہلسنت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ مجدداتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تیرہویں صدی کی واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم و فضل کا آفتاب فضل و کمال ہو کر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب و عجم پر چھا گئی اور چودہویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلامی میں ان کو حق و صداقت کا منارۂ نور سمجھا جانے لگا۔ ملت اسلامیہ کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل و کمال کی گہرائی اور اس علم راسخ کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پاسکا۔  
پیدائش:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال المکرم ۷۲۷ھ، مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء ہفتہ کے روز ہندوستان کے مشہور شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کا پیدائشی اسم مبارک محمد رکھا گیا۔  
علمی بصیرت:

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری مرحوم مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو لے کر جب اس لیے ناسرخ خدمت ہوئے کہ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی و فلسفہ میں فرسٹ کلاس کی ڈگری رکھنے ہوئے ایک مسئلہ کو حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر بھی حل نہ کرنے پائے تھے، اور نیشا غورٹی فلسفہ کشش ان پر چھایا ہوا تھا۔ تو اعلیٰ حضرت نے عصر و مغرب کی درمیانی مختصر مدت میں اس مسئلہ کا حل بھی قلمبند کرادیا اور فلسفہ کشش کی کھینچ تان کو بھی قلمبند فرما دیا جو رسالہ کی شکل میں چھپ چکا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ ان کو یورپ کا کوئی تھیوریوں والا درس دے رہا ہے یا اس ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا رہا ہے۔ انہوں نے اس صحبت کے تاثرات کو اجمالاً ان الفاظ میں ظاہر کیا تھا کہ ”اپنے ملک میں جب معقولات کا ایسا ایکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ

سیکھا اپنا وقت ضائع کیا۔“

اس ایک مثال سے آپ کے تبحر علم اور علمی بصیرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔  
علوم عقلیہ:

یہ روز کا معمول تھا کہ فلکیات و ارضیات کے ماہرین اپنے علمی مشکلات کو لے کر آتے اور دم بھر میں حل فرما کر ان کو شاد شاد رخصت فرمادیتے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ماہرین فن نجوم آئے اور فنی دشواریوں کو پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے ہنستے ہوئے اس طرح جواب دے کر خوش کر دیا کہ گویا یہ دشواری اور اس کا حل پہلے سے فرمائے ہوئے تھے۔

محدث کچھو چھوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ”ایک بار صدر اکہ مایہ ناز (مقامات) شکل ہماری اور شکل عروسی کے بارے میں مجھ سے سوال فرما کر جب کتاب کی (وہی کیفیت؟) دیکھی تو اپنی محقق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ ہماری کی حماریت بے پودہ ہو گئی اور عروسی کا عروس ختم ہو گیا۔ مسئلہ بخت و اتفاق شمس بازغہ کا سرمایہ تفسلف ہے۔ مگر اس بارے میں اعلیٰ حضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا کہ ملا محمود اگر آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے۔ اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح و سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں اور زمین و آسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہتے ہوں، اور سیاروں کے بارے میں کُلُّ فِی فَلَکٍ یَسْبَحُونَ کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں تو ان رسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے رشحات قلم ہیں۔ اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلتا جائے گا کہ منطق و فلسفہ و ریاضی والے اپنی راہ کے کئی موڑ پر کج رفتار ہو جاتے ہیں۔

افتاء کی خدا داد عظیم صلاحیت:

عادت کریمہ تھی کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرمادیتے اور یہ صاحبان دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے۔ پھر عصر و مغرب کی درمیانی مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر فتویٰ ساعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے۔ اسی وقت مصنفین بھی اپنی تصنیف دکھاتے اور زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا چاہیں کہیں اور جو سنانا ہو سنائیں۔ اتنی آوازوں میں اس قدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا جوابات کی تصحیح و تصدیق اور اصلاح، مصنفین کی تائید و تصحیح اغلاط، زبانی سوالات کے تشفی

بخش جوابات عطا ہو رہے ہیں۔ اور فلسفیوں کے اس خبط لَّا یَصْدُرُ عَنِ الْوَاحِدِ إِلَّا الْوَاحِدُ (ایک ہستی سے ایک وقت میں ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے) کی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔ جس ہنگامہ سوالات و جوابات میں بڑے بڑے اکابر علم و فن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کس کی سنیں اور کس کس کی نہ سنیں، وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی اور سب کی اصلاح فرمادی جاتی تھی، یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی تھی اور اس کو درست فرمادیا کرتے تھے۔

حیرت انگیز قوت حافظہ :

یہ چیز روز پیش آتی تھی کہ تکمیل جواب کے لیے جزئیات فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے تو عرض کرتے۔ اسی وقت فرمادیتے کہ ردالمحتار جلد فلاں کے صفحہ فلاں کی سطر فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جزئیہ موجود ہے۔ درمختار کے فلاں صفحہ فلاں سطر پر یہ عبارت ہے۔ عالمگیری میں بقید جلد و صفحہ و سطر میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہندیہ میں خیر یہ میں، مبسوط میں، ایک ایک کتاب فقہ کی اصل عبارت بقید صفحہ و سطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ارشاد فرمادیتے۔ اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے ہیں تو صفحہ و سطر و عبارت وہی پاتے ہیں جو زبان اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں۔۔۔۔۔ یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔

حافظ قرآن کریم نے سالہا سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا، روزانہ دو ہرایا ایک ایک دن میں سو سو بار دیکھا، حافظ ہوا محراب سنانے کی تیاری میں سارا دن کاٹ دیا اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا۔ حفظ کے بعد سالہا سال مشغلہ رہا ہو سکتا ہے کہ کسی حافظ کو تراویح میں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو۔ گو ایسا دیکھا نہیں گیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیت قرآنیہ کو سن کر اتنا یاد رکھیں کہ ان کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں یہ آیت کریمہ واہنی جانب ہے یا بائیں جانب ہے۔ گو یہ بھی بہت نادر چیز ہے مگر یہ تو عادتاً محال اور بالکل محال ہے کہ آیت قرآنیہ کے صفحہ و سطر کو بتایا جاسکے۔ تو کوئی بتائے کہ تمام کتب متداولہ و غیر متداولہ کے ہر جملہ کو بقید صفحہ و سطر بتانے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یا وہ اعلیٰ کرامت کا نمونہ ربانیہ ہے جس کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لیے اب تک ارباب لغت و اصطلاح الفاظ پانے سے عاجز رہے۔

## علم قرآن:

علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا۔ جو بظاہر ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں روح قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین علیہ الرحمۃ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گزرے اور رات پر رات کتنی رہی اور بالآخر ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔

اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے۔ لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس ترجمہ کو دیکھ پاتے تو فرما ہی دیتے کہ:

ترجمہ قرآن شے دیگرست و علم القرآن شے دیگر  
علم الحدیث و علم الرجال:

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زور پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر۔

علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما رہے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تمذیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرما دیا کہ بعض لوگوں کا ایمان بالرسول باہیں معنی نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں، خاتم النبیین ہیں، شیخ المذنبین ہیں، اکرم الاولین و الآخِرین ہیں، اعلم الخلق اجمعین ہیں، محبوب رب العالمین ہیں۔ بلکہ صرف باہیں معنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو مرکز مٹی میں مل چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عند اللہ بے وجاہت رہے۔ اگر ان کو بشر سے کم قرار دو تو تمہاری توحید زیادہ چمک دار ہو جائے گی۔

102279



ان حقائق کو واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت اسلامیہ کی بڑی اکثریت دامن رسول سے لپٹی ہوئی ہے اور دشمنان اسلام کے فریب سے بچ کر مجرموں کے منہ پر تھوک رہے ہیں۔ فجزاه اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر اهل السنة والجماعة خیر الجزاء۔

علم فقہ میں اعلیٰ حضرت کا مقام:

آپ کے علم و فضل اور خاص کر علم فقہ میں تبحر کا اعتراف تو ان اہل علم نے بھی کیا ہے جنہیں مسلک و مشرب میں آپ سے اختلاف ہے۔ مثلاً:

ملک غلام علی صاحب جو سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے معاون ہیں اپنے ایک بیان میں جسے ہفت روزہ ”شہاب“ لاہور نے ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں درج کیا ہے لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹ پڑتا ہے۔“

اسی طرح اعظم گڑھ یوپی سے شائع ہونے والا ماہنامہ مجلہ ”معارف“ رقمطراز ہے:

”مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے۔ انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن عزیز کا سلیس ترجمہ بھی کیا ہے ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزار ہا فتوؤں کے جوابات بھی انہوں نے دیے ہیں۔“

یہ آراء ان لوگوں کی ہیں جن سے مسلکی اختلافات ہیں۔ اور جو مسلک میں متحد ہیں ان کی آراء کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم چند کلمات علمائے ربانیین و علمائے حرمین طیبین کے اس موقع پر عرض کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ اب تک تذکروں میں جن جن علماء کے نام پیش کیے گئے ہیں غالباً یہ نام ان سے جداگانہ ہیں:

(۱) شوانع کے مفتی اور امام، نقیب الاشراف اور شیخ السادة فی المدینہ المنورہ سیدی السید

علوی بن السید احمد بانقیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”افضل الفضلاء انبل النبلاء فخر السلف قدوة الخلف“

الشیخ احمد رضا۔

(۲) احناف کے مفتی و امام السید اسماعیل بن خلیل مدنی فرماتے ہیں۔

”شیخنا العلامة المجرد شیخ الاساتذۃ علی الاطلاق“

الشیخ احمد رضا۔

(۳) حنبلیوں کے امام و مفتی اور مسجد نبوی میں مدرس امام عبد اللہ النابلسی الحنبلی ارشاد فرماتے ہیں۔

”العالم العامل الہمام الفاضل محرد المسائل و

عویصات الاحکام و محکم بروج الادلۃ بمزید اتقان و زیادۃ

احکام سید الشیوخ و الفضلاء الکرام قاضی القضاۃ الشیخ

احمد رضا خان“

(۴) مالکی حضرات کے امام و مفتی، مدینہ منورہ میں دارالافتاء کے اعلیٰ نگران و حاکم سیدی

احمد الجزازی ابن السید احمد المدنی ارشاد فرماتے ہیں۔

”علامة الزمان و فريد الاوان و منبع العرفان و ملحظ

النظار سید عدنان حضرت مولانا الشیخ احمد رضا خان۔“

یہ چار شہادتیں مفتیان مذاہب اربعہ، احناف، شوافع، حنابلہ اور مالکیین مدینہ منورہ کی

ہیں۔ چار ہی مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام، علمائے عظام و مدرسین بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ کی

پیش خدمت ہیں۔

(۱) حنبلیوں کے امام و مفتی، علامتہ الزمان مولانا سید عبد اللہ بن مولانا السید عبدالرحمن

السراج مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں۔

”العلامة الفهامة الہمام والعمدة الدراکة الامام ملک العلماء

الاعلام الشیخ احمد رضا خان۔“

(۲) مالکیین کے امام و قاضی و مفتی و مدرس مسجد حرام کے خاص الخاص مفتی حضرت سیدی

امام محمد بن علی بن حسین المالکی مفتی و مدرس دیار حرمیہ ارقام فرماتے ہیں۔

”ونشرت اعلام الانتصار علی منبر الهدایة فی جامع

الافتخار وقامت تبث فضائل منشیہا وتنصر علی مناہل  
مصطفیہا وکیف لا وهو احمد المہتدین رضا لا زالت شمس  
تحقیقاتہ المرضیۃ طالعة فی سماء الشریعة السمحة المحمدیۃ۔“

(۳) مفتی امام محدث علام مدرس بیت الحرام مکہ مکرمہ و امام شافعیہ سیدی محمد صالح مدرس  
مسجد حرام و امام شافعیہ ارقام فرماتے ہیں۔

” فنقول ابقاہ سامیاذری مجد مخدوم العز والسبعدر افلا  
علل الحبور و اردا موارد السرور ماترنم بمدحہ مادح صدح  
بشکرہ صادہ۔“

(۴) مکہ مکرمہ میں حنابلہ کے مفتی و امام اور مدرس حضرت علامہ مولانا عبد اللہ بن حمید  
مفتی حنابلہ مکتہ المشرفہ فرماتے ہیں۔

” العالم المتحقق المدقق لا زالت شجرة علمه نامية علی  
ممر الزمان و ثمر علمه مقبولة لدى الملك الديان الشيخ  
احمد رضا خان۔“

حرمین شریفین کے صرف چار چار علمائے کرام کی آراء یہاں پر درج کی گئی ہیں اور اختصار  
کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ ان کے علاوہ مصر و شام، عراق و یمن، الجزائر و  
نابلس، طرابلس و اردن وغیرہا ممالک عربیہ اسلامیہ کے فضلاء و علماء کے ایسے ہی خیالات متعدد  
مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔

جب ہم آپ کی تحریرات و فتاویٰ کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ کام اس تعمق اور  
اس تیز رفتاری کے ساتھ کسی شخص واحد سے ممکن ہے؟

مثال کے طور پر ۱۳۲۳ھ کا واقعہ ہے مکہ مکرمہ برائے حج تشریف لے گئے ہیں اور ظاہر ہے  
کہ حج پر جانے والا اپنے ساتھ کتب فقہ و حدیث کا ذخیرہ تو نہیں لے جاتا فراغت حج کے ساتھ  
ہی ایک استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا دیا جاتا ہے اور تقاضا یہ ہے کہ دو دن میں جواب مل  
جائے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ تھی جو خود مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی۔

”میرے پاس بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۱۲۵ ذی  
الحجہ کو ایک سوال آیا۔۔۔۔۔ میرے پاس کتابیں نہ تھیں اور مفتی حنفیہ سیدی صالح بن

کمال کا کہنا یہ تھا کہ دو دن منگل و بدھ میں جواب مکمل ہو جائے۔ میں نے رب تبارک و تعالیٰ کی امداد و اعانت پر جواب صرف دو مجلسوں میں مکمل کیا جس میں سے مجلس اول تقریباً سات گھنٹے کی تھی اور دوسری مجلس ایک گھنٹے کی۔“

(ترجمہ الدولۃ المکیۃ)

اس استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا اور جس کا جواب دو نشستوں میں جو تقریباً آٹھ گھنٹے پر حاوی تھیں تحریر کیا گیا یہ عربی زبان میں چار سو صفحات کی کتاب تھی جسے بنام تاریخی ”الدولة المکیة بالمادة الغیبیة“

۱۳-۲۳

سے موسوم فرمایا۔

اس مبارک کتاب میں جب کہ آپ کے پاس کوئی کتاب موجود نہ تھی متعلقہ کتب و فتاویٰ کے حوالہ جات صفحہ وار بتائے ہیں اور محض اپنی یادداشت پر بتائے ہیں۔ یہ محض رب کریم کی وہ عنایت تھی جو وہ اپنے مقبول بندوں کو عطا فرماتا ہے۔  
تصنیفات و افتاء:

امام اہل سنت قدس سرہ نے اپنی عمر کے آٹھویں سال میں بزبان عربی ”ہدایت النحو“ کی شرح تحریر فرمائی اور چودہ سال کی عمر سے مسلسل فقہ پر کام کیا جو اڑسٹھ سال کی عمر تک جاری رہا۔ ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل یادگار چھوڑے، جو موضوع کے اعتبار سے پچاس مختلف علوم و فنون پر محیط ہیں۔ یہ پچپن سال کا دور پوری تصانیف پر منقسم کیا جائے تو روزانہ کی اوسط تحریر ساڑھے تین جزو ہوتے ہیں جن کے چھپن صفحات بنتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ ۱۲ جلدوں میں ہے جن میں سے چار جلدیں (کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک) طبع ہو چکی ہیں۔ آٹھ ابھی شائع نہیں ہو سکیں۔ پانچویں چھپ رہی ہے۔ فتاویٰ دیکھیے تو آپ کو ایک فقیہ کی فقاہت اور ایک مفتی کی شان افتاء کا اندازہ ہو گا۔  
امام بریلوی کی شعر گوئی:

کتنی عجیب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مسند العصر کے پاس جس کو رات دن کے کم سے کم بیس گھنٹے میں صرف علم دین سے واسطہ ہو جس کے ایوان علم میں اپنے قلم دوات اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو، جو عرب و عجم کا رہنما ہو، اس کو شعر کہنے کو کیا کہا جائے کسی سے شعر

سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے۔ مگر شان جامعیت میں کمی کیسے ہو اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے اگر اعلیٰ حضرت کے قدم اس کو نہ نوازیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس رشک جناس سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق کے لیے سرمایہ حیات ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حمد و نعت کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے جس کا ایک ایک لفظ پڑھنے والوں اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا لغزشوں سے محفوظ رہنا:

علمائے دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدیوں سے چلے آ رہے ہیں مگر لغزش علم و فلتت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ زور قلم میں بکثرت تفرد پسندی میں آئے بعد از تجدد پسندی پر اتر آئے۔ تصانیف میں خود آرائیاں بھی ملتی ہیں۔ لفظوں کے استعمال میں ہی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ قول حق کے لہجہ میں بھی بوجے حق نہیں ہے۔ حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی قناعت کر لی گئی ہے لیکن ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا محمد عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان و قلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالئے۔

فقیر اعظم کا ایک عظیم و جلیل حاشیہ جو چار مجلدات پر مشتمل ہے وہ حاشیہ امام ابراہیم عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ ”رد المحتار“ پر ہے۔ جسے آپ نے بنام ”جد الممتار“ موسوم فرمایا ہے۔ لیکن یہ بیش قیمت حاشیہ اسی ذخیرے میں پڑا ہے جو ابھی تک محروم اشاعت ہے۔

مولیٰ تعالیٰ کسی ایسے مرد جلیل کو پیدا فرمادے جو جملہ تصانیف مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ”مرکز اشاعت علوم امام احمد رضا“ قائم کرے اور آپ کے جواہر علمی کو جلوہ طبعیت دے۔ آمین

وصال مبارک:

آپ ۲۵ / صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء جمعۃ المبارک کے دن عین اذان جمعہ کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا لله وانا الیہ راجعون۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا  
مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ۝

مسئلہ: ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا جھینگہ کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟ مع دستخط و مهر کے جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب: ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں۔ تو جن بعض کے خیال میں جھینگہ مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہونا ہی چاہیے۔ مگر فقیر نے کتب لغت و طب و کتب علم حیوان میں بلا اتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے قاموس میں ہے۔

الاربیان بالسکرسمک کالدود۔ ، اربیان ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ایک مچھلی ہے  
مکوڑے کی طرح۔

صحاح و تاج العروس میں ہے۔

الاربیان بیض من السمک کالدود ویکون بالبصرة  
صراح میں ہے۔

اربیان نوعی ازماہی ست

فتنی الارب میں ہے۔

اربیان نوعی ازماہی ست کہ آزا ہندی جھینگا گویند  
اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے جس کو ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔  
مخزن میں ہے۔

روبیان واربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روپیاں و ماہی میک و  
بندی جھینگا مچھلی نامند  
روبیان اور اربیان بھی کہتے ہیں فارسی میں  
روپیاں مچھلی اور میک مچھلی اور ہندی میں جھینگا  
مچھلی کہتے ہیں۔

تحفة المؤمنین میں ہے۔

بفارسى ماہى روبياں نامند

تذکرہ داؤد و انطاکی میں ہے۔

روبیان اسم نصرب من السمک  
یکثر ببحر العراق و القام احمر  
کثیر الارجل نحو السرطان لکنہ  
اکثر لحمًا۔  
روبیان مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے جو عراق اور  
قام کے سمندر میں بہت ہوتی ہے۔ سرخی مائل  
کیڑے کی طرح بہت پاؤں والی لیکن اس میں  
گوشت زیادہ ہوتا ہے۔

حیاء الحيوان الكبرى میں ہے۔

الروبیان هو سمک صغیر جدا  
احمر  
روبیان و سرخی مائل بہت چھوٹی سی مچھلی ہے۔

تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدراية مطلقاً حلال ہونا چاہیے کہ  
متون میں جمع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے

والطافی لیس نوعا براسہ بل وصف یعتری کل نوع  
اور طافی کوئی مستقل نوع نہیں بلکہ ایک وصف ہے جس کی طرف ہر نوع  
کی نسبت ہوتی ہے۔

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے  
آلائش نکالے بھون لیتے ہیں امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں۔ رد المحتار میں  
ہے و فی معراج الدراية

ولو وجدت سمكة فی حوصلة طائر توکل وعند الشافعی لا توکل  
لانه كالرجيع ورجيع الطائر عنده نجس وقلنا انما يعبر رجيعا  
اذا تغير وفي السمك الصفار التي تولى من غيران يشق جوفه  
فقال اصحابه لا يحل اكله لان رجيعه نجس وعند سائر الائمة  
يحل

اگر پرندہ کی پوٹ میں مچھلی پائی جائے تو کھائی جائے گی اور امام شافعی کے  
نزدیک نہ کھائی جائے گی کیونکہ وہ بیٹھ کی طرح ہے اور ان کے نزدیک

پرندہ کی بیٹھ نپاک ہے اور ہم کہتے ہیں بیٹھ اس وقت ہوگی جب کہ متغیر ہو گئی ہو اور وہ چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک کیے بغیر انہیں بھونا جاتا ہے، شوافع کہتے ہیں ان کا کھانا حلال نہیں کیونکہ پرندہ کی بیٹھ نجس ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال ہے۔

مگر فقیر نے جو اہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔

حيث قال السمك الصغار كلها مكروهة كراهة التحريم هو الاصح۔

جب کہ کہا ہے چھوٹی مچھلیاں تمام کی تمام مکروہ تحریمی ہیں۔ یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور گنگے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے ماہی سفقور۔ حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے کہ سوا حل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ اوپر ہمارے ائمہ سے حلت رو بیان میں کوئی نص معلوم نہیں۔ اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جو اہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی۔ بحال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۲: ۱۳ / ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے فحول و مفتیان ذوی العقول اس مسئلہ میں کہ کہنا ”یا رسول اللہ“ ”یا ولی اللہ“ کا جائز ہے یا نہیں؟ اور مدد چاہنا پیغمبران اور ولی اللہ سے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ”یا مشکل کشا علی“ وقت مصیبت کے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مع دستخط کے مرحمت فرمائیے تاکہ میں صاف صاف لوگوں کو سمجھا دوں۔ اور عربی آیت و حدیث جہاں آئے اس کا ترجمہ بزبان اردو تحریر فرمایا جائے۔ بینواتوجروا۔



الجواب: جائز ہے جب کہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الہی والمذہبات امرائے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا۔ اور اللہ عزوجل کے دیئے بغیر کوئی ایک جبہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سن سکتا۔ پلک نہیں ہلا سکتا۔ اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی و حرام ہے اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے خود حضور سید عالم ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں۔

یا محمد انی اتوجه بک الی ربی      یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب  
فی حاجتی هذه ليقضی لی۔      کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تاکہ میری  
یہ حاجت پوری ہو۔

اور بعض روایات میں ہے۔

لتقضى لی یا رسول اللہ      تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرمائیں۔  
ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی فوراً آنکھیں کھل گئیں۔

طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا ایک صحابی یا تابعی کو بتائی۔ انہوں نے بعد نمازیوں ہی ندا کی کہ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اس حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ ان کی حاجت بھی پوری ہوئی۔ پھر علماء ہمیشہ اسے قضائے حاجات کے لیے لکھتے آئے۔ نیز حدیث میں ہے۔

اذا اراد عوننا فليناد اعينوني يا عباد الله۔

جب استعانت کرنا اور مدد لینا چاہے تو یوں پکارے میری مدد کرو اے اللہ  
کے بندو۔

فتاویٰ خیرہ میں ہے۔

قولهم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمتہ۔

یا شیخ عبد القادر کہنا ندا ہے۔ اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

فقیر نے اس بارے میں ایک مختصر رسالہ ”انوار الانتباه فی حل نداء یا رسول اللہ“ لکھا۔

وہاں دیکھیے کہ زمانہ رسالت سے ہر قرن و زمانہ کے ائمہ و علماء صلحا میں وقت مصیبت محبوبان خدا کو پکارنا کیسا شائع ذائع رہا ہے۔ وہابیہ کے طور پر معاذ اللہ صحابہ سے آج تک وہ سب بزرگان دین مشرک ٹھہرتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بجموں المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۳: ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحم کرے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے ہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی؟ ہینوا تو جروا۔  
الجواب: وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے۔ خصوصاً جب کہ سجدہ بروجہ مسنون سے مانع ہو۔  
فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے۔

الا سکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاط شئی من زی الفساق  
ويعطی له فی ذلک کثیرا جروا یستحب له ان یعمل لانه اعانة  
علی المعصیة۔

موچی اور درزی جب کسی ایسی چیز کے سینے کا اجارہ کرے جو فساق کا پہناوا ہے۔ اور اس کے لیے اسے بہت اجرت بھی ملے اسے وہ کام نہ کرنا مستحب ہے کیونکہ اس کام کا کرنا گناہ پر مدد کرنا ہے۔  
اور دھوتی باندھ کر بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھر سناہی نماز کو مکروہ کرنے کے لیے بس ہے۔

لنہیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کف ثوب او شعر  
بوجہ منع کرنے حضور ﷺ کے کپڑے اور بال سمیٹنے سے۔

ہاں پیچھے نہ گھر سیں تو وہ دھوتی نہیں تہہ بند ہے۔ اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بحمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴: ۱۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت کہ جھوٹا کافر کا پاک ہے یا ناپاک؟ اگر کوئی کافر سہواً یا قصداً حقہ یا پانی پی لے کیا حکم ہے؟ ترجمہ بزبان اردو ضرور بالضرور ہر مسئلہ میں تحریر فرماتے جائیے تاکہ عام لوگ بخوبی سمجھ لیا کریں۔ بینوا توجروا کثیراً۔

الجواب: کافر ناپاک ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ

انما المشركون نجس۔ کافر نرے ناپاک ہیں۔

یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے۔ پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ضرور ناپاک ہے اور حقہ وغیرہ جس چیز کو ان کا لعاب لگ جائے گا ناپاک ہو جائے گی۔ تنویر الابصار میں ہے۔

سور شارب خمر فور شربھا وھرة فور اکل فارة نجس۔

شراب پینے کے بعد کا شرابی کا جھوٹا اور چوہا کھانے کے بعد بلی کا جھوٹا نجس ہے۔

یونہی اگر کافر شراب خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی۔ تو جب تک مونچھ دھل نہ جائے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کر دے گی۔ در مختار میں ہے۔

لو شاربه طویلا لا یتوعبه اللسان فنجس ولو بعد زمان۔

اگر اس کی مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ انہیں زبان نہ گھیر سکے تو نجس ہے

اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہی پئے۔

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو تو اس کے جھوٹے کو اگرچہ کتے کے جھوٹے کی طرح ناپاک نہ کہا جائے گا۔

فی التنویر والدر سور ادمی تنویر اور درر میں ہے آدمی کا جھوٹا مطلقاً پاک ہے مطلقاً ولو جنبا او کافرا طاہر اگرچہ جنبی ہو یا کافر بشرطیکہ اس کا منہ پاک ہو۔

الفم طاہراہ

مختصراً اگرچہ ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے دغدغہ ہونا ضروری نہیں۔ ریٹھ بھی تو ناپاک

نہیں، پھر کون عاقل اسے اپنے لب و زبان سے لگانے کو گوارا کرے گا؟ کافر کے جھوٹے سے بھی بجز اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے۔ اور یہ نفرت ان کے ایمان سے ناشی ہے۔

وفی دفعہ عن قلوبہم اسقاط شناعة الکفرة عن اعینہم  
 اوتخفیفہا وذلک غش بالمسلمین وقد صرح العلماء کما  
 فی العقود الدریة وغیرہا ان المفتی انما یفتی بما یقع عنده من  
 المصلحة و مصلحة المسلمین فی ابقاء النفرة عن الکفرة لا فی  
 القائہا۔

اور ان کے دلوں سے اس کے اٹھانے میں ان کی آنکھوں سے کفار کی  
 برائی دور کرنا ہے یا کم کرنا اور یہ مسلمانوں کے ساتھ دھوکا ہے اور تحقیق  
 علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود دریہ وغیرہ میں سے بے شک مہتممی وہ  
 فتویٰ دے جس میں اس کے نزدیک مسلمانوں کا بھلا ہو۔ اور مسلمانوں کا  
 بھلا کافروں سے نفرت باقی رکھنے میں ہے نہ اس کے ختم کرنے میں۔

و لهذا جو شخص دانستہ اس کا جھوٹا کھائے پئے مسلمان اس سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ وہ  
 مطعون ہوتا ہے۔ اس پر محبت کفار کا گمان ہو جاتا ہے۔ اور حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یقف مواقف التہم  
 جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک وما یسوء الاذن اس بات سے بچ جو کان کو بری لگے۔

رواہ الامام احمد عن ابی الغادیة والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی  
 الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفة والخطیب  
 فی الموتلف کلہم عن ام الغادیة عمۃ العاص بن عمرو الطفاوی و  
 عبد اللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند و ابونعیم وابن مندۃ  
 کلاہما فی المعرفة عن العاص المذكور مرسلًا و ابونعیم فیہا عن  
 حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ایاکہ وکل امریعتذرمنہ۔ ہر اس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔

رواہ الضیاء فی المختارۃ والدیلمی کلاہما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابر بنیع ومن طریقۃ العسکری فی امثاله والقضاعی فی مسنده معا والبعوی ومن طریقۃ الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائده وابو محمد الابرہیمی فی کتاب الصلوۃ وابن النجار فی تاریخہ کلہم عن ابن عمر والحاکم فی صحیحہ والبیہقی فی الزہد والعسکری فی الامثال وابونعیم فی المعرفة عن سعد ابی وقاص و احمد و ابن ماجہ بسند احسن و ابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلہم رافعیہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و البخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر و ابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قوله رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں:

بشروا ولا تنفروا رواہ الائمة احمد و البخاری و مسلم و النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔

پھر اس میں بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام افما دی الیہ فلا اقل ان یکون مکرہا، تو دلائل شرعیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے۔

و کم من حکم یختلف باختلاف الزمان بل والمکان کما تشہد بہ فروع جمعہ فی کتب الائمة هذا ما عندی وبہ افتیت مرارا واللہ ربی علیہ معتمدی والیہ مستندی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اور بہت سے احکام اختلاف زمانہ کے ساتھ بلکہ اختلاف مکان کے ساتھ مختلف ہو جاتے ہیں۔ اس کی شہادت وہ فروع ہیں جو کتب ائمہ میں جمع

ہیں۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں نے اس کے ساتھ کئی بار فتویٰ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری سند ہے۔ اور اللہ پاک و بلند خوب جانتا ہے۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵: ۷ / ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک شخص نماز ظہر کی پڑھنے کھڑا ہوا اور اس نے بعد چار سنت پڑھنے کے سہواً پھر چار سنت کی نیت باندھ لی اور اس کو چار فرض پڑھنا چاہیے تھے۔ جس وقت کہ وہ دو رکعت نماز ادا کر چکا اس کو خیال ہوا کہ اب مجھ کو فرض چھوہنا تھے۔ پس اس نے اپنے دل میں فرضوں کی نیت باندھ لی کہ میں فرض پڑھتا ہوں اور اس نے دو رکعت پیشتر کی بہ نیت سہواً سنت ادا کی اور دو رکعت آخر کی بہ نیت فرض کے خالی الحمد کے ساتھ پڑھی۔ درایں صورت کہ اب اس کی نماز فرضی ہوئی یا سنت بینوا توجروا؟

الجواب: یہ نماز فرض ہوئی نہ سنت۔ فرض تو یوں نہ ہوئے کہ پہلی دو رکعتوں میں نیت فرض کی نہ کی تھی اور فعل کے بعد نیت کا اعتبار نہیں۔ فی الدرالمختار لا عبرة بنیة متاخرة عنها علی المذہب۔ اور دو رکعت اخیر میں اگر فرض کی نیت اس نے تیسری رکعت کی پہلی تکبیر کے وقت بحال قیام نہ کی، جب تو یہ نیت ہی لغو ہے۔ اور اس وقت کی تو اب وہ پہلی نیت سے نماز فرض کی طرف منتقل ہو گیا۔ اگر چار پوری پڑھ لیتا فرض ہو جاتے۔ مگر اس نے دو پر قطع کر دی لہذا یہ بھی فرض نہ ہوئے۔

فی الدرالمختار یفسدھا انتقالہ من صلوة الی مغایرتھا فی ردالمحتار بان ینوی بقلبه مع التکبیرات الانتقال المذكور قال فی النہر بان صلی رکعة من الظہر مثلاً ثم افتح العصر او التطوع بتکبیرة فان کان صاحب ترتیب کان شارعاً فی التطوع عندهما خلافاً لمحمد اولم یکن بان سقط للضیق اوللکثرت صح شروع فی العصر لانه نوى تحصيل ماليس بحاصل فخرج

عن الاول فمناط الخروج عن الاول صحة لشروع في المغاير ولو من  
وجه الخ

در مختار میں ہے فاسد کرتا ہے نماز کو انتقال اس کا ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف جو پہلی نماز کے مغائر ہو۔ شامی میں ہے جیسے آدمی اپنے دل کے ساتھ نیت کرے تکبیرات کے ساتھ انتقال مذکور کی مصنف نے کہا ہے جیسے نمازی نے ظہر کی مثلاً ایک رکعت پڑھی پھر عصر شروع کر دی یا نفل تکبیر کے ساتھ شروع کر دیے پس اگر وہ صاحب ترتیب ہے شیخین کے نزدیک وہ نفل شروع کرنے والا ہے۔ امام محمد کا اختلاف ہے یا نہیں ہوا ساقط ہوئی بوجہ تنگی وقت کے یا واسطے کثرت کے درست ہے شروع ہونا اس کا عصر میں کیونکہ اس نے ایسی چیز کے حاصل کرنے کی نیت کی ہے جو اسے حاصل نہیں پس پہلی نماز سے نکل گیا پس پہلی نماز سے نکلنے کا دارومدار صحت شروع ہے پہلی نماز سے مغائر نماز میں اگرچہ تغائر من وجہ ہو۔

اور سنت نہ ہونا ظاہر ہے کہ سنتیں تو پڑھ چکا ہے بلکہ اگر سنتیں نہ پڑھی ہوتیں اور تیسری یا کسی رکعت کی تکبیر اول کے وقت نیت فرض کی کر لیتا جب بھی سنتیں نہ ہوتیں کہ وہ اس نیت کے سبب فرض کی طرف منتقل ہو گیا۔ بہر حال یہ رکعتیں نفل ہوتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۶ : ۱۸ / ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی۔ بعدہ سلام پھیرا۔ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا ہو ویسا ہی معہ دستخط مہر کے ارقام فرمائیے۔ اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟

الجواب: فرض ہوئے اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا۔ اس پر سجدہ سو تھا۔ بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورۃ ملا لے تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لیے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

ضم سورۃ فی الاولیین من الفرض فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ کاملانا فرض  
وہل ینکرہ فی الاخریین ہے۔ اور کیا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے؟ مختار  
المختار لا۔ یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

ای لا ینکرہ تحریماً بل تنزیہاً لانہ خلاف السنۃ قال فی الملیۃ  
وشرحها فان ضم السورۃ الی الفاتحة ساہیا تجب علیہ سجدتا  
السہو فی قول ابی یوسف لتاخیر الركوع عن محله وفي اظهر  
الروایات لا تجب لان القراءة فیہما مشروعة من غیر تقدیر  
والانتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب اھ فی البحر عن فخر  
الاسلام ان السورۃ مشروعة فی الاخریین نفلاً وفي الذخیرۃ انه  
المختار وفي المحيط هو الاصح اھ والظاهر ان المراد بقوله نفلاً  
بجواز المشروعية بمعنى عدم الحرمة فلاننا فی كونه خلاف الاولى  
كما افاده فی الحلۃ اھ ما فی رد المحتار۔ اقول لفظ الحیلۃ ثم  
الظاہراً باحتہا کیف لا وقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری  
فی صحیح المسلم وغيره انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كان  
یقرا فی صلوۃ الظهر فی الركعتین الاولیین قدر ثلاثین آیۃ وفي  
الاخریین قدر خمسۃ عشر آیۃ او قال نصف ذلك۔ فلا جرم ان قال  
فخر الاسلام فی شرح جامع الصغیر واما السورۃ فانها مشروعة  
نفلاً فی الاخریین حتی قلنا فیمن قرء فی الاخریین لم یلزمه  
سجدۃ السہو انتہی۔ ثم یمکن ان یقال الاولى عدم الزیادۃ و



يحمل على الخروج مخرج البيان لذلك الحديث ابي قتادة  
رضي الله تعالى عنه (يريد ما تقدم برواية الصحيحين) ان النبي  
صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقرأ في الظهر في الاولين بام  
القران وسورتين وفي الركعتين الاخيرين بام الكتب الحديث  
قول المصنف المذكور (اي ولا يزيد عليهما شيئاً) وقول غير  
واحد من المشائخ كما في الكافي وغيره ويقرو فيهما بعد  
الاوليين الفاتحة فقط ويحمل على بيان مجرد الجوار حديث ابي  
سعيد رضي الله تعالى عنه قول فخر الاسلام فان النبي صلى  
الله تعالى عليه وسلم يفعل الجائز فقط في بعض الاحيان  
تعلماً للجواز وغيره من غير كراهة في حقه صلى الله تعالى  
عليه وسلم كما يفعل الجائز الاولي في غالب الاحوال والنقل لا  
ينافي في عدم الالوية فيندفع بهذا ما عساه يخال من المخالفة بين  
الحديثين المذكورين وبين اقوال المشائخ والله سبحانه اعلم  
اه و لعلك لا يخفى عليك ان حمل المشروع نفلاً على  
المكروه تنزيهاً مستبعد جداً وقراءة السورة في الاخيرين  
ليست فعلاً مستحباً مستقلاً يعتبر به عدم الالوية لعارض  
كصلوة نافلة مع بعض المكروهات وانما الاستفادة من النافلة  
هنا فيما يظهر هو استحباب فعلها فكيف يجمع عدم الالوية  
والذي يظهر للعبد الضعيف ان سنته الاقتصار على الفاتحة  
انما تثبت عن المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم في  
الامامة فانه لم يعهد منه صلى الله تعالى عليه وسلم صلوة  
مكتوبة الا اما ما الا نادراً في غاية الندرة فيكره للامام الزيادة عليها  
لا طالة على المقتدين فوق السنة - بل لو اطال الى حد الاستثقال  
كره تحريماً اما المنفرد فقال فيه النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم فليطول ماشاء - وزيادة القراءة خير ولم يعرضه ما

يعارض خيريته فلا يبعدان يكون نفلا في حقه۔ فان حملنا  
 كلام اكثر المشائخ على الامامة وكلام الامام فخر الاسلام و  
 تصحيح الذخيرة والمحيط على المنفرد حصل التوفيق۔  
 وبالله التوفيق۔ هذا ما عندي۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم  
 یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ یہ منیہ  
 اور اس کی شرح میں کہا ہے۔ پس اگر ملایا اس نے سورۃ کو ساتھ فاتحہ  
 کے بھول کر واجب ہو گا اس پر سجدہ سو ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے  
 قول میں رکوع میں تاخیر کی بنا پر اور اظہر روایات میں سجدہ سو واجب  
 نہیں ہے۔ اس لیے کہ قراءت تو ان دونوں رکعتوں میں مشروع ہے  
 بغیر کسی خاص اندازہ کے۔ رہا فاتحہ پر اقتضار تو یہ سنت ہے واجب  
 نہیں۔ بحر میں فخر الاسلام سے روایت ہے کہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ کا ملانا  
 پچھلی دو رکعتوں میں نفلاً جائز ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے وہی مختار ہے۔ اور  
 محیط میں سے وہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فخر الاسلام کے قول  
 میں نفلاً قراءت کے جائز ہونے سے مراد عدم حرمت ہے۔ پس یہ قول  
 قراءت فی الاخرین کے خلاف اولیٰ ہونے کے مخالف نہیں جیسا کہ  
 حلیہ میں یہ بیان کیا ہے۔ رد المحتار کی عبارت تمام ہوئی۔ میں کہتا ہوں لفظ  
 حلیہ کا پھر ظاہر قراءت کا جواز ہے جواز کیسے نہ ہو جب کہ پہلے گزر چکا  
 ہے ابی سعید خدریؓ کی حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ میں بے شک نبی  
 ﷺ پڑھتے تھے صلوة ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کا اندازہ  
 اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کا قدر یا کہا نصف اس کا پس اس  
 لیے فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ سورۃ تو وہ نفلاً پچھلی  
 دو رکعتوں میں جائز ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے اس آدمی کے بارہ میں کہا  
 ہے جو پچھلی دو رکعتوں میں سورت پڑھے کہ اس پر سجدہ سو لازم نہیں  
 اتنی۔ پھر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے اولیٰ عدم زیادت ہے اور حمل کیا  
 جائے مخرج بیان پر واسطے حدیث قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ (اس سے

مراد وہ حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے صحیحین کی روایت کے ساتھ) کہ تحقیق نبی ﷺ پڑھتے تھے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں اور ظہر کی پچھلی دو رکعتوں میں فاتحہ الحدیث۔ قول مصنف مذکور کا (یعنی نہ زیادہ کرے اوپر ان دونوں کے کوئی شے) اور قول بہت سے مشائخ کا جیسا کہ کافی وغیرہ میں ہے اور پڑھے ان دونوں میں پیچھے پہلی دو رکعتوں کے سورۃ فاتحہ صرف اور حمل کی جائے اوپر بیان صرف جواز کے حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اور قول فخر الاسلام کا یہ کہ نبی ﷺ بعض اوقات صرف جائز کام کرتے ہیں تعلیم جواز وغیرہ کے لیے بغیر کراہت کے حضور ﷺ کے حق میں جیسا کہ غالب احوال میں جائز اولیٰ کو کرتے اور نفل عدم اولویت کے منافی نہیں۔ پس اس توجیہ سے وہ اعتراض مندرج ہو جاتا ہے جو خیال کیا جاسکتا تھا یعنی مخالفت درمیان حدیثوں کے اور اقوال مشائخ کے واللہ سبحانہ اعلم اھ۔ شاید تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ ہو کہ مشروع نفلا کو مکروہ تزییی پر حمل کرنا بہت بعید ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا پڑھنا ایسا فعل مستحب مستقل نہیں جس کے ساتھ کسی عارض کی وجہ سے عدم اولویت کا اعتبار کیا جائے جیسا کہ نفل نماز بعض مکروہات کے ساتھ ظاہر فہم میں یہاں نفلیتہ کا معنی ہے کہ اس کا کرنا مستحب ہے پس اس معنی کے اعتبار سے نفلیتہ خلاف اولیٰ کے ساتھ کس طرح جمع ہو سکتی ہے اور اس ضعیف بندہ کے لیے جو بات ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر اقتصار یہ سنت ہے جو کہ حالت امامت میں خود حضور ﷺ سے ثابت ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرض نماز حالت امامت کے بغیر معلوم نہیں ہوئی مگر بہت ہی کم۔ پس امام کے لیے اخر میں میں فاتحہ پر زیادت مکروہ ہے بوجہ لمبا کرنے نماز کے مقتدیوں پر قدر سنت سے زیادہ۔ بلکہ اگر اتنی لمبی کی کہ مقتدیوں کو بھاری معلوم ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ رہا اکیلے نماز پڑھنے والا پس اس کے بارہ میں نبی ﷺ کا فرمان ہے پس وہ قراءت

لمبی کرے جتنی چاہے۔ اور زیادہ قراءت زیادہ خیر ہے۔ اور یہاں کوئی عارض نہیں جو اس کی خیریت کو عارض ہو پس بعید نہیں کہ اس کے حق میں نفل ہو۔ پس اگر ہم حمل کریں کلام اکثر مشائخ کو امامت پر اور کلام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ و محیط کو منفرد پر، تو دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اور توفیق اللہ کے ساتھ ہے۔۔۔۔۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بجمہن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴ : ۹ / ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہہ کر ایک شکار کے اوپر بندوق چلائی پس جس وقت اس کو جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی۔ جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا اچھی طرح سے پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو ذبح نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور در صورت نہ نکلنے خون کے بھی جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا و توجسروا!

الجواب: اگر ذبح کر لیا اور ثابت ہوا کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی۔ مثلاً پھڑک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا، اگرچہ خون نہ نکلا یا خون ایسا نکلا جیسا مذبح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا اوز کسی علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے۔ اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا۔ ذبح نہ کیا۔ یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا۔ تو حرام ہے۔ غرض مدار کار اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح اس میں رمتن باقی ہو اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے حلال ہو جائے گا ورنہ حرام۔ در مختار میں ہے:

ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت والا لان لم تدر حیاته عند الذبح وان علم حیاته حلت مطلقا وان لم تحرك ولم يخرج الدم وهذا یتاتی فی منخنة و متردیه و نطیحة و التي فقر الذئب بطنها فزکاة هذه الاشیاء تحلل وان كانت حیاتها خفیفة وعلیه

الفتویٰ لقوله تعالى الا ما ذكيتم من غيره فصل اه و في رد  
المحتار عن البزازی عن الاسبيحاني عن الامام الاعظم رضى  
الله تعالى عنه خروج الدم لا يدل على الحيوة الا اذا كان يخرج  
كما يخرج من الحي قال وهو ظاهر الروية

ذبح کیا اس نے بیمار بکری کو پس اس نے حرکت کی یا اس سے خون نکلا  
حلال ہے ورنہ حلال نہیں اگر وقت ذبح اس کی زندگی معلوم نہ ہو۔ اگر  
وقت ذبح زندگی معلوم ہوئی تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت بھی نہ کرے  
اور خون بھی نہ نکلے۔ اور یہی حکم ہے کلا کھوئی اور بلندی سے گرنے  
والی اور سینگ سے زخمی ہونے والی اور جس کا بیت بھیڑیے نے پھاڑ دیا  
ہو۔ پس بحالت مذکورہ ان کا ذبح کرنا انہیں حلال کر دے گا اگرچہ ان میں  
خفیف سی زندگی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے بوجہ فرمان اللہ تعالیٰ کے کہ  
ذبح کر لیا تم نے بغیر فصل کے اھ۔ اور رد المحتار میں روایت ہے بزازی  
سے انہوں نے اسبیحانی سے انہوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
کہ محض خون نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا ہاں جس وقت کہ اس طرح  
سے نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے کہا کہ یہ ظاہر روایت ہے۔

اسی کتاب الصيد میں ہے:

المعتبر في المتردية واخواتها كمنطیحة وموقوذة وما اكل السبع و  
المريضة مطلق الحياة وان قلت كما اشرنا اليه عليه الفتوى۔  
بلندی سے گر کر قریب المرگ اور اس کے ساتھ مذکور فی القرآن باقی  
اشیاء نظیرہ، موقوذة وغیرہ میں مطلق زندگی معتبر ہے اگرچہ کم ہی ہو جیسا  
کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

مدارک۔ التزیل میں ہے:

الموقوذة التي اسخنوها ضرباً بالعصا او حجر  
موقوذة وہ ہے جسے وہ لانی یا پتھر سے زخمی کرتے تھے۔

معالم میں ہے:

قال قتادة كانوا يضربونها بالعصا فاذا ماتت اكلوها اه قلت  
فظهر ان المضروب بكل مثل كالبندق ولو بندق الرصاص  
كله من الموقوذة فيحل بالذكاة وان قلت الحياة

قتادہ نے کہا کفار جانور کو یہاں تک مارتے تھے کہ وہ مرجاتا پھر اسے  
کھاتے تھے۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ ہر بھاری چیز کا مضروب  
جانور جیسے بندوق اگرچہ سکہ کی گولی والی بندوق ہو یہ سب موقوذہ میں  
شامل ہیں پس یہ ذبح کرنے سے حلال ہو جاتی ہیں اگرچہ وقت ذبح ان  
میں قلیل زندگی ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

لا يخفى ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق والشغل بواسطة  
اندفاعه العنيف اذ ليس له حذف فلا يحل وبه افتى ابن نجيم والله  
تعالى اعلم۔

پوشیدہ نہیں کہ سکہ کی گولی کا زخم بوجہ چلنے اور بوجھ کے ہے بواسطہ اس  
کے زور سے پھینکنے کے کیونکہ گولی میں دھار نہیں پس حلال نہیں۔ اسی  
کے ساتھ ابن نجیم نے فتویٰ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۸: ۱۰ ربيع الآخر شريف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے۔ پس بحکم  
شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا چاہیے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے  
میں گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا مفصلاً توجروا کثیراً۔

الجواب: شکار کے محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے و لہذا شکار  
کھیلنا کہتے ہیں۔ بندوق کا خواہ مچھلی کا روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ مطلقاً بلا تقاق حرام  
ہے۔ حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو۔

آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں، یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہونا مصیبت جانیں وہ گرم دوپہر، گرم لو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھیرنا اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے، اور دوپہر بلکہ دو دو دن شکار کے لیے گتہ بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں، کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں؟ حاشا وکلا بلکہ وہی لہو و لعب ہے اور بالاتفاق حرام۔

ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر نئے مثلاً مچھلی بازار میں بھی لے کر وہاں سے لے لیجئے، ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یا کہتے کہ ہم اپنے پاس سے لائے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی غرض نہیں رکھتے، بانٹ دیتے ہیں۔ تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح و حرام ہے۔ درمختار میں ہے الصيد مباح الا للتلوی کساہو ظاہر۔ اسی طرح اشباہ و بزازیہ و مجمع الفتاویٰ و غنیہ ذوی الاحکام و تاتارخانیہ و رد المحتار وغیرہ عامہ اسفار میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

مبدیہ المذنب احمد رضا

منشی عبد الباقی صاحب

مسئلہ ۹: ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شعر کا مطلب جو شرع محمدی فصل اٹھائیسویں بیان مکروہات وضو میں ہے؟

تیرے تانبے کے برتن سے اگر

ہے وضو ناقص کرے گا ہو بشر

یہ نہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے؟ آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں۔ کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: تانبے کے برتن سے وضو کرنا اس میں آہانا پینا سب بلا لراہت جائز ہے۔ وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیے۔ بے قلعی میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ ہسانی ضرر کا باعث ہوتا ہے۔ اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے

آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو۔ اور اس میں کھانا پینا بھی تو وضع سے قریب تر ہے۔ ردالمحتار میں فتح القدر سے ہے:

منها ای من آداب الوضوء، کون انیة من خزف  
اس سے (یعنی آداب وضو سے) ہونا اس کے برتنوں کا پختہ مٹی سے۔  
اسی میں اختیار شرع مختار نے ہے:

اتخاذها ای اوانی الاکل والشرب، من الخزف افضل اذلا صرف فیہ  
ولا مخیلة و فی الحدیث من اتخذ اوانی بیته خزفا زارته الملتکته  
ویجوز اتخاذها من نحاس اور صاص۔

پکڑنا ان کا (یعنی کھانے پینے کے برتن) پختہ مٹی سے افضل ہیں کیونکہ اس  
میں کچھ خرچ بھی نہیں اور تکبر بھی نہیں اور حدیث میں ہے جو شخص گھر  
کے برتن مٹی کے رکھے فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔ تانبے اور  
قلمی کے برتن بھی جائز ہیں۔

اسی میں ہے۔

یکره الاکل فی النحاس الغیر المطلق بالرصاص لانه یدخل  
الصدا فی الطعام فیورث ضرر اعظیما وما بعده فلا ھ ملخصا  
واللہ تعالی اعلم۔

مکروہ ہے کھانا کھانا بغیر قلعی شدہ تانبے کے کیونکہ وہ کھانے میں اپنا برا اثر  
ڈالتا ہے جس سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور قلعی کرنے کے بعد وہ  
اثر زائل ہو جاتا ہے۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمجرن المطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۰: ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت  
پر شہید مرد ہیں اور فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں۔ اور اس درخت اور اس طاق کے



پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں۔ ہار لٹکاتے ہیں لوہان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں۔ اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے۔ کیا شہید مردان درختوں اور طاقتوں میں رہتے ہیں؟ اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر؟ جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمائیے۔ بینوا بالکتاب توجروا بالشواب۔

الجواب: یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطلات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم۔ ما انزل اللہ بہا من سلطن۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرمان المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۱: ۱۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندر میں مسئلہ کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد کے اوپر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا بالشواب۔  
الجواب:

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازہ کی تجمیر غسل، کفن، نماز، دفن ہے۔ اور ان کاموں میں ایسے سنن و مستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی و برکت و رحمت و وسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ و خیرات و اعمال صالحات کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا۔ بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا۔ آپ قدرت نہ ہو تو اور

عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کے ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی قرض رہ گیا ہو تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا۔ حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا ہو تو اسے ادا کرنا۔ نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا، وعلیٰ هذا القیاس ہر طرح ان کی برات ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(۶) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائیداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی شخص کے لئے کر گئے تو شرعاً تمام مال سے زیادہ بے اجازت وارثان نافذ نہیں۔ مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں یا باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب تو وہ ہیں نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو۔ اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح کے امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا، وہاں قرآن شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا۔ راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں یا باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) اور سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج نہ پہنچانا۔ اس کے سب اعمال کی ماں باپ کو خبر پہنچتی ہے۔ نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے دکنے لگتا ہے اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں ان کے قلب پر صدمہ پہنچتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی

انہیں رنج دیا جائے۔

اللہ غفور رحیم، عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے حبیب رؤف و رحیم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے گناہوں سے بچائے۔ ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور و سرور پہنچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز۔ وہ غنی ہے اور ہم محتاج۔  
حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلى الله تعالى على الشفيح الرفيع الغفور  
الكريم الرؤف الرحيم سيدنا محمد واله وصحبه اجمعين۔ امين  
والحمد لله رب العالمين۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حق استخراج کیے ان میں سے بعض بقدر کفایت ذکر کروں۔

حدیث ۱: کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی کوئی طریقہ ان کے ساتھ نیکیوں کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں؟ فرمایا۔

نعم اربعة الصلاة عليهما والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من بعدهما واکرام صديقيهما وصلته الرحم التي لا رحم لك الا من قبلهما فهذا الذي بقي من برهما بعد موتهما۔

ہاں چار باتیں ہیں ان پر نماز اور ان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کی وصیت نافذ کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت اور جو رشتہ صرف انہی کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا۔ یہ وہ نیکیوں ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔

”رواه ابن النجار عن ابى اسيد الساعدي رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع القصة ورواه البيهقي في سننه عنه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يبقى للولد من برالوالد الا اربع الصلوة عليه والدعاء له وانفاذ عهده من بعده وصلة رحمه واکرام صديقه۔“

حدیث ۲: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

استغفار الولد لابیہ بعد الموت من البر۔

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

رواہ ابن النجار عن ابی اسید مالک بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اذا ترک العبد الدعاء للوالدین فانه ینقطع عنه الرزق۔

آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

رواہ الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث ۴ و ۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویہ فیکون  
لہما اجرہا ولا ینقص من اجرہ شیئ۔

جب تم میں کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب سے کچھ نہ گھٹے گا۔

رواہ الطبرانی فی اوسطہ و ابن عساکر عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ونحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۶: کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے باپ کی زندگی میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ اب وہ مر گئے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا۔

ان من البر بعد الموت ان تصلى لہما مع صلوتک وتصوم لہما

مع صیامک۔ (رواہ الدارقطنی)

بعد مرگ نیک سلوک یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز

پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے۔

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز روزے ان کی طرف سے انہیں ثواب پہنچانے کو بھی بجالایا نماز روزہ جو عمل نیک کرے ساتھ ہی انہیں ثواب پہنچانے کی بھی نیت کر لے کہ انہیں بھی ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہو گا۔

کما مرولفظ مع یحتمل الوجهین بل هذا الصدقة بالمیتہ محیط۔ پھر

تاتارخانیہ پھر رد المحتار میں ہے۔ الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوی لجمع

المومنین والمومنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شئی۔

حدیث ۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من حج عن والديه اوقضى عنهما مغرما بعثه الله يوم القيمة مع

الابرار۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز

قیامت نیکوں کے ساتھ اٹھے۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط والدارقطنی فی السنن عن ابن عباس رضی

الله تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۸: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی ہزار قرض تھے۔ وقت

وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا۔

بع فیها اموال عمر فان وفات والافسل بنی عدی فان وفات

والافسل قریشا ولا تعد عنہم۔

میرے دین میں اول میرا مال بیچنا اگر کافی ہو جائے فہماورنہ میری قوم بنی

عدی سے مانگنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا

اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا اضمنہا تم میرے قرض کی ضمانت کر لو۔ وہ ضامن ہو

گئے اور امیر المومنین کے دفن سے پہلے اکابر انصار و مہاجرین کو گواہ کر لیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر

ہیں۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرما دیا۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات عن عثمان بن عروہ۔

حدیث ۹: قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ فرمایا۔

نعم حجی عنہا ارایت لو کان علی امک دین اکت قاضیة اقصوا اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں اس کی طرف سے حج کر۔ بھلا دیکھ تو اگر تیری ماں پر کوئی دین ہوتا تو تو ادا کرتی یا نہیں یوں ہی خدا کا دین ادا کرو کہ وہ زیادہ ادا کا حق رکھتا ہے۔

حدیث ۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منه ومنہما وابتشر بہ ارواحہما فی السماء وکتب عند اللہ برا۔ رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی طرف سے اور ان سب کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روہیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں اور یہ شخص اللہ عز و جل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من حج عن ابیہ او عن امہ فقد قضی عنہ حجة وکان لہ فضل عشر حجج۔

جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من حج عن والدیہ بعد وفاتہما کتب اللہ اعتقا من النار وکان  
للمحجوج عنہا اجر حجة تامة من غیر ان ینقص من اجورہما  
شئی۔ رواہ الاصبہانی فی الترغیب والبیہقی فی الشعب عن  
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو اپنے والدین کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے  
لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب  
ہو جس میں اصلاحی نہ ہو۔

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من برقسما وقضى دينهما ولم يستسب لهما كتب باراً و  
ان كان عاقا في حياته ومن لم يبرقسما ويقض دينهما  
واستسب لهما كتب عاقا وان كان باراً في حياته۔ رواہ الطبرانی  
فی الاوسط عن عبد الرحمن بن سمرة رضی اللہ عنہ۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض  
اتارے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے وہ والدین  
کے ساتھ نیکو کار لکھا جائے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان  
کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اور ان کے والدین کو  
برا کہہ کر انہیں برا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں  
نیکو کار تھا۔

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من زار قبر ابویہ او احدہما فی کل یوم جمعة مرة غفر اللہ له و  
کتب برا۔ رواہ الامام الترمذی العارف با اللہ الحکیم فی نوادر  
الاصول عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو

اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من زار قبر والديه او احدهما يوم الجمعة فقرأ عنده يس غفر له  
رواه ابن عدی عن الصديق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یسین پڑھے بخش دیا جائے۔

وفی لفظ من زار قبر والديه او احدهما فی کل جمعة فقرأ عنده  
یس غفر اللہ له بعدد کل حرف منها۔

جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے وہاں یسین پڑھے اس شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی گنتی کی برابر اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرتیں فرمائیں۔

رواہ هو والخلیلی و ابو شیخ والدیلمی و ابن النجار والرافعی وغیرہم عن ام المومنین الصدیقة عن ابنہا الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من زار قبر ابویہ او احدهما احتساباً کان کعدل حجة مبرورة ومن  
کان زواراً لهما زارت الملكة قبره۔

جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے۔ اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا کرتا ہو، فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔

رواہ الامام الترمذی الحکیم و ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسند خود محمد ابن العباس وراق سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا۔ راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ وہ



جنگل درختان مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا۔ ان کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا۔ جب پلٹ کر آیا، اس منزل میں رات کو پہنچا۔ باپ کی قبر پر نہ گیا ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا یہ اشعار کہہ رہا ہے۔

رائتک تطوی الدوم لیلا ولا تری علیک اهل الدوم تتکلما  
و بالدوم ثاولو ثویت مکانہ و مر باهل الدوم عاد فسلما  
میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جوان پیڑوں میں ہے  
اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا۔ حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس  
کی جگہ ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔  
حدیث ۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من احب ان یصل اباه فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔ رواہ  
ابویعلیٰ وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے  
بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔

حدیث ۱۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من البران تصل صدیق ابیک۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باپ کے ساتھ نیکو کاری سے یہ ہے کہ تو اس کے دوست سے اچھا برتاؤ  
رکھے۔

حدیث ۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان ابرار البران یصل الرجل اهل ذی ابیہ بعد ان یولی الاب رواہ الائمة  
احمد والبخاری فی ادب المفرد و مسلم فی صحیحہ و ابوداؤد  
والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے شک باپ کے ساتھ نیکو کاریوں سے بڑھ کر یہ نیکو کاری ہے کہ آدمی  
باپ کے پیٹھ دینے کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر رہتا  
ہے۔

حدیث ۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

احفظ ودابیک لا تقطعه فی طفئی اللہ نورک۔

اپنے باپ کی دوستی نگاہ رکھ اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تیرا نور بجاوے گا۔

رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث ۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامہات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتہم وتزداد وجوہہم بیاضا واشراقا فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم۔ رواہ الامام الحکیم عن والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو اللہ عز و جل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو۔ وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی و تابش بڑھ جاتے ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ۔

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عمدہ برآ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں۔ تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے، تو صرف ماں یا باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں، خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ جل و علی و رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں۔ لہذا قرآن عظیم میں جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ۔

اِنَّ اشکر لى و لوالدیک۔

حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

حدیث میں ہے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں۔ کیا اب میں اس کے حق سے ادا ہو گیا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعله ان يكون بطلقة واحدة رواه الطبرانی في الاوسط عن بریدة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں  
شاید یہ ان میں ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

اللہ عز و جل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔ امین  
برحمتک یا ارحم الراحمین۔ وصلى الله تعالى على سيدنا و مولانا  
محمد واله وصحبه اجمعين۔ امين۔ والحمد لله رب العلمين۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم

مسئلہ ۱۲: ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد  
الحمد و قل کے تکبیر کہہ کر دعائوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور  
دعائوت اس کو نہیں آتی ہے۔ پس اس کی نماز وتر صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور وہ اگر ہر روز  
سجدہ سو کر لیا کرے تو نماز وتر اس کی صحیح ہو جایا کرے گی؟ جواب عام فہم عطا فرمائیے۔ بینوا  
مفصلاً توجروا کثیراً۔

الجواب: نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں نہ یہ سجدہ سو کا محل کہ سو ا کوئی واجب ترک  
نہ ہو۔ دعائوت اگر یاد نہیں تو یاد کرنی چاہیے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے اور  
جب تک یاد نہ ہو۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے رب! دے ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا

ہم کو آگ کے عذاب سے۔

پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ تین بار کہہ لیا کرے۔ یہ بھی نہ آئے تو صرف يَا رَبِّ تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ قل هو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوایا نہیں کہ اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثنا دعا ہے۔

بل قال العلامة القازی وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر و کل ذکر دعاء وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد لله رواه الترمذی وحسنه النسائی وابن ماجه وابن حبان والحاکم وصححه عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما هذا وليتحرر واللہ تعالیٰ اعلم بلکہ کہا علامہ قاری وغیرہ نے علماء میں سے ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔ اور تحقیق فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افضل دعا الحمد لله ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے اور حسن کہا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ اسے یاد رکھ اور محفوظ رکھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۳: ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کن کیا اڑانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی ڈور لوٹا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ڈور لوٹی ہوئی سے کپڑا سلوا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کن کیا اڑانا لہو لعب ہے اور لہو نا جائز ہے۔ حدیث میں ہے۔

کل لہو المسلم حرام الا فی ثلث۔

مسلم کے لئے کھیل کی چیزیں سوائے تین چیزوں کے سب حرام ہیں۔

ڈور لوٹنا نہیں ہے اور نہیں حرام ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النهبی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔

لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو تو فرض ہے اسے دے دی جائے۔ اگر نہ دی اور بغیر

اس کی اجازت کے اس سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے۔ اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی

ہے جس کا پھیرنا واجب ہے۔

للاشتمال علی المحرم كالصلوة فی ارض مغصوبہ

بوجہ شامل ہونے کے حرام پر جیسے ارض مغصوبہ پر نماز۔

اور اگر مالک نہ ہو تو وہ لقطہ ہے یعنی پڑی پائی چیز۔ واجب ہے کہ اسے مشہور کیا جائے

یہاں تک کہ مالک کے ملنے کی امید قطع ہو۔ اس وقت اگر یہ شخص غنی ہے تو فقیر کو دے

دے۔ اور فقیر ہے تو اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔ پھر جب مالک ظاہر ہو اور فقیر کے صرف میں

آنے پر راضی نہ ہو تو اپنے پاس سے اس کا تاوان دینا ہو گا۔ کما هو معروف فی الفقہ

من حکم اللقطة واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۴: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کبوتر پالنا بلا

اڑانے کے و بٹیر بازی و مرغ بازی و شکار باز پالنا اور ان سے شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا

نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب: شکار و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے

لقولہ تعالیٰ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ۔ الایتہ یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا

یا کسی نفع کی غرض سے ہو۔ محض تفریح و لہو و لعب نہ ہو۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ گنہگار ہو گا۔

اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جب کہ وہ تعلیم پائے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہوا حلال

ہو جائے گا۔

فان حرمة الارسال بنية الله ولا ينافي كونه ذكاة شرعية كمن سمي الله تعالى وضرب الغنم من قفاه حرم الفعل وحل الاكل۔  
پس تحقیق کھیل کی نیت سے چھوڑنے کی حرمت اس کے ذبح شرعی ہونے کے منافی نہیں۔ جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لے اور بھیڑ کو اس کی گدی کی طرف سے مارا۔ فعل حرام ہے اور کھانا حلال ہے۔

بشیر بازی، مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں، لال لڑاتے ہیں، یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، ریکھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلاوجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔ حدیث میں ہے۔

نہی رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن التحريش بين البهائم۔ اخرجہ ابوداود والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقال الترمذی حسن صحيح۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا۔

کبوتر پالنا جب کہ خالی دلی بہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مودی نہ ہو جائز ہے۔ اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے، یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں کسی کی آنکھ پھوڑیں۔ یا پرانے کبوتر پکڑے یا ان کا دم بڑھانے اور اپنا تماشا ہونے کے لئے دن دن بھرا نہیں بھوکا اڑائے۔ جب اترنا چاہیں نہ اترنے دے تو ایسا پالنا حرام ہے۔ در مختار میں ہے۔

ویکرہ (یکرہ امساک الحمائمات) ولو فی برجھا (ان کان یضربا لناس) بنظر او جلب (فان کان یظیرھا فوق السطح مطلقا علی عورات المسلمین و یکسر زجاجات الناس برمیة تلک الحمائمات عز رو منع اشد المنع فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب) واما للاستناس فمباح باختصار۔

اور مکروہ ہے (مکروہ ہے بند رکھنا کبوتروں کا) اگرچہ ان کے برجوں میں ہو

(اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو) اگر یہ ضرر بوجہ نظر کے ہو، یا دوسروں کے کبوتر کھینچنے سے۔ پس اگر چھت پر اڑاتا ہو جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہو اور کبوتروں کی کنکریوں سے لوگوں کے شیشے ٹوٹتے ہوں تو اڑانے والے پر تعزیر کی جائے گی اور سختی سے منع کیا جائے گا۔ اگر نہ رکے تو کو تو ال انہیں ذبح کر دے اگر اڑانے کے لئے نہ ہوں بلکہ صرف کبوتروں کے ساتھ انس کی وجہ سے تو یہ مباح ہے۔ اہ باختصار۔

صحیح بخاری وغیرہ میں عبد اللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

دخلت النار امرأة في هرة ربطها فلم تطعمها تاكل من خشاش الارض۔

ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اسے باندھ رکھا تھا نہ آپ کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے چوہے وغیرہ کھا لیتی۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے فہی تنہش شرق قبلها ودبرها (وہ بلی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگ پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے) ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستر بار اسے دانہ پانی دکھاؤ۔ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو اور نیچے آنا چاہے تو آنے نہ دو۔ علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافرزی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافرزی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فی در المختار وغیرہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الظلم ظلمات یوم القیمة۔  
ظلم ظلماتیں ہو گا قیامت کے دن۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ○ سن لو! اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔

کتا پالنا حرام ہے جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کافرشتہ نہیں آتا۔ روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا تدخل الملائكة بیتا فیہ کلب ولا صورة۔ رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن ابی طلحة رضی اللہ تعالیٰ

عندہ۔

فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتاب یا تصویر ہو۔  
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیة اوضار یا نقص من عملہ کل یوم  
قیراطان۔ رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن ابن عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو کتاب لے کر گلے کا کتاب یا شکاری روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں  
(ان قیراطوں کی مقدار اللہ ورسول جانیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم)

تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے۔ ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیح کے  
لئے شکار کی حاجت ہو نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتاب جو گلے یا کھیتی یا گھر کی  
حفاظت کے لئے پالا جائے جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور  
لیں۔ یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں۔ غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو  
کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں۔ آخر آس پاس کے گھروالے  
بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ  
کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۵: ۲۱ ربيع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا  
نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ  
ہو گئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے۔ ابھی  
جان باقی ہے۔ پس اس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجسروا۔



الجواب: اگر مسلمان یا کتابی عاقل نے کہ احرام میں نہ ہو، بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کرے، خود نہ کھانے لگے، غیر حرام کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا۔ اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا، یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا یا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبح میں ہوتی ہے کہ کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور کتے کے چھوڑنے میں کوئی کافر، مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آج کل کے اکثر نصاریٰ اور رافضی اور عام نیچری وغیرہم خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا۔ نہ شکار کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے یا تعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا اور کسی نئے جانور کے جس کا شکار ناجائز ہو اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے تک اسی طرف متوجہ رہا بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا۔ اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے گا۔ ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائے گا۔ تویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے۔

(الصید مباح بخمسة عشر شرطاً) خمسة في الصائد و هو ان يكون من اهل الذكاة وان يوجد منه الارسال وان لا يشاركه في الارسال من لا يحل صيده وان لا يترك التسمية عامداً وان لا يشتغل بين الارسال والاخذ بعمل اخر و خمسة في الكلب ان يكون معلماً وان يذهب على سنن الارسال وان لا يشاركه في الاخذ ما لا يحل صيده وان يقتله جرحاً وان لا ياكل منه و خمسة في الصيدان لا يكون من الحشرات وان لا يكون عن نبات الماء الا السمك وان يمنع نفسه بجناحيه او قوائمه وان لا يكون متقوتاً بنابيه او بمخلبه و ان يموت بهذا قبل ان يصل الى ذبحه اهـ۔ قلت ومعنى قوله ان يموت اي حقيقة او حكماً بان لا يبقى فيه حياة فوق المذبح كما نص عليه في الدر و صححه المحشي۔

شکار پندرہ شرطوں کے ساتھ مباح ہے پانچ شرطیں شکار میں ہوں گی وہ یہ ہیں کہ (۱) شکار ذبح کا اہل ہو (۲) شکاری جانور اسی نے چھوڑا ہو (۳) اور اس کے اس فعل میں کوئی ایسا آدمی شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) جان بوجھ کر بسم اللہ ترک نہ کی ہو (۵) شکاری جانور چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی اور فعل میں مشغول نہ ہوا ہو۔ اور پانچ شرطیں کتے میں ہیں۔ (۱) کتا سیکھا ہوا ہو (۲) اور چھوڑنے کے بعد سیدھا شکار ہی کی طرف گیا ہو۔ (۳) شکار پکڑنے میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہوا ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) شکار کو زخمی کر کے قتل کرے (۵) اس سے کتا خود نہ کھائے۔ پانچ شرطیں شکار میں ہیں۔ (۱) حشرات الارض میں سے نہ ہو (۲) مچھلی کے علاوہ کوئی اور آبی جانور نہ ہو (۳) وہ جانور اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہو (۴) وہ جانور اپنے پنجے یا ڈاڑھ کے ساتھ غذا نہ حاصل کرتا ہو (۵) اور شکاری کے ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گیا ہو۔ میں نے کہا ہے قول اس کا کہ مر جائے یعنی حقیقتاً مر جائے یا حکماً یعنی اس میں اتنی ہی زندگی باقی ہو جتنی مذبوح جانور میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ در میں اس کی تصریح ہے محشی نے اسے ترجیح دی ہے۔

انہیں میں ہے:

شرط كون الذابح مسلماً حلالاً خارجاً الحرم ان كان صيداً فصيد الحرم لا تحله الذكاة مطلقاً (او کتابياً ولو مجنوناً) اھ در ملخصاً والمراد به المعتوه كما في العناية عن النهاية لان المجنون لا قصد له ولا نية لان التسمية شرط بالنص وهي بالقصد وصحة القصد بما ذكرنا يعني قوله اذا كان يعقل التسمية والذبيحة و يضبط اھ

شرط ہونے ذابح کی مسلم، غیر محرم، خارج حرم اگر ہو شکار۔ پس حرم کے شکار کا ذبح کرنا جائز نہیں مطلقاً (ذابح یا کتابی ہو اگرچہ مجنون ہو)۔ در ملخصاً۔ مجنون سے مراد ضعیف العقل ہے۔ جیسا کہ عنایہ میں ہے نہایہ

سے۔ کیونکہ مجنون کا تو قصد اور نیت ہی نہیں ہوتی۔ چونکہ بسم اللہ شرط  
ذبح ہے نص کے ساتھ اور وہ قصد کے ساتھ ہو سکتی ہے اور صحت قصد  
ساتھ اس کے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ یعنی قول اس کا جس وقت  
سمجھتا ہو بسم اللہ اور ذبح کو اور یاد رکھتا ہو۔

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے۔ اور اگر ہنوز مذبح  
سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے۔ اس کے دانت جسم میں پیوستہ ہو جانا وجہ ممانعت  
نہیں ہو سکتا۔ قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کیے نہ ہو گا اور زخمی  
جبھی ہو گا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر داخل ہوں اور یہ خیال کہ اس  
صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے، شکار کے بدن کو نجس کرے گا دو وجہ سے غلط ہے۔ اولاً  
شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔

ولذا فرق جمع من العلماء فی اخذہ طرف الشوب ملاطفا  
فینجس او غضبان فلا۔

اور اسی لئے علماء کی ایک جماعت نے فرق کیا بیچ پکڑنے کتے کے کنارہ  
کپڑے کا پیار سے اور غضب سے بصورت اول کپڑا نجس ہو گا۔ ثانی  
صورت میں پاک رہے گا۔

ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا، وہ کب پاک ہے جب اس سے  
طہارت حاصل ہوگی اس سے بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۶: ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صورت میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا  
گناہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا؟ اور نمازی کے آگے  
سے کس قدر دور تک گزر کرنا نہ چاہیے؟

الجواب: نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ نکلنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر یعنی جہاں سجدہ میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جما ہے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود ہے۔ اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز درمختار میں ہے۔

مرور مارفی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلة فی بیت مسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة۔

گزرنا گزرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں اس کے سجدہ کی جگہ سے بیچ اصح روایت کے یا گزرنا اس کا اس کے آگے سے قبلہ کی سمت والی دیوار تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کیونکہ وہ ایک جگہ کی طرح ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

قولہ بموضع سجودہ ای من موضع قدمہ الی موضع سجودہ کما فی الدرر وهذا مع القيود التي بعده انما هو للاثم والا فالفساد منتف مطلقا. قوله فی الاصح صححه التمرتاشی وصاحب البدائع واختاره فخر الاسلام ورجحه فی النہایة والفتح انه قدر ما يقع بصرہ علی الماء لوصلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجودہ اھ مختصرا۔

اس کا کہنا بموضع سجودہ یعنی اس کے قدموں کی جگہ سے لے کر سجدہ کی جگہ تک جیسا کہ درر میں ہے یہ اور اس کے بعد والی قیود صرف گزرنے والے کا گناہ ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ رہی نماز تو وہ مطلقاً فاسد نہیں ہوتی اس کا قول فی الاصح صحیح کما ہے اس کو تمرتاشی اور صاحب بدائع نے

اور پسند کیا اس کو فخر الاسلام نے اور ترجیح دی اس کو نہایہ اور فتح میں تحقیق اس کا اندازہ یہ ہے کہ جہاں تک اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑے۔ اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے یعنی اپنی نگاہ جائے سجدہ پر رکھنے والا ہو۔ مختصراً

منہ الخالق میں تجنیس سے ہے۔

الصحيح مقدار منتہی بصره وهو موضع سجوده قال ابونصر مقدار ما بين الصف الاول وبين مقام الامام وهذا عين الاول ولكن لعبارة اخرى اوفى ما قرانا على شيخنا منهاج الائمة رحمه الله تعالى ان يمر بحيث يقع بصره وهو يصلي صلوة الخاشعين وهذه العبارة اوضح۔

صحیح مقدار حد نگاہ اس کی اور وہ اس کی جائے سجدہ ہے۔ ابو نصر نے کہا ہے اس کی مقدار اتنی مسافت جتنی امام اور صف اول کے درمیان ہوتی ہے۔ اور یہ بعینہ پہلی بات ہے عبارت اور ہے۔ یا بیچ اس کے جو پڑھی ہم نے اپنے شیخ منهاج الائمہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ کہ گزرے جہاں کہ نمازی کی نگاہ پڑتی ہو جب کہ وہ خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو۔ یہ عبارت پہلی سے زیادہ واضح ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

فانظر كيف جعل الكل قولاً واحداً وإنما الاختلاف في العبارة لا في المعنى۔

پس دیکھ کس طرح کیا ہے اس نے تمام کو ایک قول اور اختلاف صرف عبارت میں ہے معنی میں نہیں ہے۔

نیز رد المحتار میں ہے۔

(قوله في بيت) ظاهره ولو كبر في القهستاني وينبغي ان يدخل فيه اي في حكم المسجد الصغير الدار والبيت۔

(اس کا یہ کہنا کہ گھر میں) اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ گھر اگرچہ بڑا ہو۔ قستانی

میں ہے اور لائق ہے کہ داخل ہوں چھوٹی مسجد میں حویلی اور گھر۔  
 رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ فاضل قسستانی نے لکھا کہ چھوٹی مسجد کہ چالیس  
 گز مکر سے کم ہو۔

فی رد المحتار مسجد صغیر ہوا قل من ستین ذرا عاوقیل من  
 اربعین وهو المختار کما اشار الیہ فی الجواہر۔

رد المختار میں ہے چھوٹی مسجد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو اور کہا گیا ہے

چالیس سے اور یہی مختار ہے جیسا کہ اشارہ کیا اس کی طرف جواہر میں۔

اقول یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہیے۔

لانه الایق بالمسوحات کما قال الامام قاضی خاں فی الماء  
 فہنا هو المتعین باولی۔

کیونکہ وہی زیادہ لائق ہے پیمائش کردہ چیزوں کے ساتھ جیسا کہ کہا ہے

قاضی خاں نے پانی کے بارہ میں۔ پس یہاں بطریق اولیٰ وہی متعین ہے۔

اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کھ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گره

اور دو تہائی گره ہے کما بیناہ فی بعض فتاونا تو اس گز سے چالیس گز مکر ہمارے

گز سے چوون (۵۴) گز سات گره اور گره کا نواں حصہ ہوا۔ کما لا یخفی علی

المحاسب۔ تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چوون (۵۴) گز سات گره مکر مسجد صغیر

ہوئی۔ اور ساڑھے چوون گز مکر مسجد کبیر۔ یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے ان

کا اتباع کیا۔

اقول مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا۔ عبارت جواہر الفتاویٰ

دربارہ دار ہے نہ دربارہ مسجد۔ مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط

ہے۔ جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے۔ باقی تمام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکر ہوں

مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔ کما بیناہ فی فتاونا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۶: ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں اور ایک شخص نے آکر کہا السلام علیکم۔ اس کے جواب میں انہوں نے جواب دیا۔ ”آداب عرض“ یا ”تسلیمات“ یا ”بندگی“ یا ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اٹھا دیا اور منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ پس فرض کفایہ اشخاص مذکورہ کے ذمہ سے اس صورت میں اٹھ گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نہ۔ اور سب گناہگار رہے۔ جب تک ان میں کوئی وعلیکم السلام یا وعلیک یا السلام علیکم نہ کہے۔ کہ الفاظ مذکورہ بندگی، آداب، تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں۔ اور صرف ہاتھ اٹھارینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیر سے ہے۔

لفظ السلام فی المواضع کلها السلام علیکم وبالتنویں و بدون ہذین کما یقول الجہال لایکون سلاما اھ اقول فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الا بالسلام اما وحده او بزیادة الرحمة والبرکات لقوله تعالیٰ اذا جیتتم بتحیة فحیوا باحسن منها اوردوها ومعلوم ان ما اختر عوامن الالفاظ او الاجتزاء بالایماء اما ان یکون تحیة او لا علی الشانی عدم براءة الذمة ظاہر لان المامور به التحیة وعلی الاول لیس عین السلام وهو ظاہر ولا احسن منه فان المختار لایمکن ان یکون احسن من الموارد فخرج عن کلا الوجهین وبقی الواجب الکفائی علی کل عین۔

سلام کا لفظ تمام مواضع میں السلام علیکم یا ساتھ تنوین کے اور ان دونوں کے علاوہ جیسے جاہل کہتے ہیں سلام نہ ہو گا۔ میں کہتا ہوں پس نہ ہو گا جواب کیونکہ جواب سلام کا یا تو اکیلے سلام کے ساتھ ہو گا یا ساتھ زیادتی رحمت اور برکات کے بوجہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اور جب سلام دیئے جاؤ تم ساتھ سلام کے پس سلام دو تم ساتھ اچھے سلام کے اس سے یا وہی لوٹا

دو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جو ان لوگوں نے اختراع کیے ہیں الفاظ ہوں یا اشارات یا تو یہ سلام ہوں گے یا نہ ہوں گے۔ بصورت ثانی بری الذمہ نہ ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ مامور بہ سلام ہے اور بصورت اول یہ اختراعات نہ تو عین سلام ہیں اور نہ اس سے اچھے کیونکہ مخترعات واردنی الشرع سے اچھے نہیں ہو سکتے پس دونوں وجہوں سے خارج ہو گیا اور واجب کفائی ہر ایک کے ذمہ میں باقی رہا۔

مرقاۃ شریف میں ہے۔

قد صح بالاحادیث المتواترة معنى ان السلام باللفظ سنة وجوابه واجب كذلك۔

احادیث متواترہ معنی کے ساتھ صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ سلام ساتھ لفظ کے سنت ہے اور جواب اس کا واجب ہے اسی طرح۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ليس منامن تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهو وولا بالنصارى فان تسليم اليهود الاشارة بالا صابع وتسلم النصارى الاشارة بالاكف رواه الترمذى عن عبد الله ابن عمر رضى الله تعالى عنهما وقال اسناده ضعيف۔ قال العلامة القارى لعل وجهه انه عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده وقد تقدم الخلاف فيه وان المعتمد ان سنده حسن لاسيما وقد اسنده السيوطى فى الجامع الصغير الى ابن عمرو فارتفع النزاع وزال الاشكال اهـ۔

ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنے۔ نہ یہود سے مشابہت پیدا کرو نہ نصاری سے کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ ہے اور نصاری کا سلام ہتھیلی سے اشارہ روایت کیا اس کو ترمذی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور کہا ہے اسناد اس کی ضعیف ہے۔ کہا ہے علامہ علی قاری نے شاید وجہ اس کی تحقیق وہ عمرو بن شعیب عن ابيه عن جده ہے اور تحقیق اس بارہ میں اختلاف پہلے گزر چکا ہے اور اس بارہ



میں قابل اعتماد بات یہ ہے کہ یہ سند حسن ہے۔ خصوصاً جب کہ سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث ابن عمرو کی سند سے بیان کی ہے۔ پس نزاع اٹھ گئی اور اشکال زائل ہو گیا اھ

اقول رحم الله مولانا القاری انما احاله الامام السيوطى على ت  
يعنى الترمذى فيضم يرتفع النزاع و يزول الاشكال ثم ليس  
تضعيف الترمذى لما ظن فان الجمهور ومنهم الترمذى على  
الاحتجاج بعمر بن شعيب و برواية عن ابيه عن جده بل الوجه  
انه من رواية ابن لهيعة انه يقول الترمذى حدثنا قتيبة ابن لهيعة عن  
عمر بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله تعالى  
عليه وسلم قال فذكره قال الترمذى هذا حديث اسناده ضعيف و  
روى ابن المبارك هذا الحديث عن ابن لهيعة فلم يرفعه اھ وقد قال  
فى كتاب النكاح باب ما جاء فى من يتزوج المرأة ثم يطلقها  
قبل ان يدخل بها لحديث رواه بعين السند هذا حديث لا يصح  
ابن لهيعة يضعف فى الحديث اھ مختصراً وكذا ضعفه فى غير  
هذا المحل فاليه يشير ههنا نعم الاظهر عندي ان حديث ابن  
لهيعة لا ينزل عن الحسن و قد صرح المنادى فى التيسيران  
حديثه حسن۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم کرے سیوطی نے تو اس حدیث  
کا حوالہ ت یعنی ترمذی دیا ہے۔ پس ضم کیا یہ ترفع النزاع و يزول  
الاشكال۔ پھر نہیں تضعیف ترمذی کی جیسا گمان کیا اس نے کیونکہ جمهور  
علماء جن میں ترمذی بھی شامل ہیں اس بات پر ہیں کہ عمرو بن شعيب عن  
ابيه عن جده تحقيق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احتجاج  
جائز ہے بلکہ وجہ ضعف یہ ہے وہ روایت ابن لهيعة سے ہے۔ ترمذی  
فرماتے ہیں ہیں حدیث بیان کی ہم سے قتيبة بن امية نے عن عمرو بن  
شعيب عن ابيه عن جده بے شک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پس ذکر کیا اس کو۔ کہا ہے ترمذی نے اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور روایت کیا ابن مبارک نے اس حدیث کو ابن لہیعہ سے پس اس کا رفع نہیں کیا اھ اور تحقیق کہا ہے کتاب النکاح میں باب اس کا جو آیا بیچ اس کے جو نکاح کرے عورت سے پھر طلاق دے اس کو پہلے اس کے کہ دخول کرے ساتھ اس کے واسطے حدیث کے جو عین اسی سند سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف کیا گیا ہے اور اسی طرح اسے کئی جگہوں پر اس کے علاوہ بھی ضعیف کیا ہے پس اسی کی طرف یہاں اشارہ کرتے ہیں۔ ہاں اظہر میرے نزدیک یہ ہے کہ ابن لہیعہ کی حدیث حسن سے کم درجہ نہیں اور مناوی نے تیسیر میں تصریح کی ہے اس کے حسن کے ساتھ۔

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو مضائقہ نہیں۔

اخرج الترمذی قال حدثنا سوید ثاعبداللہ بن المبارک ناعبد الحمید بھرام انه سمع شہرأبن خوشب یقول سمعت اسماء بنت یزید تحدث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرفی المسجد یوما و عصبۃ من النساء قعود فالوی بیدہ بالتسلیم و اشار عبدالحمید بیدہ هذا حدیث حسن الخ قال الامام النووی وهو محمول علی انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین اللفظ والاشارة و یدل علی هذا ان ابا داود روی هذا الحدیث و قال فی روایۃ فسلم علینا اھ قال العلامة القاری بعد نقلہ قلت علی تقدیر عدم تلفظہ علیہ الصلوۃ والسلام بالسلام لامخدر فیہ لانه ماشع السلام علی من مر علی جماعۃ من النسوان وان ما عنہ علیہ الصلوۃ والسلام مما تقدم من اسلام المصحح فهو من خصوصیاتہ علیہ الصلوۃ والسلام فلہ ان یسلم وان لا یسلم وان یشیر ولا یشیر علی انه قدیر ادب الاشارة مجرد التواضع من غیر قصد السلام الخ۔

حدیث بیان کی ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سوید نے ان سے عبد اللہ بن مبارک نے ان سے عبد الحمید بہرام نے تحقیق انہوں نے سنا شہر بن خوشب سے وہ فرماتے ہیں میں نے اسماء بنت یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن مسجد سے گزرے اور عورتوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا اور عبد الحمید نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ الخ۔ امام نووی نے کہا یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع کیا درمیان لفظ اور اشارہ کے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ ابو داؤد نے یہ حدیث روایت کی اس میں یہ بھی ہے پس سلام کیا جناب نبی علیہ السلام پر اھ۔ علامہ ملا علی قاری نے اس کے نقل کرنے کے بعد کہا ہے میں نے کہا ہے بر تقدیر عدم تلفظ بالسلام کے بھی کوئی اعتراض نہیں یونکہ عورتوں کی جماعت پر گزرنے والے پر عورتوں کا سلام کرنا مشروع ہی نہیں باقی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام کرنا۔ تو یہ جناب کے خصوصیات میں سے ہے پس آپ کو اختیار تھا کہ سلام کرتے یا نہ کرتے اشارہ کرتے یا نہ کرتے۔ علاوہ ازیں بعض دفعہ اشارہ سے ارادہ سلام کا نہیں ہوتا بلکہ محض تواضع مراد ہوتی ہے آخر تک۔

اقول مبنی کله علی انه لم یرد السلام ولا یظهر فرق بین ما ذکرنا ولا وما زاد فی العلاوة سوی انه ذکر فیہا للاشارة محملا وهو التواضع وهذه شاهدة الواقعة سیدتنا اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا شاهدة بانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان لم یحمل علی التلفظ لزم ان تكون نفس الاشارة تسلیما وهو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل علی الجمع تامل لعل لكلامه محملا لست احصه واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ وجل مجده اتم واحکم۔

میں کہتا ہوں اس تمام تقریر کا مدار اس بات پر ہے کہ سلام وارد نہیں ہوا اور ان کے پہلے بیان میں لفظ علاوہ کے بعد کے بیان میں کوئی خاص فرق نہیں سوائے اس کے کہ اس میں اشارہ کا ایک محل بیان کر دیا ہے یعنی تواضع اور اس واقعہ کی گواہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا گواہی دیتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کیا ہے۔ پس اگر اس کو تلفظ سلام پر حمل نہ کریں تو پھر اشارہ کو سلام ماننا پڑے گا۔ اور اشارہ کا سلام نہ ہونا شروع میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس واجب ہے حمل کرنا اس کا اوپر جمع بین الاشارہ و التلفظ کے۔ غور کر شاید ان کے کلام کا ایسا محل ہے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۲۹۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

بغالی خدمت امام اہل سنت مجدد دین و ملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا۔ بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گارہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں۔ کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گناہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب: ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گناہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے۔ اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کے گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا ان کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلا یا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ بناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا تو نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجائے لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔

كما قالوا في سائل قوي ذي مرة سوى ان الاخذ والمعطى  
اثمان لانهم لولم يعطوا لما فعلوا فكان العطاء هو الباعث  
لهم على الاسترسال في التكدى والسؤال وهذا كله ظاهر  
على من عرف القواعد الكريمة الشرعية وباللله التوفيق۔

• جیسے کہا ہے فقہاء نے اس سائل کے بارے میں جو طاقتور تندرست ہو کہ ایسا خیرات لینے والا اور ایسے کو دینے والا دونوں گناہگار ہیں۔ کیونکہ دینے والے اگر نہ دیں تو وہ بھی یہ گداگری کا مذموم کاروبار نہ کریں۔ پس ان کی عطا ان کی گداگری کا باعث بنی۔ اور یہ سب قواعد شرعیہ جاننے والے پر ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے توفیق۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص  
ذلك من اجورهم شيئا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم  
مثل اثم من تابعه لا ينقص ذلك من اثمهم شيئا۔

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلائے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔

رواہ الاثمة احمد و مسلم و الاربعة عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
 باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر و الخمر  
 والمعازف۔ حدیث صحیح جلیل متصل وقد اخرجہ ایضا  
 احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ والاہمعیلی و ابونعیم باسانید  
 صحیحة لامطعن فیہا و صححہ جماعة اخرون من الاثمة کما  
 قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع۔

ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے  
 عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔

بعض جمال بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحاح  
 مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل  
 نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور  
 متشابہ واجب ترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مسیح ہر طرح یہی واجب  
 العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے  
 اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی خست ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں۔ اپنے لئے  
 حرام کو حلال بنا لیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تمہت محبوبان خدا اکابر سلسلہ  
 عالیہ چشت قدست اسراہیم کے سردھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم  
 کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوب الہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رحمتہ

اللہ علیہ و عنہم و عنابہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں۔  
”مزامیر حرام است“

مولانا فخر الدین زراوی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے زمانہ مبارکہ میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ ”کشف القناع عن اصول السماع“ تحریر فرمایا۔ اس میں صاف ارشاد فرمادیا کہ:

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبری عن ہذہ  
التہمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من کمال  
صنعة اللہ تعالیٰ۔

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے  
بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت  
الہی سے خبر دیتے ہیں۔

لہ انصاف! اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہو گا یا آج کل کے مدعیان  
خامکار کی تہمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔  
سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد غلوی کرمانی مرید حضور پر نور شیخ العالم فرید الحق والدین  
گنج شکر و خلیفہ حضور سیدنا محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے  
ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ  
چند این چیز می باید تا سماع مباح می شود۔ مسمع و  
مستمع و مسموع آلہ سماع مسمع یعنی گوندنہ مرد تمام  
باشد کودک نباشد و عورت نباشد مستمع آنکہ می شنود  
ازیاد حق خالی نباشد و مسموع آنچه بگویند فحش و  
مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیرست چون چنگ و ریاب  
و مثل آن می باید کہ در میان نباشد این چنین سماع حلال  
ست۔

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ چند شرائط ہوں تو سماع مباح ہو گا۔ کچھ شرطیں سنانے والے میں کچھ سننے والے میں کچھ اس کلام میں جو سنائی جائے۔ کچھ آلہ سماع میں یعنی سنانے والا کامل مرد ہو چھوٹا لڑکانہ ہو اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یاد خدا سے غافل نہ ہو اور جو کلام پڑھی جائے فحش اور تمسخرانہ انداز کی نہ ہو۔ اور آلات سماع یعنی مزا میر جیسے سہارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہیے کہ ان چیزوں میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ اس طرح کا سماع حلال ہے۔

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور و سردار سلسلہ عالیہ چشت حضرت سلطان اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے؟  
نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے۔

”یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روزیا بعضے از درویشان آستانہ دار در مجمع کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند۔ فرمود نیکو نکرده اند آنچه نامشروع است ناپسندیده است۔ بعد ازاں یکے گفت چون این طائفہ ازاں مقام بیرون آمدند باپشان گفتند کہ شما چه کردید در آن مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید ایشان جواب دادند کہ ما چنان مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ اینجا مزامیر است یا نہ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود این جواب ہم چیز نیست این سخن درہمہ معصیتہا بیاید۔“

ایک آدمی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی کہ ان ایام میں بعض آستانہ دار درویشوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب اور دیگر مزامیر تھے رقص کیا۔ فرمایا انہوں نے اچھا کام نہیں کیا جو چیز شرع میں ناجائز ہے ناپسندیدہ ہے اس کے بعد ایک نے کہا۔ جب یہ جماعت



اس مقام سے باہر آئی لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ وہاں تو مزامیر تھے تم نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح سماع میں مستغرق تھے کہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں سلطان المشائخ نے فرمایا یہ جواب کچھ نہیں اس طرح تو تمام گناہوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔

مسلمانو! کیا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہیں اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی۔ کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پئے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبہ حال کے سبب ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جو رو ہے یا بیگانی اسی میں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرّمات در میان نباشد و دریں باب بسیار غلو کردتا بحدیکہ گفت اگر امام راسہو افتد مرد تسبیح اعلام کند وزن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آواز آن شنودن پس پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست زند کہ آن بلبومی مانند تا این غایت از ملاہی و امثال آن پریز آمدہ است۔ پس در سماع بطریق اولی کہ ازین بابت نباشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولی منع است اہ باختصار۔

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے منع کر رکھا ہے کہ مزامیر اور دیگر محرّمات در میان نہ ہوں اور اس بات میں آپ نے بہت مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ فرمایا اگر امام نماز میں بھول جائے مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرے اور عورت سبحان اللہ نہ کہے کیونکہ اس کو اپنی آواز سنانا نہ چاہیے۔ پس ایک ہاتھ ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ مارے کہ اس طرح یہ کھیل ہو گا۔ بلکہ ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے

جب یہاں تک کہ وہو و لعب کی چیزوں اور ان کی طرح چیزوں سے پرہیز آئی ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ منع ہیں۔

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت لہ انصاف کیسا ضبط بے ربط ہے۔ اللہ اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین الہ الخق آمین۔ بجاہم عندک آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی ہے۔ واللہ الہادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ  
بمجزن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۹: ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع ہتین اس مسئلہ میں کہ چومنا ناخنوں کا وقت لینے نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسے کہ اذان یا خطبہ میں جس وقت نام پاک آنحضرت کا آتا ہے چومتے ہیں از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔  
الجواب: اذان میں نام اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر ناخن چوم کر آنکھوں سے لگانے کو علماء نے مستحب فرمایا۔ ردالمحتار میں ہے۔

يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله و عند الثانية منها قرت عيني بك يا رسول الله ثم يقول اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين۔ فانه صلى الله تعالى عليه وسلم يكون قائد الہ الى الجنة۔ كذا في كنز العباد اه قهستاني ونحوه في الفتاوى الصوفيه۔

یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشہد ان محمد رسول اللہ نے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کے اور جب دوبارہ

سے قوت عینی بک یارسول اللہ یعنی میری آنکھ حضور سے ٹھنڈی ہوئی یارسول اللہ۔ پھر کہے اللہم متعنی بالسمع والبصر الہی مجھے شنوائی اور بینائی سے بہرہ مند فرما۔ اور یہ کہنا انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی رکاب اقدس میں اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قسستانی کا ہے اور اسی کے مانند فتاویٰ صوفیہ میں ہے۔

فقیر نے اس مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب ”منیر العین فی حکم تقبل الالبائین“ لکھی جس نے مانعین کے تمام شبہات بجمہ اللہ تعالیٰ رفع کیے اور علوم حدیث کے متعلق بکثرت افادے دیئے مگر خطبے میں نہ چاہیے کہ وہاں محض خاموشی کا حکم ہے۔ کما بینا فی فتاونا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چراغ جلانا مزارات اولیاء کرام پر اور روشنی کرنا بزرگان دین کی قبور پر جائز ہے یا نہیں؟ اور چادریں چڑھانا بزرگوں کی زیارتوں پر مع باجہ کے جیسا کہ آج کل فی زمانہ دستور ہے کہ ہر جمعرات کو چراغ جلاتے ہیں چادریں رنگین سبز سرخ مع باجہ کے لاتے اور چڑھاتے ہیں۔ اور جو اشیاء کہ شیرینی یا چاول وغیرہ لاتے ہیں ان کی قبروں پر رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں پس یہ از روئے قرآن و حدیث درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اقول وباللہ التوفیق اصل یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات اور جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو عبث ہے۔ اور عبث خود مکروہ ہے۔ اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

المُسْرِفِينَ۔ اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوب شارع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من استطاع منكم ان ينفع احاه فلينفعه۔ (رواہ مسلم عن جابر) تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔

اور عظمت دینی کی تعظیم قطعاً مطلوب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔  
وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝  
و قال اللہ تعالیٰ۔

جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔  
وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ۔  
جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اس کے رب کے پاس۔

اور قبور اولیائے کرام و عباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق ادب و تکریم ہیں و لهذا ان پر بیٹھنا ممنوع، چلنا ممنوع، پاؤں رکھنا ممنوع، یہاں تک کہ ان سے تکیہ لگانا ممنوع۔ امام احمد و حاکم طبرانی مسند متدرک کبیر میں عمارہ بن خرم سے بسند حسن راوی دانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔ فرمایا او قبر والے! قبر پر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔ امام احمد کی روایت یوں ہے۔

لان امشی علی جمرة اوسیف او اخصف نعلی بر جلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔ رواہ ابن ماجه عن عتبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند جید۔  
یہ کہ میں آگ یا تلوار پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔

یہ پانچ اصول شرعیہ ہیں۔ مسائل مسئلہ کی صورت مختلفہ کے احکام انہیں اصول پر مبنی ہیں۔ قبر پر چراغ جلانے سے اگر اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقاً ممنوع ہے اور اولیائے کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی و گستاخی اور حق میت میں تصرف و دست اندازی ہے۔ قینہ وغیرہ میں امام علا ترجمانی سے ہے۔ یاثم بوط القبور لان سقف القبر حق المیت۔ حدیث والمتخذین علیہا المساجد والسرج۔ کی حقیقت یہی ہے۔ علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خاص قبر پر ہو۔ ولہذا کنارہ قبر میں مسجد بنانا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ مزار بندہ صالح سے تبرک مقصود ہو تو محمود ہے مجمع بحار الانوار میں ہے۔

من اتخذ مسجداً فی جوار صالح او صلی فی مقبرة فاصدا بہ الاستظہار بروحہ او وصول اثر من اثار او تہ الیہ لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ الا یری ان مرقد اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحجر المسجد الحرام والصلوٰۃ فیہ افضل۔

یعنی جو کسی نیک بندے کے قریب مزار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں اس ارادہ سے نماز پڑھے کہ میت کی روح سے استمداد کرے یا اپنی عبادت کا اثر برکات اس تک پہنچانا چاہے نہ یہ کہ نماز میں اس کی طرف منہ کرے یا نماز سے اس کی تعظیم کا قصد رکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک خود مسجد الحرام شریف میں حطیم مبارک ہے پھر اس میں نماز تمام مساجد سے افضل ہے۔

یہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیث مذکور کی صحت مان لی جائے۔ والا ففیہ باذام ضعیف وان حسنہ الترمذی فقد عرف رحمہ اللہ تعالیٰ بالتساہل فیہ کما بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث۔

اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے بیٹھا ہے نہ وہ قبر سرراہ واقع ہے نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔

غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہو اسراف ہو اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھہرا۔ خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ یہ جاہلانہ زعم ہو کہ میت کو اس چراغ سے روشنی پہنچے گی ورنہ اندھیرے میں رہے گا۔ کہ اب اسراف کے ساتھ اعتقاد بھی فاسد ہوا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر وہاں مسجد ہے یا تالیان قرآن یا ذاکران رحمن کے لئے روشن کریں یا قبر سرراہ ہو اور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام و ایصالِ ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے روشنی سے نگاہ عوام میں اس کا ادب و جلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ بحکم چار اصول باقیہ مذکورہ مستحب و مندوب ہے۔ بشرطیکہ حد افراط پر نہ ہو۔ مجمع البہار میں ہے۔

ان کان ثم مسجد او غیرہ ینتفع فیہ للتلاوة والذکر فلا باس  
بالسراج فیہ۔

اگر وہاں مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے نفع ہوتا ہو  
تلاوت اور ذکر کے لئے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔  
هذا کله اذا خلا من فائده واما اذا کان موضع القبور مسجدا  
او علی طریق او کان هناک احد جالس او کان قبر ولی من  
الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحہ المشرقة علی  
تراب جسده کاشراق الشمس علی الارض اعلاماً للناس انه  
ولی لیتبرکوا به یدعوا للہ تعالیٰ عنده فیستجاب لهم فهو  
امر جائز لا يمنع منه والاعمال بالنیات۔

یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے  
کہ نفع سے بالکل خالی ہو ورنہ اگر موضع قبور میں مسجد ہو یا قبر راہ گذر پر  
ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اس کی روح  
مبارک اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے جیسے آفتاب

زمین پر اس کی تعظیم کے لئے شمعیں روشن کیں تاکہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ عز و جل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز بات ہے جس سے اصلاً ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ طوابع النور فی حکم السرج علی القبور میں اس مسئلہ اللہ کو روشن تر لکھا وباللہ التوفیق۔ انہیں اصول سے مزارات اولیائے کرام پر چادر ڈالنے کا بھی جواز ثابت ہے۔ عوام میں قبور عامہ مسلمین کی حرمت باقی نہ رہی۔ آنکھوں دیکھا ہے کہ بے تکلف ناپاک جوتے پننے قبور مسلمین پر دوڑے پھرتے ہیں اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کسی عزیز کی خاک عزیز زریا ہے۔ یا کبھی ہمیں بھی یونہی خاک میں سونا ہے۔ اور بارہا دیکھا کہ جہاں قبروں میں بیٹھ کر جوا کھیلتے، فحش بکتے، قمقمے لگاتے ہیں۔ اور بعض کی یہ جرات کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فاناللہ وانا الیہ راجعون ○

لہذا درد مندان دین نے ادھر مزارات اولیائے کرام کو ان جراتوں سے محفوظ رکھنے ادھر جاہلوں کو ان کے ساتھ گستاخی کی آفت عظیم سے بچانے کے لئے مصلحت و حاجت شرعیہ سمجھی کہ مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں تاکہ عوام کی نظر میں ہیبت و عظمت پیدا ہو اور بے باکانہ برتاؤ کر کے ہلاکت میں پڑنے سے باز رہیں۔ اس سے کم حاجت کے باعث علماء نے مصحف شریف کو سونے وغیرہ سے مزین کرنا مستحسن سمجھا ہے کہ ظاہر بین اسی ظاہری زینت سے جھکتے ہیں اور غور کیجئے تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے تو یہاں کہ نہ فقط قلت تعظیم بلکہ معاذ اللہ ان شدید بے حرمتیوں کا اندیشہ تھا۔ چادر ڈالنے روشنی کرنے امتیاز دینے قلوب عوام میں وقعت لانے کی سخت حاجت ہوئی۔ اب اس سے منع کرنے والے یا تو سخت کج فہم و جاہل اور حالت زمانہ سے زرے غافل ہیں یا وہی بے ادب محروم ہیں جن کے قلوب میں عظمت اولیاء سے خار ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ مذکورہ میں ان مسائل کو آیت کریمہ ذَلِکَ اَدْنٰی اَنْ یَّعْرِفْنَ فَلَا یُؤَدِّیْنَ سے استنباط کیا ہے ولله الحمد۔

سیدی علامہ محمد ابن عابدین شامی *تتبیح الفتاویٰ الحامدیہ* میں کشف النور عن اصحاب القبور تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ و نفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں۔

لکن نحن الان نقول ان كان القصد بذلك التعظيم في اعين العامة حتى لا يحتقر واصحاب هذا القبر الذي وضعت عليه الشيايب والعمائم لجلب الخشوع والادب ولقلوب الغافلين الزائرين لان قلوبهم تافرة عند الحضور في التادب بين يدي اولياء الله تعالى المدفونين في تلك القبور كما ذكرنا من حضور روحانيتهم المباركة عند قبورهم فهو امر جائز لا ينبغي النهي عنه لان الاعمال بالنيات ولكل امرى مانوى۔

لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہو تاکہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں اور تاکہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع و ادب آئے کہ مزارات اولیاء کے حضور حاضری میں ان کے دل ادب کے لئے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے جس سے ممانعت نہ چاہیے اس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔

چادروں کے سبز و سرخ ہونے میں بھی حرج نہیں بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں البتہ باجے ناجائز ہیں۔ اور جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو 'خدام' مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہو گیا۔



فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسا ہی منع ہے جیسا چراغ پر رکھ کر جلانا۔ اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۶:۲۱ جمادی الاول شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں۔ تاج الدین، محی الدین، نظام الدین، علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، محمد یاسین، محمد طہ، غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی، ہدایت علی۔

پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے شمار درودیں۔ یہ الفاظ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں افضل صلوات اللہ و اجل تسلیمات اللہ علیہ وعلیٰ الہ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقتاً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلم ورنہ خالص کفر ہوتا۔ مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ بھی یقیناً حرام مخطور ہے اور یہ زعم کہ اعلام میں معنی اول ملحوظ نہیں ہوتے نہ شرعاً مسلم نہ عرفاً مقبول۔

معنی اول مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے۔ احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنی اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرمادئیے۔ جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح۔ بدل دیتے۔

سنن ابوداؤد میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاصی و عزیز و عتد و شیطان و حکم و عراب و جاب و شہاب نام تبدیل فرمادئیے۔ قال ترکت اسانیدھا للاختصار

احرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا۔ رواہ عن اسامة بن اخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا۔ رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا۔

لا تزکوا انفسکم اللہ اعلم باہل البرمنکم۔ رواہ مسلم عن  
زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ۔ خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکو کار کون  
ہے۔

(برہ کے معنی تھے زن نیکو کار۔ اسے خود ستائی بتا کر تبدیل فرمایا) اور ارشاد فرماتے ہیں صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

انکم تدعون یوم القیمة باسمائکم واسماء ابائکم فاحسنوا  
اسماءکم رواہ احمد و ابوداؤد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ  
عنه بسند جید۔

بے شک تم روز قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤ  
گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔

اگر اصلی معنی بالکل ساقط نظر ہیں تو فلا نام اچھا فلاں برا ہونے کے کیا معنی اور تبدیل کی  
کیا وجہ اور خود ستائی کہاں مسمیٰ پر دلالت کرنے میں سب یکساں۔ معذرا انہیں لوگوں سے پوچھ  
دیکھیے کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون، رافضی، خبیث، خوک وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز  
نہیں۔ تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس منہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی  
کہتے کہلواتے ہیں کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ، خاتم النبیین یا سید المرسلین نام  
رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا۔ پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہو گیا؟ یہاں تک کہ بعض  
خدا نارسوں کا نام نبی اللہ بنا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ کیا  
رسالت و ختم نبوت کا ادعا حرام ہے اور نری نبوت کا حلال؟ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے  
ناموں کو تبدیل کر دیں۔

ہنج پسند دخرد جان فروز  
تاج شے برسرک کفش دوز

عجب نہیں کہ ایسی علیل تاویل، ذلیل تخیل والے شدہ شدہ اللہ یا رب العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے۔ اگر جان ایک کلمہ جداگانہ بنظر محبت زیادہ کیا ہوا جائیں جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہوا۔ اور اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبی تو یہ تزکیہ و خود ستائی میں برہ سے ہزار درجہ زائد ہوا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا یہ کیونکر پسند ہو سکتا ہے؟ یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں۔ ایک ہ بڑھانے میں گناہ سے ہنج جائے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائے گا۔ محمد نبیہ، احمد نبیہ، نبیہ احمد۔ نبیہ جان کہا اور لکھا کیجئے۔ نبیہ معنی بیدار و ہوشیار ہے۔

یونہی یسین و طہ نام رکھنا منع ہے کہ وہ اسمائے الہیہ و اسمائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں۔ کیا عجب کہ ان کے معنی وہ ہوں جو غیر خدا و رسول میں صادق نہ آسکیں، تو ان سے احتراز لازم۔ جس طرح نام معلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک و ضلال پر مشتمل ہو۔ امام ابو بکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔

روی اثنہب عن مالک لا یتسمی احد یسین لانہ اسم اللہ  
تعالیٰ وھو کلام بدیع وذلک ان العبد یجوزلہ ان یسمی باسم  
الرب اذا کان فیہ معنی منہ کعالم وقادر وانما منع مالک من  
التسمیۃ بہذا الاسم لانہ من الاسماء التی لا یدری مامعناھا  
فریما کان ذلک معنی ینفرد بہ الرب تعالیٰ فلا ینبغی ان  
یقدم علیہ من لا یعرف لما فیہ من الخطرفا قتضی النظر  
المنع منہ۔

اشب نے مالک سے روایت کیا کوئی ایک یسین نام نہ رکھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور وہ بدیع کلام ہے۔ اور یہ بات یوں ہے کہ بندہ کے

لئے جائز ہے کہ نام رکھے ساتھ نام رب تعالیٰ کے جب کہ اس میں سے معنی اس کے اندر پائے جائیں۔ جیسے عالم قادر۔ اور مالک نے اس نام سے منع اس لئے کیا ہے کہ یہ ایسے ناموں سے ہے جن کے معانی معلوم نہیں ہیں۔ غالباً اس کا معنی ایسا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔ پس جسے پہچانتا نہ ہو اس کو اس پر اقدام نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ اس میں خطرہ ہے پس اس کے نظری ہونے کا تقاضا منع ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفقائے امام قاضی عیاض میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں۔ وهو کلام نفیس فقیر نے اس کے ہامش پر لکھا ہے۔  
قد کان ظہر لی المنع عنہ لعین هذا المعنی لکن نظرا الی  
انہ اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا ندری معناه  
فلعل له معنی لا یصح فی غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم الخ ولعل هذا اولی وما تقدم لان کونه اسم النبی صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اظہر و اشهر فلا یكون له معنی  
ینفرد به الرب عز وجل واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعینہ یہی حال اسم طہ کا ہے۔ والبیان البیان والدلیل الدلیل۔ لفظ پاک محمد ان میں شامل کر دینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا۔ کہ یسین و طہ اب بھی نام معلوم المعنی ہی رہے اگر وہ معنی مخصوص بذات اقدس ہوئے تو محمد ملانا ایسا ہو گا کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا۔ یہ کب حلال ہو سکتا ہے؟ و هذا کلمہ ظاہر جدا۔

یونہی غفور الدین بھی سخت نتیج و شنیع ہے۔ غفور کے معنی مٹانے والا چھپانے والا۔ اللہ عز و جل غفور ذنوب ہے۔ یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا، عیوب چھپاتا ہے۔ تو غفور الدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا۔ یہ ایسا ہوا جیسے شیطان نام رکھا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما دیا۔ ہاں دین پوش، تقیہ کوش۔ یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھا۔ بہر حال شدید شاعت پر مشتمل ہے۔ اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تغیر فرمایا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلاطبت و عقائد پر۔

والعیاذ باللہ رب العلمین۔ حدیث میں ہے الفال موکل بالمنطق بعض برے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا کما ارشد الیہ غیر ما حدیث ملا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں۔

ان الاسماء تنزل من السماء۔

نام آسمان سے اترتے ہیں۔

یعنی غالباً اسم و مسمی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے۔ اہل تجربہ نے کہا ہے۔

مزن فال بد کا ردر و حال بد

اللہم احفظنا وارحمنا۔ فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کو سخت برا اثر پڑتے دیکھا ہے۔ بھلے چنگے سنی صورت کو آخر عمر میں دین پوش 'ناحق' کوش ہوتے پایا ہے۔

نسال اللہ العفو والعافیۃ۔ اللہم یا قدیر یا رحمن یا رحیم یا عزیز یا غفور صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد والہ و صحبہ و ثبتنا علی دینک الحق الذی ارتضیتہ لانبیائک و رسلک و ملائکتک حتی نلقاک بہ سو عافنا من البلاء والبلوی والفتن ظہر منها وما بطن وصل وسلم وبارک علی سیدنا محمد والہ اجمعین و ارحم عجزنا وفاقتنا بہم یا ارحم الراحمین امین۔ والصلوۃ والسلام علی الشفیع الکریم والہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔ امین۔

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسب رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے کہتے اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں۔ اگر کوئی خالی ان کا نام بے نام اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسے برے معنی کے ساتھ اس نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات و تہ عطا فرماتے ہیں جسے ایمان و ادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں

وللہ الحمد۔

اسی بنا پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسن، کلب حسین، غلام علی، غلام حسن، غلام حسین، غلام جیلانی و امثال ذلک اسماء کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے۔ اللہم ارزقنا حسن الادب و نجانا من مورثات الغضب، امین۔

نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، بدر الدین، نور الدین، فخر الدین، شمس الاسلام، محی الاسلام، بدر الاسلام وغیر ذلک۔ سب کو علمائے کرام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ و ممنوع رکھا۔ اکابر دین قدست اسرار ہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقامات رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے تو صیفاً انہیں ان لقبوں سے یاد کیا۔ جیسے شمس الائمہ حلوانی، فخر الاسلام بزودی، تاج الشریعہ، صدر الشریعہ۔ یونہی محی الحق والدین حضور پر نور سیدنا غوث اعظم۔ معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز۔ وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری۔ شہاب الحق والدین عمر سہروردی۔ بہاؤ الحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار کاکی۔ شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود۔ نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوب الہی۔ محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہم۔ رحمۃ اللہ علیہ و نفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والدین۔

حضور نور النور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا لقب پاک محی الدین خود روحانیت اسلام نے رکھا۔ جس کی روایت معروف و مشہور اور بیحد الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ و علماء میں مذکور۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے لاتزکوا انفسکم۔ فصول علای میں ہے لایسمیہ بما فیہ تزکیۃ۔ رد المحتار میں ہے۔

یوخذ من قوله ولا بما فیہ تزکیۃ المنع عن نحو محی الدین و شمس الدین مع ما فیہ من الکذب والفساد بعض المالکیۃ فی المنع منه مولفاً و صرح بہ القرطبی فی شرح الاسماء الحسنی و انشد بعضهم فقال۔ (۱) اوی الدین یتحیی من اللہ ان یری و هذا الہ فخر و ذاک نصیر (۲) فقد کثرت فی الدین القاب عصبت ہم مافی مراعی المنکرات حمیر (۳) و انی

اجل الدین عن عزه بهم واعلم ان الذنب فيه كبير- ونقل عن الامام النووی انه كان يكره من لقبه بمحى الدين ويقول لا اجعل من دعانى به فى حل ومال الى ذلك العارف بالله تعالى الشيخ سنان فى كتابه تبیین المحارم و اقام الطامة الكبرى على المتین بمثل ذلك و انه من التزكية المنهى عنها فى القرآن ومن الكذب قال ونظيره ما يقال للمدرسين بالترکی افندی وسلطانم و نحوه- ثم قال فان قيل هذه مجازات صارت كالا علام فخرجت عن التزكية فى الجواب ان هذا يردده ما يشاهد من انه اذا نودى باسمه العلم وجد على من ناداه به فعلم ان التزكية باقية الخ-

مصنف کے قول لا بما فیہ تزکیة سے معلوم ہوتا ہے منع مثل محی الدین و شمس الدین کے۔ علاوہ ازیں اس میں جھوٹ بھی ہے اور بعض مالکی علماء نے ایسے ناموں کے منع میں ایک کتاب لکھی ہے اور قرطبی نے اس کی تصریح کی ہے شرح اسماء حسنی میں اور بعض نے اس بارہ میں کچھ اشعار لکھے ہیں۔ پس کہا ہے ”میں دیکھتا ہوں دین کو کہ حیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے جو دکھایا جائے۔ حالانکہ یہ اس کے لئے فخر ہے اور یہ اسی کے لئے نصیر یعنی مددگار ہے۔ تحقیق بہت ہوئے دین میں القاب اس کے مددگاروں کے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو برائیوں کی رعایت میں گدھے ہیں۔ اور تحقیق دین کی موت ان جیسے لوگوں کے ساتھ اس کی عزت میں ہے اور جان لے لے کہ اس میں گناہ بڑا ہے۔ اور امام نوویؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ محی الدین کے ساتھ اپنے لقب ہونے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس لقب کے ساتھ پکارے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا اور اسی کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان اپنی کتاب تبیین المحارم اور اقام الطامة الكبرى علی متین میں مثل اس کے اور یہ کہ تحقیق

یہ وہ تزکیہ ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور جھوٹ سے ہے اور کہا مثل اس کے کہ وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں آفندی و سلطانم اور اس کی مثل پھر کہا پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو اعلام کی طرح ہو گئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے پس جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص کو ان کے اسماء اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر غصہ کریں گے۔ پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لئے باقی ہے۔ الخ

سترہ نام کہ سائل نے پوچھے ان میں سے یہی دس ناجائز و ممنوع ہیں۔ باقی سات میں حرج نہیں۔ علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر ہے کہ اصل نام علی و محمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ اور حدیث سے ثابت کہ محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جب کہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تسموا باسماء الانبياء۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد و ابوداؤد النسائی عن ابی وهب الجثمی وله تتمہ والبخاری فی التاريخ بلفظ سموا عن عبد اللہ بن جراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وله تتمہ اخری۔

اور محمد و احمد ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں۔

حدیث ۱: صحیحین مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت انس۔

حدیث ۲: صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر۔

حدیث ۳: معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث ۴: ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبد اللہ بن بکیر حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔



من ولد له مولود فسماه محمداً  
حبالی و تبرکاً باسمی کان هو و  
مولودہ فی الجنة۔  
جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے  
نام پاک سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ  
اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملتہ والدین سیوطی فرماتے ہیں۔

هذا امثل حدیث ورد فی هذا الباب و اسنادہ حسن۔ و نازعہ  
تلمیذہ الشامی بما رده العلامة الزرقانی فراجعہ۔

جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند  
حسن ہے۔

حدیث ۵: حافظ ابو طاہر سلفی و حافظ بن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور  
کھڑے کیے جائیں گے۔ حکم ہو گا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے الہی! ہم کس عمل  
پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا۔

ادخلا الجنة فانی الیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ  
احمد ولا محمد۔

جنت میں جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ  
دوزخ میں نہ جائے گا۔

یعنی جب کہ مومن ہو۔ اور مومن عرف قرآن و حدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو  
سنی صحیح العقیدہ ہو کما نص علیہ الاتمة فی التوضیح وغیرہ ورنہ بد مذہبوں کے لیے  
تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بد مذہب اگر  
حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و  
طالب ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں  
ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی و ابن ماجہ و بیہقی و ابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابو امامہ و حذیفہ  
و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں۔ تو  
محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گاہوں کے لیے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید

احمد خاں کی طرح کفار جس کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔  
حدیث ۶: ابو نعیم حلیتہ الاولیاء میں حضرت نبط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ و عزتی و جلالی  
لا عذبت احداتسمی باسمک فی النار۔  
رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنے عزت و  
جلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہو گا اسے  
دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔

حدیث ۷: حافظ ابن بکیر امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث ۸: دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولیٰ علی فرماتے ہیں۔  
حدیث ۹: ابن عدی کمال اور ابو سعید نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما اطعم طعام علی مائدۃ ولا  
جلس علیہا و فیہا اسمی الا  
وقد سوا کل یوم مرتین۔  
جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان  
میں کوئی محمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دو بار مقدس  
کیے جائیں۔

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دو بار اس مکان میں  
رحمت الہی کا نزول ہو۔ ولہذا حدیث امیر المؤمنین کے لفظ یہ ہیں۔

ما من مائدۃ وضعت فحضر علیہا من اسمہ احمد او محمدا  
لا قدس اللہ ذلک المنزل کل یوم مرتین۔

حدیث ۱۰: ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسل راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم فرماتے ہیں۔

ما ضرا حدکم لو کان فی بیتہ محمد و محمدان و ثلاثہ۔  
تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد  
ہوں۔

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقہ میں صرف محمد نام رکھا۔ پھر

نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لئے عرف جدا مقرر کیے۔ بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے یہاں پانچ محمد اب موجود ہیں۔ سلمہم اللہ تعالیٰ وعافاہم والی مدارج الکمال رقاہم۔ اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے۔ جعلہم اللہ لنا اجرا و ذخرا و فرطا برحمتہ و بعرۃ اسمہ محمد عندہ امین۔

حدیث ۱۱: طرائفی و ابن الجوزی امیر المؤمنین مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبغی سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما اجتمع قوم قط فی مشورۃ و فیہم رجل اسد محمد لم یدخلوہ فی مشورتہم الا لم یبارک لہم فیہ۔

جب کوئی قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہوں اور ان میں کوئی شخص محمد نام ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لئے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔

حدیث ۱۲: طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من ولد لہ ثلاثۃ اولاد فلم یسم احدا منہم محمد فقد جہل۔ اس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

حدیث ۱۳: حاکم و خطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا سمیتم الولد محمد افاکرموہ و اوسعوالہ فی المجلس ولا تقبحوالہ وجہا۔ جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ نشاؤ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو۔ یا اس پر برائی نہ کرو۔

حدیث ۱۴: بزار مسند میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا سمیتم محمد فلا تضربوہ ولا جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ

تحریموہ۔

محروم کرو۔

حدیث ۱۵: فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابو شعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاد، امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کی ہے۔

من اراد ان یکون حمل زوجة ذکر افلیضع یدہ علی بطنہا و یقل ان کان ذکر افقد سمیتہ محمد افانہ یکون ذکر۔

جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے ان کان ذکر افقد سمیتہ محمد اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہو گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ماکان فی اہل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ۔ ذکرہ المینادی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح المواہب۔

بہتر یہی ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے۔ اس کے ساتھ جان و غیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام جن میں اسمائے محبوبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام سے ہو سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں ان ناموں پر ایک فتویٰ قدرے مفصل لکھا اور قرآن و حدیث اور خود پیشوایان و بابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُزُومٌ مِّمَّنْهُمْ۔

ان پر ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یقولن احدکم عبدی کلکم عبیداللہ ولکن لیقل غلامی  
 هذا مختصر رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ

ہرگز تم میں کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ۔ تم سب خدا  
 کے بندے ہو۔ ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن و حدیث میں بھرے ہوتے ہیں۔  
 خدا و رسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں۔ والعیاذ باللہ رب  
 العلمین مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الہیہ جل و علا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے۔  
 اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا کہ غلام کے معنی حقیقی پر ہیں۔ ولہذا عبید کو شفقتاً عربی میں غلام اردو  
 میں چھو کر کہتے ہیں۔ سیدی غلامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں  
 زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں۔

اولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتائی امرعاة لجانب  
 الادب فی حق اللہ تعالیٰ لانہ یقال عبداللہ وامة اللہ ولا یقال  
 غلام اللہ وجاریۃ اللہ ولا فتی اللہ ولا فتاة اللہ باحتصار۔

سبحان اللہ! یہ عجب شرک ہے جو خود حضرت عزت کے لئے روا نہیں، بلکہ اس کے غیر ہی  
 کے لئے خاص ہے۔ مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبان خدا کا نام ذرا اعزاز و تکریم کی  
 نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلا لیا۔ پھر چاہے وہ بات خدا کے لئے خاص ہونا درکنار خدا کے  
 لئے جائز بلکہ متصور ہی نہ ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر  
 شامیانہ کھڑا کرنا مور چھل بھلنا شرک بتا دیا اور اسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی  
 تعظیم کے لئے خاص کی ہیں گنا دیا۔ یعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے کہ میری ہی قبر پر شامیانہ  
 کھڑا کرنا میری ہی قبر پر مور چھل بھلنا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔  
 آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نے پیشوا صدیق حسن خان قنوی ہسپانی  
 آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ہیں۔

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم

خدا کی شان! غلام محمد، غلام علی، غلام حسن، غلام غوث تو معاذ اللہ شرک و حرام اور غلام

آفتاب ہونا یوں جائز و بے ملام۔ حالانکہ ترجمہ کیجئے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبد شمس، ہندی میں کفار ہنود کا نام سورج واس۔ زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ وہابیہ خذلم اللہ تعالیٰ کہ محبوبان خدا کے نام سے جلتے ہیں آج تک ان کے کبرانے بھی اس میں کلام نہ کیا۔ البتہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد اول طبع اول ص ۲۶۴ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھہرایا تھا، آخر میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اس کا خلاصہ عبارت یہ ہے۔

استفتاء:

کسے نام خود ہدایت علی می داشت بایہام اسمائے شرکیہ تبدیل نمود و ہدایت العلی نہاد۔ شخصے برآں معترض شد کہ لفظ ہدایت مشترک است بین معینین ارادۃ الطریق و ایصال الی المطلوب و ہکذا لفظ علی بغیر الف و لام مشترک است بین اسمائے الہیہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجیب گفت درین صورت تائید من ست۔ چہ ہر گاہ لفظ ہدایت و علی مشترک شد بین معینین پس چہار احتمال می شود یکے ازاں از ہدایت معنی اول و از علی اللہ جل شانہ۔ دوم از ہدایت معنی ثانی و از علی اللہ جل جلالہ۔ سوم از ہدایت معنی اول و از علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ چہارم از ہدایت معنی ثانی و از علی حضرت علی پس سہ احتمال اول خالی از ممانعت شرعیہ ہستند۔ البتہ رابع خالی از ممنوعیت نیست چہ در جملہ اسمائے شرکیہ مفہوم می شود۔ پس ہر اسم کہ دائرہ شود بین اسمائے شرکیہ و عدمہ احتراز ازاں لابدی ست بلکہ واجب و اگر کسے ہر اسم

متنازع فیہ قیاس نمودہ بر عبداللہ شرک ثابت کند یا  
یا علی گفتن ممانعت نماید قیاس او صحیح ست یا نہ  
بینوا توجروا۔  
هوالمصوب۔

کسی شخص کا نام ہدایت علی تھا۔ بوجہ وہم اسماء شرکیہ کے نام تبدیل کیا  
اور ہدایت العلی رکھ لیا۔ ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ  
ہدایت مشترک درمیان دو معنوں کے ہے۔ ایک معنی ہے راہ دکھانا اور  
دوسرا معنی ہے مطلوب تک پہنچانا۔ اور اسی طرح لفظ علی بغیر الف لام کے  
مشترک ہے۔ درمیان اسماء الہیہ کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے۔  
مجیب نے کہا اس صورت میں میری تائید ہے کیونکہ جب لفظ ہدایت اور  
علی دو معنوں میں مشترک ہوئے پس چار احتمالات بنتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ  
ہدایت سے مراد معنی اول ہو اور علی سے اللہ جل شانہ دوسرا یہ کہ  
ہدایت سے مراد معنی ثانی اور علی سے مراد اللہ جل شانہ۔ تیسرا یہ کہ  
ہدایت سے مراد معنی اول اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔  
چوتھا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول اور علی سے مراد حضرت علی کرم  
اللہ وجہہ پس پہلے تین احتمالات ممانعت شرعیہ سے خالی ہیں۔ البتہ چوتھا  
احتمال ممنوعیت سے خالی نہیں کیونکہ یہ اسماء شرکیہ کے زمرہ سے معلوم  
ہوتا ہے۔ پس جو اسم دائر ہو درمیان شرکیہ اور غیر شرکیہ میں اس سے  
بچنا ضروری ہے۔ بلکہ واجب ہے۔ اگر کوئی آدمی اسم متنازع فیہ پر قیاس  
کرتا ہوا عبداللہ پر شرک ثابت کرے یا علی کہنے سے روکے تو کیا اس کا  
قیاس صحیح ہے یا نہ؟ بیان کرو اجر دیئے جاؤ گے۔ وہی ہے سیدھی راہ  
دکھانے والا۔

لفظ علی کہ از اسمائے الہیہ ست الف لام براں زائد می شود  
برائے تعظیم چنانچہ درالفضل والنعمان وغیرہ بر لفظ علی

کہ از اسمائے مرتضیٰ ست لام داخل نمی شود۔ بناء علیہ  
 ہدایت العلیٰ اولیٰ ست از ہدایت علیٰ چہ در اولیٰ اشتباہ  
 اضافت ہدایت سورنہ علیٰ مرتضیٰ بیست و در صورت ثانیہ  
 بسبب اشتراک لفظ ہدایت بحسب استعمال و اشتراک  
 لفظ علیٰ اشتباہ امر ممنوع موجود و در اسامی از ہمچو اسم  
 کہ ایہام مضمون غیر مشروع سازد احتراز لازم۔ بہمیں سبب  
 علماء از تسمیہ عبدالنبیٰ وغیرہ منع ساختہ اندو اما  
 در عبداللہ وغیرہ پس ایہام از امر غیر مشروع نیست۔ و  
 ہمچنین دریا علیٰ ہر گاہ مقصود ندائے پروردگار باشد نزاعی  
 نیست۔ حررہ ابوالحسنات عبدالحمیٰ

لفظ علیٰ جو کہ اسمائے الیہ سے ہے اس پر تعظیم کے لئے الف لام زائد  
 ہوتا ہے جیسا کہ الفضل اور النعمان وغیرہ لفظ علیٰ جب کہ حضرت مرتضیٰ  
 کا نام ہو اس پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اس پر ہدایت العلیٰ نام رکھنا  
 بہتر ہے۔ کیونکہ ہدایت العلیٰ نام رکھنے میں اشتباہ اضافت ہدایت کا حضرت  
 مرتضیٰ کی طرف نہیں ہے اور ہدایت علیٰ نام رکھنے میں بسبب اشتراک  
 لفظ ہدایت کے باعتبار استعمال کے اور بوجہ اشتراک لفظ علیٰ کے امر ممنوع  
 کا اشتباہ موجود ہے اور ناموں میں ایسے نام جن سے ایہام مضمون غیر  
 مشروع کا ہو بچنا لازم ہے۔ اسی لئے علماء نے عبدالنبیٰ وغیرہ نام رکھنے سے  
 منع کیا ہے۔ لیکن عبداللہ وغیرہ پس ان میں غیر مشروع کا ایہام نہیں اور  
 اسی طرح یا علیٰ کہنا جب کہ اس سے مقصود ندائے پروردگار ہو کوئی نزاع  
 نہیں۔

اقول یہ جواب سخت عجب عجاب ہے۔ تساوک ہر لابل سیاوی ہر لابل۔

اولاً: اس تمام کلام مختل النظام کا معنی ہی سرے سے پاور ہوا ہے ممنوع ایہام ہے نہ مجرد  
 احتمال ولو ضعیفا بعیدا۔ ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادلہ



درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شتوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے۔

الایہام ان یطلق لفظ له معنیان قریب وبعید ویراد بالبعید۔

ایہام یہ ہے کہ ایک لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید

اور مراد بعید معنی ہو۔

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الایہام ویقال له التخیل ایضا وهو ان یذكر لفظ له معنیان

قریب و غریب فاذا سمع الانسان سبق الی فهمه القریب و

مراد المتکلم الغریب واکثر المتشابهات من هذا الجنس و

منه قوله تعالیٰ والسموت مطویت بيمينه۔

ایہام کو تخیل بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کوئی لفظ ذکر کیا جائے جس کے

دو معانی ہوں۔ ایک قریب الفہم، ایک بعید عن الفہم پس جس وقت

انسان اس لفظ کو سنے اس کے فہم کی طرف قریب معنی سبقت کر لے اور

مراد متکلم کی معنی بعید ہو اور اکثر تشابہات اسی جنس سے ہیں۔ اور اسی

قسم سے ہے فرمان اللہ تعالیٰ کا اور آسمان لپیٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے

ہاتھ میں۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع و طعن سے خالی رہے گا۔ زید آگیا

اٹھا بیٹھا۔ عمرو نے کھایا پیا کہا سنا۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا، جواب لکھا وغیرہ وغیرہ سب

افعال اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو محتمل۔ ایک یہ کہ زید و عمرو مجیب نے اپنی قدرت ذاتیہ مستقلہ

تامہ سے یہ افعال کیے۔ دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے۔ اول قطعاً شرک ہے۔ لہذا

ان اطلاقات سے احتراز لازم ہو جائے گا۔ اور یہ بد اہتاً قطعاً اجتماعاً باطل ہے۔ فاضل مجیب نے

بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزاروں

ہزار ایسے شرک بالایہام بھرے ہوں گے۔

جانے دیجئے! نماز میں وتعالیٰ جدک تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ حد کے

دوسرے مشہور معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر و سبقت و اقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے نہ مجرد احتمال۔ یہ فائدہ واجب الحفظ ہے کہ آج کل بہت جہلا ایہام و احتمال میں فرق نہ کر کے ورطہ غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیا ایسی ہی نکتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھیے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت تر شنیع کہئے۔ وہاں تو چار احتمالوں سے ایک میں تو آپ کو شرک نظر آیا تھا، یہاں برابر کا معاملہ نصفانصف کا حصہ ہے۔ علی کے دو معنی ہیں۔ علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی عن الاضافات ہو۔ دوسرا اضافی کہ خلق کے لئے ہے۔ اول کا اثبات قطعاً شرک تو علی ہی ایہام شرک میں ہدایت علی سے دونوں ٹھہرے گا۔ ولا یقول بہ جاہل فضلا عن فاضل۔

ثالثاً۔ ایک علی ہی کیا جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ بین الخالق و المخلوق ہیں جیسے رشید و حمید و جمیل و جلیل و کریم و علیم و رحیم و حلیم وغیرہ۔ سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہام شرک ہو گا جو ہدایت علی کے ایہام سے دوچند رہے گا۔ حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو نام اپنے اسمائے حسنی سے عطا فرمائے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے کما فصلہ العلماء فی المواہب وغیرہا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نام پاک حاشر بتایا۔ صحابہ و تابعین و ائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا۔ ان کے ایہاموں کو کہئے۔ در مختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لئے جائیں گے نہ وہ جو حضرت حق کے لئے۔ جاز التسمیۃ بعلی و رشید وغیرہما من الاسماء المشتركة ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ۔ کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعاً۔ سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبد اللہ میں شرک سے سوال کیا تھا۔ حضرت مجیب نے اپنی بنالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب

کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔

عبدالرحی میں دو جز ہیں اور دونوں کے دو دو معنی۔ ایک عبد مقابل الہ دوم مقابل آقا۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَأَنْتُمْ حُرُّ الْأَيَّامِ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ۔

دیکھو حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک جی اسم الہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجب سے مشعر اور دوسرا من و تو زید و عمرو سب پر صادق۔ جس سے یہ آیت کریمہ تَنْخُجُ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ وَغَيْرِهَا مَظْہَر۔ اب اگر عبد بمعنی اول اور جی بمعنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے۔ وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود۔ پھر عبدالرحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ؟ اس سے بھی احتراز لازم تھا۔

یعنی یہی تقریر مولوی عبدالعظیم صاحب کے نام میں جاری ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ تشقیق و تدقیق کہاں تک پہنچی؟ نسال اللہ السلامة۔

فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی۔ سائل نے ذکر کی مجیب نے بے غور کے قبول کر لی۔ ورنہ ان کا ذہن شاید ایسی دلیل ذیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا۔ جس سے خود ان کا نام نامی بھی عادم الجواز و لازم الاحتراز قرار پاتا۔

خامسا۔ یا علی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائی معبود تو نزاع مفقود۔ جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود۔ اپنا قصد نہ ہونا ایہام و احتمال کا ناکافی کب ہو سکتا ہے ایہام تو کہتے ہی وہاں ہیں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں۔ تلخیص و تعریفات کی عبارتیں ابھی سن چکے۔ اور اگر قصد پر مدار و اعتماد ہے تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے؟ وہاں کب معنی شرک مقصود و مراد ہے۔

سادسا۔ علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر ایہام شرک سے نجات دے گا۔ علی علما پر لام نہ آتا سہی صفتہ پر تو قطعاً آ سکتا ہے اور یقیناً صفات مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم بلکہ سراجیہ و تاتار خانہ و منخ الغفار وغیرہا سے تو ظاہر کہ العلی باللام نام رکھنا بھی روا ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔

فی التاتار خانیة عن السراجیة التسمیة باسم یوجد فی کتاب اللہ  
تعالیٰ کالعلیٰ والكبیر والرشید والبدیع جائزۃ الخ ومثله  
فی المسخ عنها وظاہرہ الجواز ولو معرف فابال۔

تاتار خانیہ اور سراجیہ میں ہے نام رکھنا ساتھ اس نام کے جو کتاب اللہ  
میں پائے جاتے ہیں جیسے علی، کبیر، رشید، بدیع جائز ہیں الخ۔ اور اس کے  
مثل مسخ میں سراجیہ سے نقل کیا اور ظاہر اس کا جواز ہے اگرچہ معرف  
بالف لام ہی ہو۔

سابعاً۔ جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو معنیٰ ایصال الی المطلوب و اراۃ طریق میں  
تفرقہ باطل۔ ایصال و اراۃ دونوں دو معنیٰ خلق و تسبب پر مشتمل معنیٰ خلق دونوں مختص  
حضرت احدیت ہیں۔ کیا اراۃ معنیٰ خلق رویت غیر سے ممکن ہے اور معنیٰ تسبب دونوں غیر  
کے لئے حاصل ہیں؟ کیا انبیاء سے ایصال معنیٰ سببیت فی الوصول نہیں ہوتا۔ فطاح التفرقة و  
راح الشقشقة۔ ہاں یوں کہتے کہ ادھر علی مشرک ادھر ہدایت خلق و تسبب دونوں میں مستعمل  
یوں چار احتمال ہوئے۔ مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت معنیٰ خلق غیر خدا  
کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ معنیٰ محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت  
نہیں پاسکتی۔ ورنہ معاذ اللہ اصل خالق و معنیٰ دو سرا ٹھہرے گا، اور اللہ عزوجل صرف سبب و  
واسطہ و وسیلہ، اس کا پایہ شرک سے بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا یہاں اللہ سبحانہ پر  
تفضیل دنیا قرار پائے گا۔ علی پر لام لا کر اول کا علاج کر لیا اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر  
ہے علاج کدھر سے آئے گا؟ اب ایک نیا لام گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجئے کہ وہ معنیٰ خلق میں  
متعین ہو جائے اور احتمال تسبب اٹھ کر ایہام شرک و بدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامناً۔ ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکہ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہو گا  
جیسے احسان و انعام، اذلال و اکرام، تعلیم و افہام، تعذیب و ایلام، عطا و منع، اضرار و نفع، قہر و  
قتل، نصب و عزل وغیرہا کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجئے تو معنیٰ خلق موہم شرک اور خالق کی  
طرف تو معنیٰ تسبب مشعر کفر بہر حال مفرکد ہر اگر کہئے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل  
کافی ہے کہ معنیٰ خلق مراد ہیں۔ ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنیٰ

تسبب مقصود ہیں۔ و لئذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ مثال بنت الربیع البقد وحک علی اللہر میں قائل کا موحد ہونا ہی قرنیہ شانی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

تاسعا۔ آپ نے (با آنکہ اسمائے الہیہ تو قیفیہ ہیں اور خصوصاً آپ بہت جلد صرف ہ وارد ہونے نہ منقول ہونے کو حجت ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہ کا نیا نام مصوب ایجاد فرمایا ہے۔ وہ اب کی ابتدا ہو المصوب سے ہوتی ہے یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے۔ تصویب جس طرح نہیں بتانے کو کہتے ہیں یونہی سر جھکانے کو اور مثلاً جو سر جھکانے بیٹھا ہو اسے مصوب اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اس کلمہ میں ایہام تجسیم ہے اور تجسیم کفر و ضلال عظیم ہے۔

عاشرا۔ جب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت اس درجہ سخت ممنوع و مفترض الاحتراز ہوگی۔ یہاں مولیٰ علی کو بادی کہنا حرام ہو گیا۔ حالانکہ یہ احادیث صریحہ و اجماع جمیع ائمہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ شاید یہ عذر کیجئے کہ ہدایت معنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا۔ اس معنی پر اضافت قصد یہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے نہ معنی تسبب کہ جائز و معمول اہل اسلام ہے مگر یہ وہی عذر معمولی ہے جس کا رد گزر چکا۔ کیا جب مولیٰ علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراک معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت معنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے۔ اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ نہیں پاتا۔ الر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لئے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں۔ اور اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر۔ نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام و رسل عظام و خود حضور پر نور سید الانام علیہ و علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی طرف اضافت ہدایت اصلاً روانہ رہے لی کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے۔ اب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بادی کہنا بھی حرام ہو گیا۔ اور قرآن عظیم و صحاح احادیث و اجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر۔ خود جناب مجیب نے اپنے فتاویٰ جلد سوم صفحہ ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا رد صریح فرمادیا۔ ادعائے ایہام کا فیصلہ یوں دیا۔ فرماتے ہیں۔

سوال: عبدالنبی یا مانند آن نام نپادن درست ست یا نہ؟

جواب: اگر اعتقاد این معنی ست کہ این کس کہ عبدالنبی نام دارد بندہ نبی ست عین شرک است۔ و اگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آپہم خلاف واقع ست۔ و اگر مجازاً عبد بمعنی مطیع و منقاد گرفتہ شود مضائقہ ندارد۔ لیکن خلاف اول ست۔ روئے مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یقولن احدکم عبدی و امتی۔ کلکم عباد اللہ کل نساء کم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی و جاریتی و فتائی و فتائی۔ انتہی۔

اقول: قطع نظر اس سے کہ یہ جواب بھی بوجہ مخدوش ہے۔ اولاً عبد و بندہ میں سوائے اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے۔ عبد و بندہ دونوں عربی و عجمی۔ دونوں زبانوں میں الہ و خدایہ مولیٰ و آقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہہ دینا ایسا ہی ہے کہ کوئی کہہ دے عین سے مراد عین ہے تو غلط ہے اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح۔

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خرید لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا۔ اس پر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو!

کردمش آزاد ہم بر روئے تو!

لا جرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً۔ عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلاف واقع ہے۔ محض بے اصل و ضائع ہے مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل اور اول میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا و خواجہ دونوں مستعمل اور ثانی سے یقیناً

شرک زائل۔

ثالثاً۔ آپ نے تو عبد بمعنی مملوک کو خلاف واقع یعنی نذب ٹھہرا کر اس ارادہ کو شرک سے اتار کر گناہ مانا مگر ائمہ دین و اولیائے معتمدین و علمائے مستندین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین اس اعتقاد کو کمال ایمان مانتے اور اس سے خالی و حلاوت ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقل و تذکیہ۔ پیر علامہ شباب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں۔

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ ولم یر نفسہ فی  
ملکہ لا یدوق حلاوت سنتہ

جو بر حال میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو  
حضور کا مملوک نہ جانے وہ سنت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حلاوت  
سے اصلاً خبردار نہ ہو گا۔

رابعاً۔ مولانا عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ  
زبور شریف میں فرماتا ہے۔

یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیک من اجل ذلک ابارک  
علیک فتقلد السیف فان بهاءک و حمدک الغالب الی  
قولہ الامم یخیرون تحتک کتاب حق جاء اللد بد من البس  
والتقدیس من جبل فاران او امتلات الارض من تحمید احمد  
تقدیسہ و ملک الارض و رقاب الامم۔

اے احمد تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا میں اس لئے تجھے برکت دیتا  
ہوں۔ تو اپنی تلوار حما نکل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف ہی غالب  
ہے۔ سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی۔ سچی کتاب لایا اللہ برکت و  
پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے۔ بھرنی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی

بولنے سے۔ احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذ اللہ خلاف واقع کہا جائے گا۔

نام۔ امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البراء ثنی صدقہ بن طیسلة ثنی معن بن ثعلبة المازنی والحقی بعد ثنی الاغشی المازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد اللہ بن احمد زوائد السنن میں بطریق عوف بن کھمس بن الحسن عن صدقہ بن طیسلة۔ الخ اور امام بعض ظحاوی شرح معانی الآثار میں بطریق ابی معشر المذكور نحو روایة احمد سند او میتنا۔ اور ابن خیثمہ ابن شاہین بهذا الطريق وبغیرہ۔ اور بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم بطریق الجنید بن امین بن ذرورة بن فضلة ابن طریف بن بهصل الحرما مازی عن ابیہ عن جدہ فضلة حضرت اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ یہ خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسموع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتدا اس مصرع سے تھی۔

یا مالک الناس و دیان العرب۔

اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر رفع شکایت فرمادی۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذ اللہ کذب تھا تمام آدمیوں کا مالک بتانا۔ یا مالک الناس کہہ کر حضور کو ندا کرنا عیاذ باللہ سنکھوں مہا سنکھوں کذب کا مجموعہ ہو گا۔ حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی نے حضور کو مالک تمام بشر کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا۔

سادسا۔ بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنی تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے۔ جیسا کہ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا۔ حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر محض بے وقعت بے قدر ہے کہ جان در کنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں۔ سچی کامل مالکیت وہ ہے



کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے، یعنی اولیٰ بالتصرف ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیت حقہ صادقہ محیط شاطہ تامہ کاملہ حضور پر نور مالک الناس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخلاف کبرائے حضرت کبریا عز و علا تمام جہان پر حاصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ۔

نبی زیادہ مالک و مختار ہے تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تبارک و تعالیٰ۔

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کر دیں اللہ

و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ

مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم

والنسائی وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اگر یہ معنی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

مالکیت کو خلاف واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک مانتے۔ اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے۔ جس کے سننے کو گوش

شنوا سمجھنے کو دل بینادر کار ہے۔

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝

وَفُوقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝

وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ۝

سابعاً۔ حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی۔ حدیث میں تعلیم تواضع و انقیاد تکرار اور

آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو۔ نہ یہ کہ غلام بھی اپنے کو مولیٰ کا عبد یا دوسرے ان کو ان کے عبید نہ کہیں۔ یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرما رہا ہے۔ آیت عنقریب گزری۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لیس علی المسلم فی عبده ولا مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ فرسہ صدقہ۔ (رواہ احمد) نہیں۔

والبسنة عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
فقہ کا محاورہ عامہ وائمہ صدر اول سے آج تک مستمر ہے۔  
اعتق عبده دبر عبده۔

خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔  
ان اذن المولیٰ عبده لها یتخیر۔ وہیں ہے۔ وللمولیٰ منع عبده۔  
عجب ہے کہ زید و عمرو بلکہ کسی کافر و مشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو۔  
اور سنئے تو سہی! امام ابو حذیفہ اسحاق بن بشیر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنے فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے راوی کہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں بربر منبر فرمایا۔

قد كنت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فكنت عبده وخدامه۔

میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ تو میں حضور کا عبد تھا۔ حضور کا بندہ حضور کا خدمت میں تھا۔

نیز ابن بشران امالی اور ابو احمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لاکائی کتاب السنۃ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی جب امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ منبر اطر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا۔ حمد و درود کے بعد کہا۔

ایہا الناس انی قد علمت انکم کنتم تونسون منی شدة و

غلاظۃ وذلکذ انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کنت عبده وخدامہ۔

لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب  
یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں  
حضور کا عبد حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گار تھا۔ (الحديث)

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا  
سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ  
کو عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع عام  
زیر منبر حاضر ہے۔ سب سنتے اور قبول کر رہے ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حذیفہ و کتاب مستطاب  
الریاض التنصرہ فی مناقب العشرہ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی۔ امیرالمومنین کو جس طرح  
بجرم ترویج تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجئے۔ اور آپ کے  
اصول مذہب نامذہب پر ضرور کہنا پڑے گا۔ مگر ساہو ذرا سوچ سمجھ کر شاہ ولی اللہ صاحب کا  
دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر  
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر!

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خیر! بات دور پہنچی۔ لفظ عبد و بندہ کی تحقیق نام و تفصیل احکام فقیر کی کتاب مجید معظم  
شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔ یہاں یہ گذارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب سلاب کے اس فتویٰ  
نے اس ادعائے ایہام کا کام تمام کر دیا۔

عبدالنہی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے۔ ایک شرک ایک کتاب ایک صحیح۔ تا  
ناجائز احتمال جائز سے دوئے تھے۔ بایں ہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولیٰ فرمایا ہو ممانعت و  
کراہت تحریمی درلنار کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں۔ ہر مستحب کا ترک خلاف اولیٰ ہے ہر  
مطلقاً مکروہ تنزیہی نہیں۔ ردالمحتار بحر الرائق سے ہے۔

لايلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة ذلا بدلها من دليل  
خاص۔

اسی میں تحریر الاصول سے ہے۔

خلاف اولی مالیس فیہ صیغۃ نہی کترک صلوۃ الضحی  
بخلاف المکروہ تنزیہا۔

تو ہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے۔ یعنی جائز احتمالات ناجائز سے  
تنگنے ہیں۔ یہ کس طرح خلاف اولی درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہو گیا؟ اربعہ  
کے حساب سے تو اسے خلاف اولی کا نصف بھی نہ ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ  $3/8$  یعنی مباح مساوی  
الطرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولی کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہو گی۔  
اس لئے کہ  $1/3:1/3:1/3$  مجہول۔ پس  $1/3 = 2/3 = 3/8$

خیر! یہ حساب تو ایک تطیب قلوب ناظرین تھا۔ حق یہ ہے کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ  
کراہت تنزیہی کی بھی نہیں لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے۔ اور فی الواقع ہر ادنی عقل والا بھی سمجھ  
سکتا ہے کہ عبد النبی سے ہدایت علی کو نسبت ہی کیا ہے۔ جب وہ صرف خلاف اولی ہے تو اسے  
خلاف اولی کہنا بھی محض بے جا ہے۔ کلام یہاں کثیر ہے اور جس قدر مذکور ہو اطالع حق کے  
لئے کافی۔ واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل۔ واللہ سبحنہ و تعالی  
اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمد المنطقی النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

مسئلہ ۶:۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ موسم سرما میں زوال کس  
وقت ہوتا ہے اور موسم گرما میں کس وقت؟ اگر موسم سرما میں زوال بحساب قمری بارہ بجے  
سے پیشتر ہوتا ہے تو بارہ بجے سے پہلے جو شخص نماز ظہر پڑھے گا اس کی نماز ہو گی یا نہیں؟  
جواب مدلل ارقام فرمائیے۔ بینواتوجروا۔

الجواب: دھوپ گھڑی سے تو ایسا ہی ہے کہ زوال ہمیشہ ٹھیک بارہ بجے ہوتا ہے۔ نہ کبھی پیشتر ہوتا ہے نہ بعد۔ مگر گھڑیوں کے اعتبار سے وقت بلدی صرف چار دن ۱۶ اپریل، ۱۵ جون، یکم ستمبر، ۲۵ دسمبر کے سوا کسی دن ٹھیک بارہ بجے زوال نہیں ہوتا۔ گھڑیوں کی چال روزانہ ایک سی ہوتی ہے اور آفتاب کی چال کبھی ایک سی نہیں۔ اوج ۴ جولائی سے حقیض ۳ جنوری تک تیز ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے زیادہ قوس قطع کرتا ہے۔ اور روزانہ زیادت بھی یکساں نہیں بلکہ آئندہ زیادت پہلی زیادت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حقیض پر اگر غایت سرعت پر پہنچتا ہے۔ پھر حقیض ۴ جنوری سے اوج ۳ جولائی تک چال ست ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے کم قوس قطع کرتا ہے اور روزانہ کمی بھی ایک سی نہیں بلکہ ہر آئندہ کمی پہلی کمی سے کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اوج پر پہنچ کر نہایت درنگ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی دورہ آغاز پاتا ہے اور اب اس سبب سے کہ ہندوستان میں عام طور پر ریلوے وقت رائج ہے۔ یہ چاروں بھی برابری کے باقی نہ رہے۔ بلکہ بلاد شرقیہ میں بقدر تفاوت طولین تمام تعدیلات ناقص ہوں گی۔ اور بلاد غربیہ میں تمامی تعدیلات اسی قدر بڑھ جائیں گی۔ مثلاً بریلی کے لئے اگر خاص شہر کا وقت دیا جائے تو بلاشبہ یہی چاروں برابری کے ہوں گے۔ جن میں زوال جیسی گھڑی اور دھوپ گھڑی دونوں سے ٹھیک ۱۲ بجے ہو گا۔ اور اگر ریلوے سے وقت دیا جائے تو بقدر تفاوت طولین ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ہے تمامی تعدیلات زائد ہو جائیں گی۔ تو اب چار دن برابری کے جن میں دونوں وقتوں سے زوال ٹھیک ۱۲ بجے تھا ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ پر ہو گا۔ و علی ہذا القیاس۔

تعمیم نفع کے لئے ایک جدول نصف النہار حقیقی و شروع وقت ظہر بریلی بحذف سیکنڈ کے ایک زمانہ کے لئے کارآمد ہو ریلوے وقت سے دیا جاتا ہے کہ اس وقت وہی رائج ہے ان وقتوں سے اگر ۱۲ منٹ کم کر دیں تو اصلی وقت بریلی کا ہو گا۔

نوٹ: جدول اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں:



راپور و دیگر بلاد کے لئے بھی یہ نقشہ بہ حسب زیادتی یا کمی وقت بریلی موافق نقشہ جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کے لئے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہو گا۔ نماز ظہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں اگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھی ہو گئی اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہو گی۔ ۲۸ نومبر کو بریلی میں ریلوے ٹائم سے ٹھیک ۱۲ بجے نصف النہار ہے۔ پھر بعد کو ہوا کرے گا یہاں تک کہ یکم فروری کو ۱۲ ت ۲۶ منٹ پر ہو کر گھٹنا شروع ہو گا، حتیٰ کہ ۸ مئی کو ۱۲ ت ۸ منٹ پر ہو گا۔ پھر بڑھنا شروع ہو گا یہاں تک کہ ۱۵ جولائی کو ۱۲ ت ۱۸ منٹ پر ہو گا۔ پھر گھٹتے گھٹتے ۱ اکتوبر کو ٹھیک ۱۲ بجے ہو کر گھٹتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ۲۴ اکتوبر کو مستہائے نقصان ۱۱ ت ۵۶ منٹ پر آ کر بڑھنا شروع ہو گا اور ۲۸ نومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے زوال ہو گا۔ تو ۱ اکتوبر سے ۲۸ نومبر تک جس شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی نماز ہو گئی۔ ہاں جس نے وقت سے پہلے پڑھی اس کی نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرور المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۳: ۱۱ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ بیسواتوجروا۔

الجواب: محمد رسول اللہ ﷺ کو ہر بات میں سچا جاننا حضور ﷺ کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقرر ہے اسے مسلمان جانیں گے جب کہ ان کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے۔ اور جس کے دل میں اللہ و رسول جل و علا ﷺ کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو، اللہ و رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے۔ اگر چہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگوں سے عداوت رکھے اگر چہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں۔ جو کچھ اللہ کے لئے دے۔ جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے۔ اس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ من احب لله و ابغض لله و اعطى لله و منع لله فقد استكمل

الایمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۴: جمادی الاول ۱۳۳۷ھ۔

علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج کل اکثر سنی فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بد عقیدہ ہو گئے ہیں۔ اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں۔ لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گذرا اس واسطے اس کی زیادہ ضرورت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لاپچی شخص تھے۔ یعنی انہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور آل رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑ کر ان کی خلافت لے لی اور ہزار ہا صحابہ کو شہید کیا۔ بکر کہتا ہے کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں کہ ان کو امیر نہ کہنا چاہیے۔

عمرو کا یہ قول ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں ان کی توہین کرنا گمراہی ہے۔

ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا اور کچھ علم بھی رکھتا ہے۔ (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نعوذ باللہ منہما) لاپچی تھے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ان کو سنت جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ جواب مدلل عام فہم ارقام فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمادیا۔ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ فَرِيقًا



سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کو فرماتا ہے۔  
 أُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا  
 اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ ۝ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهِمُ  
 الْمَلَائِكَةُ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ  
 لوگ اپنی ہی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ قیامت کی وہ سب سے  
 بڑی گھڑی انہیں غمگین نہ کرے گی فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ  
 کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی  
 صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات  
 کا ذبہ ہیں ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اسی آیت  
 میں اس کا منہ بھی بند فرما دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے  
 ساتھ ہی ارشاد فرما دیا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ ”اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو  
 گے۔“ بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے  
 خود جہنم میں جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاءے امام قاضی عیاض میں  
 فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يَكْفُرْ يَطْعَنُ فِي مَعَاوِيَةَ

فَذَاكَ مِنْ كَلَابِ الْهَٰوِيَةِ

”جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا

ہے۔“

ان چار شخصوں میں عمرو کا قول سچا ہے زید و بکر جھوٹے ہیں اور چوتھا شخص سب سے بدتر  
 خبیث رافضی تیرائی ہے۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ مہم ہے۔ تمام انتظام دین و دنیا اسی  
 سے متعلق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا  
 اصلاً کوئی خلل محتمل نہ تھا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں۔ سیدنا

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے۔ جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا۔ چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی۔ دوسری آتی۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔ ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام امیر المومنین مولیٰ علی پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے۔ اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ انہوں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا۔ پچھلی خدمت بجالائے ہوتے تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر علی مرتضیٰ اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر

چشم بد اندیش کہ برکنہ باد

عیب نماید بہ نگاہش ہنر!

یہ خبشا خذلم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔

من اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک اللہ ان یاخذہ۔

جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۵:۲۵ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پر تقسیم کر دیتا ہے کہ جس وقت روپیہ دیا اس وقت گندم خواہ کوئی غلہ ۱۰ ماہ کا تھا اور اس نے ۱۳ ماہ فی روپیہ نرخ ٹھہرا کر روپیہ دے دیا۔ اب فصل پر خواہ کوئی نرخ کم و بیش ۱۳ ماہ سے فروخت ہو لیکن وہ فی روپیہ ۱۳ ماہ کے حساب سے غلہ لے لے گا۔ بکر کتا ہے کہ تو نے سود لیا۔ کیونکہ نرخ سے زیادہ ٹھہرا لیا۔

الجواب: یہ صورت بیع سلم کی ہے۔ اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلاشبہ جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے۔ ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے۔ لقولہ تعالیٰ اَلَا اِنَّ تَكُوْنُ تَبْجَارَةً عَنْ تَرَاصٍ مِنْكُمْ۔ اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر کوئی شرط رہ گئی۔ مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی یا وہ چیز ٹھہری جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی۔ یا میعاد مجہول رکھی یا اسی جگہ میں روپیہ تمام و کمال ادا نہ کر دیا تو ضرور حرام و سود ہے اگرچہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھہرا۔ اور اگر خریدم و فروختم کا مضمون درمیان نہ آیا۔ مثلاً اس نے کہا کہ ۱۳ سیر لیں گے۔ اس نے کہا دوں گا۔ تو یہ نہ سود نہ حرام نہ اس کے لئے کسی شرط کی حاجت نہ اسے اس پر مطالبہ پہنچے۔ اس کی خوشی پر ہے چاہے دے یا نہ دے کہ یہ سرے سے بیع ہی نہ ہوئی نرا وعدہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقہ احمد رضا عفی عنہ

مسئلہ ۲۶: ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۱۵ ماہ کے دوں گا۔ اور خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہو گا اسی نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا۔ بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے۔ تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت دس سیر کا نرخ ہے لے جاؤ۔ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا لے گئے اور فروخت کے لئے دس دس روپیہ اپنے صرف میں لائے۔ اب زید کو فصل پر فی روپیہ ۱۵ ماہ گندم حسب وعدہ اور خالد کو فی روپیہ ۱۳ ماہ گندم نرخ بازار دینا ہوئے۔ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر

خالد کو حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہو گا دوں گا دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے۔ ڈھائی من گیہوں جو اس نے دیئے ان سے زیادہ لینا حرام حرام حرام۔ اور اگر روپیہ دیتا تو اس میں دو صورتیں تھیں۔ روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط ٹھہرا لیتا کہ ادا کے وقت گیہوں دینا تو بشرط باطل تھی زید و خالد پر صرف اتنا روپیہ ادا کرنا تھا۔ اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیع سلم کی تھی۔ اگر اس کے شرائط پائے جاتے جائز ہوتی ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۶: ۱ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے؟ اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے؟ اور جمعہ میں کم از کم کتنے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے؟ اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جامع مسجد وہی ایک ہے۔ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی ممانعت نہیں۔ جمعہ کے لئے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں۔ مگر جمعہ و عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ وہی ہو گا جو سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب یا اس کا مازون اور ان میں کوئی نہ ہو تو ضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کر لیں۔ جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے۔ مگر جب کہ دوسری مسجد کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۸: ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور وہ کون کون لفظ ہیں جن سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور پھر اس کو اپنے نکاح میں کیسے لا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق تین قسم ہے۔ رجعی، بائن، مغلظہ۔ رجعی وہ جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔ عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کر لے وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی پھر بھی برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔

بائن وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ہاں برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔ عدت کے اندر خواہ بعد۔

مغلظہ وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور اب کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا جب تک حلالہ نہ ہو۔ یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلہ سے۔

رجعی دی ہوں یا بائن۔ با بعض رجعی بعض بائن طلاق کے سینکڑوں لفظ ہیں۔ بعض سے رجعی پڑتی ہے بعض سے بائن بعض سے مغلظہ۔ رجعی و بائن کے تقریباً دو سو لفظ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۹: ۲ شعبان ۱۳۳۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و خلیفہ مرسلین مسائل ذکر میں۔

(۱) صاحب نصاب رائج الوقت کے کتنے روپیہ سے ہو سکتا ہے؟

(۲) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے؟ نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔

(۳) فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے؟

(۴) جس شخص کے پاس روپیہ نہ ہو اور سونے چاندی کا زیور روزمرہ پہننے کا بقدر نصاب ہو گیا اس کو اس زیور میں زکوٰۃ دینا ہوگی؟

(۵) جس روپیہ میں سے زکوٰۃ پہلے سال دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا۔ اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے دینا ہوگی؟

(۶) فطرہ کے گندم بریلی کے وزن سے فی کس کتنے ہونے چاہیں؟

(۷) جو شخص روزہ رکھے یا نہ رکھے بالغ یا نابالغ سب کا فطرہ دینا واجب ہے؟

(۸) جو شخص بوجہ ضعفی کے روزہ نہ رکھ سکے اس کو فی روزہ کتنی خوراک مسکین کو دینا

ہوگی؟ وہ مسکین روزہ دار ہو یا غیر روزہ دار؟ بینوا توجروا۔

جواب: (۱) نصاب انگریزی رائج روپوں سے چھپن روپے ہے۔

(۲) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہو سکتا۔ روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ ہے اصطلاحی ثمن ہے۔ تو جب تک چلے اس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہے۔

(۳) زکوٰۃ ہر نصاب و خمس نصاب پر چالیسواں حصہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لئے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے۔

(۴) بے شک۔

(۵) دس برس رکھا رہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ یہ اس لئے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اس قدر کامیون ہے تو اتنا کم کر کے باقی پر زکوٰۃ ہوگی۔ تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموع کم کر کے باقی پر ہوگی۔ یونہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ ملا کر کے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔

(۶) اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر۔

(۷) اپنا صدقہ واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کا اگرچہ ایک ہی دن کی ہو۔ اور بالغ اولاد یا زوجہ صاحب نصاب ہوں تو ان کا صدقہ ان پر ہے۔ نہ ہوں تو کسی پر نہیں۔ غرض اس سے

کسی حال اس کا مطالبہ نہیں۔ ہاں ان کے اذن سے ان کی طرف سے دے دے تو احسان ہے۔  
(۸) فی روزہ وہی اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیرگیوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۰:۳۰ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ۔

کیا فرمان ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ آج کل عموماً بہت لوگ مساجد میں دنیوی باتیں کرتے بلکہ بعض بعض بے باک تو قہقہہ آپس میں دل لگی کرتے ہیں اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے کہ یہ خانہ خدا ہے ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور مسجد میں باتیں کرنے کی مذمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے تاکہ ایسے لوگ عبرت حاصل کریں۔

الجواب: مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو ایسا کھاتی ہے جیسا آگ لکڑی کو۔ اور مسجد میں بنسنا قبر میں اندھیرے لاتا ہے۔ اس کی حدیثیں بارہا بیان ہوئیں مگر کون سنتا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۶:۳۱ شوال ۱۳۳۳ھ۔

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام، مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امید ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ جائز کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حرام روپیہ کسی کام میں لگانا جائز نہیں، نیک کام ہوں یا اور سوا اس کے کہ جس سے لیا اسے واپس دے۔ یا فقیروں پر تصدق کر دے بغیر اس کے کوئی حیلہ اس کے پاک کرنے کا نہیں۔ اسے خیرات کر کے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ہاں جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیروں پر تصدق کر دے۔ اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کر سکتا ہے۔ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بیسہ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کما کہ اس کے بدلے فلاں چیز دے۔ اس نے دی اس نے قیمت میں زر حرام دیا تو جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی۔ اس صورت میں فاتحہ و عرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ مسجد میں نماز مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے۔ اور کنویں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آئی تو اینٹوں مسالہ میں نہ کہ زمین کے پانی میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۲: ۱۱ شوال ۱۳۳۳ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ ملازمت چنگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکم وقت کو اس کا روپیہ تحصیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرنا رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں۔ اور چنگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نیک نیت سے۔ چنگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے۔ نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار۔ الخ چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اس کے اذن کے اس سے چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں۔ اور جائز نوکری میں نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے۔ نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے۔ کما استفید من القرآن



المجید والحديث ربا که حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے؟ نہ حکام کو اس بحث ہے نہ سائل حاکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجہن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۳:۲۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کتنی قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بینوا توجسروا۔  
الجواب: اللہ عزوجل ہر قسم کے کفر و کفار سے بچائے کافر دو قسم ہے۔ اصلی و مرتد۔ اصلی وہ جو شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے۔ یہ دو قسم ہے۔ مجاہر و منافق۔ مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو۔

اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ  
بے شک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے۔

اول، دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوئم، مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود اور واجب الوجود جانتا ہے جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں۔ اور آریہ خود پرست کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں۔ اور آریوں کو موحد کہتے ہیں۔ سخت باطل۔

سوم، مجوسی آتش پرست۔

چہارم، کتابی یہود و نصاریٰ کہ دہریے نہ ہوں۔

ان میں اول تین قسم کے ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل۔ اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہو۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مجاہد و منافق۔

مرتد مجاہد وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر غلانیہ اسلام سے پھر گیا۔ کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں کسی شے کا منکر ہے۔ جیسے آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں۔

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا، مرتد مرد ہو یا عورت۔

مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔ خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت و جماعت کہتے حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ہوشیار، خبردار، مسلمانو! اپنا دین و ایمان بچائے ہوئے۔ فاللہ خیر حافظا و هو ارحم الراحمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۳۴: ۵ / ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ جو مسجد میں غل مچاتے رہتے ہیں، نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے۔ اپنے لیے مانگیں خواہ دوسرے کے لیے حدیث میں ہے۔

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم۔  
مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آوازوں سے بچاؤ۔

رواہ ابن ماجہ عن واثلة بن الاسقع وعبد الرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
حدیث میں ہے۔

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں اتخذ جسرا الی جہنم پھلانگیں اس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لیے پل بنایا۔

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لیے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالة فلیقل لا اداھا اللہ الیک فان المساجد لم تبین لہذا۔

جو کسی کو مسجد میں اپنی گئی چیز دریافت کرتے سنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجدیں اس لیے نہ بنیں۔

رواہ احمد و مسلم وابن ماجہ عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلا ضرورت بطور پیشہ کہ خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں۔ اور دوسرے محتاج کے لیے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس میں نہ غل نہ شور، نہ گردن پھلانگنا، نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ اور بے سوال کسی محتاج کو دنیا بہت خوب

اور مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۳۵: ۱۶ / محرم الحرام ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور ٹکڑے روٹیوں کے اور بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور صدہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں۔ ایک کے اوپر ایک گرتا ہے اور بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے اور وہ روٹیاں نیچے زمین میں گر کر پاؤں سے روندی جاتی ہیں، بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں۔ اور رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے اور یہی حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آنکھروں میں وہ لوٹ چائی جاتی ہے کہ آدھا آنکھورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا ہے۔ ایسی خیرات اور لنگر جائز ہے؟ یا بوجہ رزق کی بے ادبی کے گناہ ہے؟ بیسوا توجروا۔

الجواب: یہ خیرات نہیں، شرور و سیمائت ہے۔ نہ ارادۃ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی، اور وہ حرام ہے۔ اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۳۶: ۲۶ / محرم الحرام ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت امرود، بیلہ، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ و غسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جائے۔ تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ پیال یا لڑسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جاتی ہے اور بعد گذر جانے موسم سرما کے اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ تو جو شخص اس پیال یا لڑسی یا چٹائی کہنہ جو قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لاسکتا ہے یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں ہے؟ کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

**الجواب:** ان درختوں کو مسجد کے واجبی و مناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے۔ معتکف بلا ضرورت اس پر جا سکتا ہے۔ اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کوئی نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں۔ بیہودہ باتیں قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہیے۔ اور بعض باتوں میں حکم مسجد میں نہیں۔ اس پر اذان دیں گے، اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں۔ جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں۔ دنیا کی جائز قلیل بات جس میں نہ چیقلش ہو، نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا، اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۳: ۱۰ / ربيع الاول شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بعد دفن کر دینے میت کے حافظ قرآن کو اس کی قبر پر واسطے تلاوت سوم تک یا کچھ کم و بیش بٹھاتے ہیں اور وہ حافظ اپنی اجرت لیتے ہیں۔ پس اس طرح کی اجرت دے کر قبروں پر پڑھوانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

**الجواب:** تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا دینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دنوں کے لیے معین داموں پر کام کاج کے لیے نوکر رکھ لیں۔ پھر اس سے کہیں ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ آیا کرو۔ یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۳۸: ۷ / ربيع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

کہ بعض لوگ بیمار آدمی کے ساتھ کھاتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں اور اس مریض کا کپڑا نہیں پہنتے۔ اور کہتے ہیں بیماری ایک آدمی کی دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔ آیا حدیث میں اس کی کوئی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ جھوٹ ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو اڑ کر لگتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لا عدوی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ اور فرماتے ہیں فمن اعدی الاول اس دوسرے کو تو پہلے کی اڑ کر لگی اس پہلے کو کس کی لگی۔ جس مریض کے بدن سے نجاست نکلتی اور کپڑوں کو لگتی ہو۔ جیسے ترخارش یا معاذ اللہ جذام میں اس کا کپڑا نہ پہنا جائے۔ نہ اس خیال سے کہ بیماری لگ جائے گی بلکہ نجاست سے احتیاط کے لیے۔ اور جہاں یہ نہ ہو کپڑا پہننے میں حرج نہیں۔ یونہی ساتھ کھانے میں جب کہ ایمان قوی ہو کہہ اگر معاذ اللہ بتقدیر الہی اسے وہی مرض ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ ساتھ کھانے یا اس کا کپڑا پہننے سے ہو گیا۔ ایسا نہ کرتا تو نہ ہوتا۔ اور اگر ضعیف الایمان ہے تو وہ ان مرض والوں سے بچنے کی نسبت متعدی ہونا عوام کے ذہن میں جما ہوا ہے جیسے جذام و العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ بچنا اس خیال سے نہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی۔ کہ یہ تو مردود و باطل ہے۔ بلکہ اس خیال سے کہ عیاذاً باللہ اگر بتقدیر الہی کچھ واقع ہوا تو ایمان ایسا قوی نہیں کہ شیطانی وسوسہ کی مدافعت کرے۔ اور جب مدافعت نہ ہو سکی تو فاسد عقیدہ میں مبتلا ہونا ہو گا۔ لہذا احتراز کرے۔ ایسوں کو حدیث میں ارشاد ہوا فرعن المجذوم کما تفر من الاسد "مجذوم سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۳۹: ۲۰ / ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ ۱۱ / ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کو میں مسجد اسٹیشن جنکشن پر نماز ظہر پڑھنے گیا (کیونکہ اسی چوکی پر میری تعیناتی تھی) مرزا صاحب امام مسجد نے بعد اذان ظہر صلوٰۃ کہی۔ ایک صاحب محمد نبی احمد ساکن سنبھل نے کہا یہ جو آپ نے صلوٰۃ کہی یہ بدعت ہے۔ بعد گفتگو کے

ہ صاحب بہت تیز ہوئے اور کہا کہ تمام شہروں میں گیا مگر یہ طریقہ جو آپ کے یہاں ہے نہیں لکھا۔ مرزا صاحب نے کہا میں عالم نہیں ہوں جو آپ کو سمجھاؤں۔ اگر آپ اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ میرے ہمراہ شہر میں چلئے وہاں کے عالم آپ کا اطمینان کر دیں گے۔ اس پر وہ راضی نہ ہوئے اور بدعت بدعت کرتے رہے اور کہا کہ کسی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں یہ صلوٰۃ نہ تھی۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ اکثر شہروں میں مثل رامپور وغیرہ کے بعد نماز صلوٰۃ ہوتی ہے اور ہمارے سردار رسول اکرم نبی معظم ﷺ پر درود اور سلام بھیجنے کو آپ بدعت کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں یہ مدرسہ و سرائے وغیرہ نہیں تھی ان کو بھی آپ بدعت کہتے ہیں؟ تو جواب دیا کہ یہ بدعت مباح ہے میں نے کہا صلوٰۃ بدعت حسنہ ہے جس کا ثواب ہم اہل سنت ہی کی قسمت میں اللہ جل شانہ نے لکھ دیا ہے اور منکر اس ثواب سے محروم ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ صلوٰۃ کب سے جاری ہے؟ اور اس کی قدرے تفصیل مع دلائل اور ایسا شخص جو ہمارے سردار معظم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کو بدعت کہے گمراہ ہے یا کیا؟

بسنواتوجروا۔

الجواب: آپ نے ٹھیک جواب دیا اور جس امر کا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں مطلق حکم دیتا ہو اور خود اپنے ملائکہ کا فعل بتاتا ہو اسے بدعت کہہ کر منع کرنا انہیں وہابیوں کا کام ہے۔ اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہو گا کہ اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے۔ وہ کذب کو اپنے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے اس نے اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ اِشْتَرَا کر دیا تھا یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ اَنِي يُؤْفَكُونَ۔

صلوٰۃ بعد اذان ضرور مستحسن ہے۔ ساڑھے پانچ سو برس سے زائد ہوئے بلاد اسلام حرمین شریفین و مصر و شام وغیرہ میں جاری ہے۔ در مختار میں ہے۔

والتسليم بعد الاذان حدث في ربيع الاخر ۸۱۷ سبع مائة واحدى و ثمانين في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر

سنین حدث فی الكل الا المغرب ثم فیها مرتین۔ وهو بدعة حسنة۔

قول البدیع امام بخاری ہے۔

والصواب انه بدعة حسنة یوجز فاعله۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۲۹:۴۰ / ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ تمباکو کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ جو لوگ تمباکو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اگر تمباکو پان کھا کر تلاوت قرآن عظیم و دیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں تو کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بقدر ضرر و اختلال حواس کھانا حرام ہے۔ اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے مکروہ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کے کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو آنے نہ پائے تو خالص مباح ہے۔

بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہیے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو۔ اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تمباکو ہو اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے۔ لیکن قرآن عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور منہ بالکل صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

طیبوا افواہکم بالسواک فان افواہکم طریق القرآن۔

اپنے منہ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منہ قرآن عزیز کا راستہ ہیں۔

رواہ السنجرى من الا بانته بعض الصحابته رضی اللہ تعالیٰ عنہم



عنہم بسند حسن۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا قام احدكم يصلی من اللیل فلیستك ان احدكم اذا قرا فی صلاته وضع ملبك فاه علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیء الا دخل فم الملك۔ (رواه البیهقی فی الشعب وتمام فی فوائده و الضیاء فی المختارۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ

تعالی عنہما وهو حدیث صحیح

جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھے مسواک کر لے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا

ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے

فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

لیس شیء اشد علی الملك من ریح الثمر ما قام عبد الی صلوة قط الا التقم فاه ملک ولا یخرج من فیہ ایتة الا یدخل فی فی الملك۔

فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز

کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے جو آیت اس

کے منہ سے نکلتی ہے فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔

واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۴۱: ۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ علمائے دین اہل سنت کی خدمت میں گزارش ہے

مسلمان پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر کافر یا رافضی یا وہابی کسی مسلمان کے پڑوسی ہوں تو ان کا بھی

وہی حق ہو گا جو مسلمان کا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسلمان پڑوسی کے بہت حق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه یورثہ۔

(رواہ البیہقی فی السنن عن ام المومنین الصدقتہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا بسند صحیح

جبریل مجھ سے پڑوسی کے حق کی تاکیدیں بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ

مجھے گمان ہوا کہ اسے ترکہ کا وارث کر دیں گے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

حق الجار علی جارہ ان مرض عدتہ وان مات شیعتہ وان

استقرضک اقرضتہ وان احورسترته وان اصابہ خیرھناتہ وان

اصابتہ مصیبة عزیزتہ ولا ترفع بناک فوق بنائہ فتسد علیہ

الریح ولا تؤذیہ بریح قدرک الا ان تعزف لہ منہا۔ (رواہ

الطبرانی فی الکبیر عن معویتہ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ

ترجمہ:

ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ (۱) بیماری پڑے تو تو اس کے پوچھنے کو

جائے اور (۲) مرے تو اس کے جنازہ کو چائے اور (۳) وہ تجھ سے قرض

مانگے تو اسے قرض دے۔ (۴) اور اس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو

اسے چھپائے (۵) اور اسے کوئی بھلائی پہنچے تو تو اسے مبارک باد دے (۶)

اور کوئی مصیبت پڑے تو اسے دلاسا دے (۷) اور اپنی دیوار اس کی دیوار

سے اتنی اونچی نہ کر کہ اس کے مکان کی ہوا رکے۔ (۸) اور اپنی دیکھی

کی خوشبو سے اسے ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کھانے میں سے اسے بھی

حصہ دے (یعنی تو امیر ہے اور وہ غریب اور تیرے یہاں عمدہ کھانے پکتے

ہیں خوشبو اسے پہنچے گی۔ وہ ان پر قادر نہیں اس سے ایذا پائے گا۔ لہذا

اس میں سے اسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے مبدل ہو جائے۔

رافضی وہابی کا کوئی حق نہیں کہ وہ مرتد ہیں۔ نہ کسی کافر غیر ذمی کا اور یہاں کے سب کافر ایسے ہی ہیں۔ ان کے بارے میں صرف اتنا ہی ہے کہ ان کے غدر و بد عمدی جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ ۴۲: ۱۲ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ راہبران دین و مفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ اور نیاز فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ۔ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے؟ اور سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تمہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں اس میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔

سورہ فاتحہ و آیتہ الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورہ اخلاص، اول آخر ۳-۳ یا زائد بار درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ اللہی! میرے اس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہوں تو ان کا نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہو اسے میرے عمل کے لائق نہ دے، اپنے کرم کے لائق عطا فرما۔ اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پر نور سیدنا غوث اعظم کی بارگاہ میں نذر پہنچا، اور ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام و اولاد امجاد و مریدین و محبین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ ۴۳: ۲۴ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا کہ خضاب کا لگانا جائز ہے یا نہیں۔ بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔  
 الجواب: سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ ہمارا مفصل فتویٰ اس بارے میں مدت کا شائع ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۴۴: ۳۰ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ رہبران دین و مفتیان شرع مجتہدین کیا فرماتے ہیں کہ ذبیحہ رافضی و وہابی اور قادیانی کا جائز ہے یا نہیں جب کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے؟ اور کافر اہل کتاب عیسائی یہودی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے جب کہ وہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں؟ اور مسلمان عورت بھی ذبح کر سکتی ہے یا نہیں جب کہ کوئی مرد مکان میں نہ ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عورت کا ذبیحہ جائز ہے جب کہ ذبح صحیح طور پر کر سکے۔ یہودی کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ نام الہی عز جلالہ لے کر ذبح کرے۔ یونہی اگر کوئی واقعی نصرانی ہو نہ نیچری دہریہ جیسے آج کل کے عام نصاریٰ ہیں۔ کہ نیچری کلمہ گو مدعی اسلام کا ذبیحہ تو مردار ہے نہ کہ مدعی نصرانیت کا رافضی تبرائی، وہابی دیوبندی، وہابی غیر مقلد، قادیانی، چکڑالوی، نیچری، ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔ ولا ذبیحۃ لمرتد۔ ہاں غیر تبرائی یعنی تفضیلیہ کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ ضروریات دین سے نہ کسی شے کا خود منکر ہو نہ اس کے منکر رافضی وغیرہ کو مسلمان جانتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۲۵:۲۵ / جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رامپوری نے کترین سے کہا کہ تم اعلیٰ حضرت سے دریافت کرنا کہ میں نے علماء کی زبانی سنا ہے کہ کافر کتابی سے نکاح جائز ہے اور رافضی تبرائی، وہابی، قادیانی سے حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ تو کیا رافضی، وہابی، قادیانی کافر کتابی سے بدتر ہیں؟ رافضی تو خلفائے کرام کو تبراکہ کر اور وہابی تو ہیں۔ رسالت ماب ﷺ سے اور قادیانی دعویٰ نبوت سے کافر ہوئے۔ لیکن کلمہ گو اور باقی افعال مثل نماز روزہ وغیرہ تو مسلمانوں کی طرح ہیں لیکن کافر کتابی تو سرے سے نہ حضور اکرم نبی معظم ﷺ کو مانتے ہیں نہ نماز روزہ اور سب ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اگر رافضی، وہابی، قادیانی سے نکاح ناجائز ہے تو کافر کتابی سے بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر مرد مسلمان ہو تو اس گمان پر رافضی، وہابی، قادیانی سے نکاح کرے کہ یہ میری محکوم رہے گی۔ میں سمجھا کر جس طرح ہو سکے گا مسلمان کر لوں گا تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب: اگر مسئلہ ۳۳ کو دیکھتے اس کا جواب واضح ہو جاتا۔ احکام دنیا میں سب سے بدتر مرد ہے اور مردوں میں سب سے خبیث تر مرد منافق۔ رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے، نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجالاتے، بلکہ وہابی وغیرہ قرآن و حدیث کا درس دیتے لیتے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوتے بلکہ چشتی، نقشبندی وغیرہ بن کر پیری مریدی کرتے اور علماء و مشائخ کی نقل اتارتے اور بایں ہمہ محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں۔ ان کی اس کلمہ گوئی و ادعائے اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث و اضرا اور ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست، مجوسی سب سے بدتر کر دیا کہ یہ آ کر پلٹے، دیکھ کر الٹے، واقف ہو کر اوندھے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

ذَلِكْ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطَبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا  
يَفْقَهُوْنَ ۝

یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ایمان لا کر کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی

گئی تو اب ان کو اصلاً سمجھ نہ رہی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۴۶: ۱۹ / رجب ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ زید چند طریقہ سے صرائی کرتا ہے۔

- ۱- روپیہ کا کل نامہ چاندی کا دیتا ہے۔
- ۲- کل نامہ گلٹی کا۔
- ۳- پورے سولہ آنے پیسے۔
- ۴- چاندی گلٹی پیسے ملے ہوئے مگر سولہ آنے دیتا ہے۔
- ۵- ہر چہار طریقہ مذکورہ بالا میں ایک پیسہ کم۔
- ۶- اسی طریقہ سے نوٹ کا نامہ دیتا ہے۔ یا تو ہو طریقہ میں پورا نامہ یا ہر ایک میں ایک ایک پیسہ کم۔
- ۷- اور ۱۰۰ نوٹوں کے ۹۹ روپیہ بھی فروخت کرتا ہے اور خریدنے والے خوشی سے لے جاتے ہیں۔

آیا یہ سب طریقے جائز ہیں یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب: دونوں طرف نری چاندی ہو تو دو باتیں فرض ہیں۔ دونوں کانٹے کی تول ہموزن ہوں اور دونوں دست بدست اسی جلسہ میں ادا کی جائیں۔ بائع مشتری کو دے دے مشتری بائع کو۔ ان میں سے جو بات کم ہوگی حرام ہے۔ اور اگر ایک طرف روپیہ ہے اور دوسری طرف نری چاندی نہیں، گلٹ یا پیسے یا نوٹ ہیں۔ یا روپیہ سے کم چاندی باقی پیسے یا گلٹ نوٹ۔ یا ایک طرف نوٹ ہے اور دوسری طرف چاندی یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ تو صرف ایک بات لازم ہے کہ ایک طرف کا قبضہ ہو جائے۔ اگر بیع و شرا کر لی اور نہ بائع نے مشتری کو بیع دی نہ مشتری نے بائع کو ثمن تو حرام ہے اور ایک طرف کا قبضہ ہو جائے تو جائز۔ اگرچہ دوسری طرف سے ابھی نہ ہو۔ اور اس صورت میں پیسے دو پیسے خواہ زائد کی کمی بیشی یا سو کا

نوٹ ایک روپیہ یا ایک روپیہ کا سو روپیہ کو برضا مندی بیچنا سب جائز ہے۔ یہ سب صورتوں کا جواب ہو گیا۔ یہ احکام بیچ میں ہیں۔ اگر روپیہ یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ قرض دیئے اور یہ ٹھیرا لیا کہ ایک پیسہ زائد لیا جائے گا تو حرام قطعی اور سود ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: واحل اللہ البيع وحرّم الربوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۷: ۴/۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا کہ دیہات میں اکثر یہ رواج ہے کہ مسلمان بکرے کو ذبح کر کے چلا جاتا ہے۔ باقی گوشت پوست سب ہندو چک بنا کر فروخت کرتے ہیں۔ ایسا گوشت مسلمانوں کو کھانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حرام ہے کافر کا یہ کہنا کہ یہ وہی بکرا ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا مسموع نہیں اذلا قول لہ فی الدیانات۔ (ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔ کوئی نہ کوئی مسلمان جب سے اب تک اسے دیکھا رہا ہو جس سے اس پر اطمینان ہے کہ یہ وہی جانور ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا تو خریداری جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۳۸: ۲۸/ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ والدین کا بھی اولاد کے اوپر کچھ حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔  
الجواب: والدین کا حق اولاد پر اتنا ہے کہ رب عزوجل نے اپنے حقوق عظیمہ کے ساتھ گنا ہے:

حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ (واللہ تعالیٰ

اِنْ اَشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ۔





الجواب: پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۱: ۱۵ / محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سید صاحب سر پر بال اس طرح رکھیں کہ وہ کاکل یا گیسو کے جا سکیں۔ تو ایسے بال ان سید صاحب کو بڑھانا جائز ہیں یا نہیں؟ سنا گیا ہے کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گیسو تھے جو شانوں پر لٹکتے تھے۔

الجواب: شانوں تک گیسو جائز ہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔ اور شانوں سے نیچے بال کرنا عورتوں سے خاص اور مرد کو حرام ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ تعالیٰ المتشبهن بالنساء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۲: ۲۱ / محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ؟ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں، یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو، جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و

ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا حرام، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور جتنی پڑھی ہوں، سب کا پھیرنا واجب۔

اور انہیں کے قریب ہے فاسق معطن۔ مثلاً ڈاڑھی منڈا، یا خشخاشی رکھنے والا، یا کتروا کر حد شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے، یا ریشمی کپڑا پہنے، یا مغرق ٹوپی، یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی، یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں، یا سود خوار یا نانچ دیکھنے والا۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

اور جو فاسق معطن نہیں، یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص وکلا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔

اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے اگرچہ عالم قبھر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معطن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لئے جائیں۔ بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کے کچھ عوض نہیں۔

امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت، صحیح القراءۃ ہو، مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تشفر ہو۔ یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ ۵۳: یکم صفر ۱۳۳۹ھ کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا حق ہیں؟

الجواب: مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالیٰ:

اور ان کے ساتھ اچھی گذران کرو۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

وقال تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور عورت پر مرد کا حق امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت، اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن، وہ بھی صبح سے شام تک کے لیے اور بہن بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد۔ اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں ”اگر میں کسی کو کسی غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔“ اور ایک حدیث میں ہے ”اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایزٹیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہو گا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ ۵۴: ۲۹ / صفر ۱۳۳۹ھ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ کے سامنے عاجزی کرتے

ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہ ہوگی؟ بیسوا  
توجروا۔

الجواب: اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۵۵: ۶ / ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں  
کہ جس جانور کو ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی پہلی دفعہ میں اس کی گردن اس  
کے جسم سے علیحدہ ہو گئی، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کھال اس کے سر سے کچھ  
لگی رہی تو کیا حکم ہے؟

الجواب: دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بجمن المصطفیٰ علیہ السلام

مسئلہ ۶۵: ۱۲ / ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ  
میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے ان کے کھانے کو بعض شخص  
مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے آیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا  
چاہیے؟ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں۔

ایک موضع میں ان سوئم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک  
چماروں کو دے دیتے ہیں وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے  
ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیے یا نہیں۔ بیسوا توجروا۔

الجواب: یہ چیزیں غنی نہ لے، فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے ملنے سے  
خوش ہوتا ہے، اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو ان کا دینا گناہ، گناہ،  
گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں۔ اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے

یہ حکم عام فاتحہ کا ہے نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں، وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں جب کہ مانی ہوئی نذر بطور شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۷: ۱۵ / ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مذبح میں گاؤ کشتی کرتا ہے اور ہر ایک ذبیحہ پر دو پیسے ایک ایک آنہ لیتا ہے اور وہی زید امامت بھی کرتا ہے اور گاہ گاہ اجرت ذبیحہ میں گوشت بھی لیتا ہے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ ذبیحہ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

اور بعض شخص کہتے ہیں کہ گوشت کھانا کسی آیت حدیث سے ثبوت نہیں بعض شخص کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے زمانہ میں گاؤ کو ذبح کرا کر اور اس کا گوشت پکوا کر اس میں اپنی انگشت مبارک تر کر کے چوس لیا ہے۔ سو یہ بھی تب کیا تھا کہ حضور اقدس ﷺ کو کئی دن کا فاقہ تھا۔ جب سے گوشت کھانا لوگوں نے اپنے مزے کی خاطر جاری کر لیا ہے اب جناب قبلہ سے امید وار ہوں کہ اس کا پورا پورا ثبوت مع آیت و حدیث شریف کے تحریر فرما کر عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ذبح پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں لانہ لیس بمعصیۃ ولا واجب متعین علیہ۔ ہاں یہ ٹھیرانا کہ اسے ذبح کرتا ہوں۔ اس میں سے اتنا گوشت اجرت میں لوں گا یہ ناجائز ہے۔ لانہ کفیز الطحان جو جائز ذبح پر جائز اجرت لے۔ اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی حرج نہیں۔ اس کی امامت درست ہے۔ جب کہ کوئی مانع شرعی نہ رکھتا ہو۔ گوشت کھانا بلاشبہ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فکلوا منها واطعموا البائس الفقیر و قال

اللہ تعالیٰ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا دَخَلَتْكُمْ إِلَيْهِمُ اللَّهُ عَلَيْهِ

وہ بے سرو پا حکایت جو کسی نے بیان کی محض کذب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۸: ۲۷ / ربیع الاول ۱۴۳۹ ہجری، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے شجرہ خوانی دام تزویر ہے۔ اور اس پر بہارستان مولانا جامی سے یہ عبارت نقل کرتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت جناب کا شجرہ کیا ہے جناب نے ارشاد فرمایا کہ صرف شجرہ خوانی سے کوئی کسی مقام پر نہیں پہنچتا پس ہم اللہ تعالیٰ کو بے مثلیت کے ساتھ پہچانتے ہیں اور تمام انبیاء اور اولیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی ایک سلسلہ کے ہم پابند نہیں ہیں۔

از حضرت سید بہاؤ الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پر سیدند۔ کہ از حضرت شجرہ شامی چیت فرمودند کہ کے از شجرہ خوانی بجائے نرسد۔ پس خدائے عزوجل را بیگانگی می شناسیم۔ و بہم انبیاء و اولیاء ایمان آریم۔ و مقید سلسلہ نیستیم۔" یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: یہ قول محض باطل ہے۔ اور اس میں ہزارہا اولیائے کرام پر جملہ ہے اور بہارستان سے جو عبارت نقل کی ہے۔ ساختہ ہے اس میں شجرہ خوانی یا شجرہ کا لفظ کہیں نہیں۔ اور پس خدائے عزوجل سے آخر تک ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی ہوئی ہے۔ بہارستان میں نہیں۔ شجرہ حضور سید عالم ﷺ تک بندے کے اتصال کی سند ہے۔ جس طرح حدیث کی اسنادیں امام عبدالرشید بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اولیاء و علماء و محدثین و فقہاء سب کے امام ہیں فرماتے ہیں:

لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ماشاء۔

اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا دین میں اپنی مرضی کی بات کرتا پھرتا۔

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں۔

اولاً۔ رسول اللہ ﷺ تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم۔ صالحین کا ذکر کہ موجب نزول رحمت ہے۔

سوم۔ نام بنام اپنے آقا یا نعت کو ایصال ثواب کہ ان کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت

ہے۔

چہارم۔ جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا۔ وہ اوقات مصیبت میں اس

کے دستگیر ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدة  
آرام کی حالت میں خدا کو پہچان وہ تجھے سختی  
میں پہچانے گا۔

رواہ ابو القاسم من بشران فی امالیہ عن ابی ہریرۃ وغیرہ عن ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔

کتبہ  
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مسجد کے اندر کھانا پینا جائز ہے۔ یا مکروہ۔

یا حرام؟ کیا وہ شخص جو نفل اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہوا ہو۔ کھاپی

سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر کھاپی سکتا ہے تو کیا کچھ ذکر الہی کرنے کے بعد۔ یا داخل ہوتے ہی فوراً

کھاپی سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد میں ایسا کھانا پینا کہ مسجد میں گرے۔ اور مسجد آلودہ ہو۔ مطلقاً حرام ہے۔

معتکف ہو یا غیر معتکف اسی طرح ایسا کھانا جس سے نماز کی جگہ گھرے۔ اور اگر یہ

دونوں باتیں نہیں تو غیر معتکف کو مکروہ۔ اور معتکف کو مباح۔ کہ اگر واقعی اسے اعتکاف منظور ہی تھا جب تو نیت کرتے ہی معا کھاپی سکتا ہے۔ اور اگر اعتکاف کی نیت اس لیے کی۔ کہ کھانا پینا جائز ہو جائے۔ تو پہلے کچھ دیر ذکر الہی کرے پھر کھائے۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۶۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ نکاح دوم جائز ہے۔ یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی۔ وہ کیسی ہوگی؟ اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے۔ یا نہیں؟ اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں۔ یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب: زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ۔ اس سے جو اولاد ہوگی۔ شرعاً اولاد حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ اسے ولد حرام معنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی۔ اس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی۔ ولد حلال ہے۔ اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو۔ وہ بھی شرعاً اولاد حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں۔ زید کا ترکہ پائیں گی۔ کہ نسب ثابت ہے۔ ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی۔ کہ نکاح فاسد ہے۔ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں۔ پہلی مطلقاً اور دوسری اس صورت میں کہ حقیقتاً اس سے جماع کیا ہو۔ فقط خلوت کافی نہیں پھر بھی اپنا پورا مہر پائے گی۔ اور دوسری مہر مثل پورا جو مہر بندھا تھا۔ ان دونوں میں سے جو کم ہو۔ وہ پائے گی۔

در مختار میں ہے:

يجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود ومثله تزوج الإختين معا ونكاح الإخت



فی عدة الاخت اه ش بالوطء لا بغیره کالخلوط ولم یزد مهر  
المثل علی المسمی لرضاہا بالخط ولو کان دون المسمی  
لزم مهر المثل۔

واجب ہو گا ہر مثل نکاح فاسد میں یعنی وہ نکاح جس میں شرائط صحت نکاح  
میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے مثلاً گواہ اور اسی طرح ہے دو بہنوں کا  
اکٹھا نکاح اور ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن کا نکاح اش مذکورہ بالا  
صورت میں مہر طئی کرنے سے واجب ہو گا و طئی کے بغیر خلوت وغیرہ  
سے مہر لازم نہیں ہو گا اور ہر مثل مہر مسمی پر زائد بھی نہ ہو کیونکہ کمی پر  
عورت راضی ہو چکی ہے اور اگر یہ مہر مسمی سے کم ہو تو ہر مثل لازم ہو  
گا۔

ہدایہ باب النکاح الرقیق میں ہے:

بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل کالنسب و  
وجوب المہر والعدۃ

بعض مقاصد نکاح فاسد میں حاصل ہیں جیسے ثبوت نسب اور وجوب مہر

اور عدت

در مختار میں ہے:

یستحق الارث بنکاح صحیح فلا  
توارث بفاسد ولا بتاظل اجماعاً و  
اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

آدمی مستحق وراثت صحیح نکاح سے ہی ہو گا پس  
نکاح فاسد اور باطل سے کوئی ایک دوسرے کا  
وارث نہیں ہو سکتا اجماعاً۔

مکتبہ

عبدہ المذنب امہ رضا عفی عنہ

بجھن المعظفی

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### احکام شریعت

(حصہ دوم)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قول ہے وقت مغرب بہت قلیل ہے اسی وجہ سے چھوٹی سورۃ مغرب میں پڑھتے ہیں اور بعد دو سنت و نفل کے مغرب کا وقت نہیں رہتا یا پانچ چھ منٹ اور رہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نماز مغرب اول وقت پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا پڑھنا یہ سب مستحب ہے۔ مغرب کا وقت جب تک سرخی شفق کی رہتی ہے باقی رہتا ہے، بلکہ آدھ گھنٹے سے زائد رہتا ہے لہذا گزارش ہے کہ وقت مغرب کی پہچان کہ کب تک رہتا ہے اور کتنی دیر رہتا ہے اور زید و عمرو کے قول کی تصدیق اور یہ کہ سرخی کے بعد جو سفیدی رہتی ہے اگر اس وقت کوئی شخص نماز مغرب ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں اور بلاکراہت کس وقت تک پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: زید کا قول محض غلط ہے اس نے اپنی طبیعت سے یہ بات گھڑی ہے جیسی تو وہ شک کی حالت میں ہے خود نہیں کبھی کہتا ہے نہیں رہتا پھر کہتا ہے پانچ یا چھ منٹ اور رہتا ہے یہ سب اس کے باطل خیالات ہیں جن کو شرعی معاملات میں استعمال کرنا حرام ہے بلکہ مغرب کا وقت اس سپیدی کے ڈوبنے تک رہتا ہے جو عرضاً یعنی جانب مغرب میں شمالاً جنوباً سپیدہ صبح کی طرح پھیلی ہوتی ہے اس کے بعد جو سپیدی نہ جنوباً شمالاً بلکہ آسمان میں اوپر کی طرف کو طولاً صبح کاذب کی طرح باقی رہے اس کا اعتبار نہیں۔ غروب آفتاب سے اس سپیدی ڈوبنے تک جو عرضاً پھیلی ہوتی ہے۔ ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ وقت ہوتا ہے اور زائد سے

زائد ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ۱۸ سے ۳۵ منٹ تک وقت بدلتا رہتا ہے کہ بعض دنوں میں سپیدی ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ بعض دنوں میں ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ بعض میں ۲۰ اسی طرح ۳۵ منٹ بعد غروب ہوتی ہے ردالمختار تحت قول ماتن الشفق هو الحمرة عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام فرمایا: والمحقق في الفتح بانه لا يساعده رواية الخ وقال تلميذه العلامة قاسم في صحيح القدوری ان رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الائمة الثلاثة الى اليوم من حكاية القولین ودعوى عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال في الاختيار الشفق البياض وهو مذهب الصديق الخ۔ ہاں مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے اور بلا عذر دو رکعتوں کے قدر دیر لگانا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے درمختار میں ہے والمستحب التعجيل في المغرب مطلقا و تاخير قدر رکعتین یکرہ تنزیہا۔ اور بلا عذر اتنی دیر لگانا جس میں کثرت سے ستارے ظاہر ہو جائیں مکروہ تحریمی و گناہ ہے اسی میں ہے والمغرب الى اشتباك النجوم امی کثرتها کرہ تحریمًا الابعذر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲: کیا حکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا مسائل ذیل میں:

(الف) زیور نقرئی یا طلائی روزانہ پہنا جاتا ہو یا رکھا رہے کیا دونوں پر زکوٰۃ ہے؟

(ب) حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکوٰۃ

کے ہو؟

(ج) جو روپیہ تجارت میں مثلاً پارچہ یا کرایہ وغیرہ خرید لیا ہے اس پر زکوٰۃ کس حساب سے

دینا ہوگی۔

(د) فی صدی کیا زکوٰۃ کا دینا ہوگا؟

(ه) زکوٰۃ کا روپیہ کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو دینا چاہیے یا نہیں؟

(و) زکوٰۃ کا دینا اولیٰ کس کو ہے، بھائی بہن والدین جو صاحب نصاب نہ ہوں ان کو دینا

چاہیے یا نہیں؟

(ز) چھپن روپیہ جس شخص کے پاس ہوں صاحب نصاب ہے اب وہ زکوٰۃ کا کیا دے؟

(ح) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض؟

(ط) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بکری کی قربانی کرو تو کس کی قربانی کی جائے؟ بینواتوجروا۔  
الجواب:

(الف) زیور مطلقاً زکوٰۃ ہے ہر وقت پہنے رہیں خواہ کبھی نہ پہنیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سونے کے عوض سونا اور چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نر کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا ہاں اگر سونے کے بعد چاندی چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی نرخ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو گا وقت ادا کا اگر ادا سال تمام سے پہلے یا بعد ہو بلکہ جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ اور وقت جب عود کریں گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہو گا۔ اس وقت کا نرخ لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو اسے مال تجارت کی قیمت ہے اس کا چالیسواں حصہ دینا ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) آسانی اسی میں ہے کہ فی صد ڈھائی روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ه) ان کو دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(و) یہ جن کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ دادا، دادی نانا، نانی اور جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، ان کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بھائی بہن اگر مصرف زکوٰۃ ہوں تو ان کو دینا سب سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) چھپن (۵۶) روپیہ کا چالیسواں حصہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ح) صاحب نصاب جو اپنی حوائج اصلہ سے فارغ چھپن (۵۶) روپیہ کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) مشرکوں کی خوشنودی کے لیے گائے کی قربانی بند کرنا حرام سخت حرام ہے اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہو گا اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا چودہ سال کی ہو وہ شخص کس طریقہ سے نماز قضا پھیرے جو طریقہ آسان ہو اور قام فرمائیے مع نیت اور وتر کے کہ نماز وتر قضا پڑھی جائے گی یا نہیں۔  
جواب عام: فہم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قضا ہر روز کی نماز کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں دو فرض فجر کے چار ظہر چار عصر تین مغرب چار عشاء کے اور تین وتر اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے۔ نیت کی میں نے سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی یا پچھلی ظہر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک میں نے اسے ادا نہ کیا اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح سجدہ میں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والے کے لیے یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع کر لے مگر وتروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورۃ دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف یہ کہ پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ اللہم صلی علی محمد والہ کہہ کر سلام پھیر دے چوتھی تخفیف یہ کہ وتروں کی تیسری رکعت میں دعائوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار ربی اغفر لی کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴: کیا حکم ہے شرع مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ تین بھائی حقیقی ایک مکان میں رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد تین قطعے ہو گئے دو مکانوں کا دروازہ ایک ہی رہا اور تیسرے قطعہ کا دروازہ علیحدہ دوسری جانب کو بنایا گیا مگر اس مکان میں ایک کھڑکی پچھلے دونوں قطعوں میں آمد و رفت کے واسطے رہی جس کے باعث سے تینوں بھائیوں کے مکان ایک ہی سمجھتے جاتے ہیں۔ اس تیسرے قطعہ یعنی کھڑکی والے مکان کے ساکن کا انتقال ہو گیا تو مرحوم کی بی بی ایام

عدت میں اس کھڑکی سے پچھلے دونوں قطعوں میں جا سکتی ہے یا نہیں اور پچھلے دونوں قطعوں کے مالک بھی مرحوم ہی تھے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ میت کا مکان سکونت وہ تھا عورت اس میں عدت پوری کرے اور کھڑکی دو مکانوں کو ایک نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نکاح کیا بعد رخصت کے یہ

معلوم ہوا کہ عورت امراض سخت میں مبتلا ہے اور اولاد کی اس سے قطعاً ناامیدی ہے اور کاروبار خانہ داری سے بالکل مجبور ہے۔ دو سال تک زید نے اپنی عورت کا علاج کیا مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا مجبوراً زید نے دوسرا نکاح کیا۔ زوجہ اولیٰ کے والدین نے اپنی لڑکی کو اپنے مکان پر روک لیا اور زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کیا چند بار زید اپنی بی بی کے پلینے کے واسطے گیا اور بہت خوشامد کی مگر زوجہ اولیٰ کے والدین کسی طرح رضامند نہیں ہوئے زید اس کے بلانے کی کوشش میں ہے ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر یہ صورت واقعہ میں زید کا قصور کیا ہے اس کے پیچھے نماز بے تکلف روا ہے اگر اور شرائط امامت رکھتا ہے قال اللہ تعالیٰ لا تزوا ذرۃ و ذرا خری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل تھی حتیٰ کہ وہ عالم ہو گیا نماز اس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس کے والد کا پتہ نہیں کہ کون تھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز جائز ہونے میں کلام نہیں بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدہ کاسنی ہو اور کوئی وجہ اس کے پیچھے منع نماز کی نہ ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے جب کہ حاضرین میں اس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز و طہارت کا علم نہ ہو کما فی الدر المنختار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷: کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس میں کہ دعوت طعام کوئی سنت ہے اور کس دعوت طعام سے انکار کرنا اور قبول نہ کرنا گناہ ہے بالتفصیل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:** دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت موکدہ ہے جب کہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہ نہ ہو۔ نہ کوئی مانع شرعی ہو اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جب کہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار ہے رد المختار میں ہے:

دعی الی ولیمۃ ہی طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام و فی الہندیۃ عن التمر تاشی اختلاف فی اجابۃ الدعوی قال بعضهم واجبۃ لا یسع ترکھا وقیل العامۃ ہی سنۃ والا فضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ والا فهو مخیر والا جابۃ افضل لان فیہا ادخال السرور فی قلب المؤمن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولاً والا فضل ان یاکل لو غیر صائم و فی البناۃ اجابۃ الدعوی سنۃ ولیمۃ او غیرھا و اما دعویۃ یعقد بہا التطاول او انشاء الحمد او ما اشبہہ فلا ینبغی اجابتھا لا سیما اهل العلم اھ ملخصاً و فی الاختیار ولیمۃ العرس سنۃ قدیمۃ ان لم یجبھا اثم و جفالا نہ استہزاء بالمضیف اھ و مقتضاه انھا سنۃ موکدۃ بخلاف غیرھا و صرح شارح الہدایۃ بانھا قریبۃ من الواجب و فی التاتار خانۃ عن الینابیع لودعی الی دعوتہ فالواجب الا اجابۃ ان لم یکن هناك معصیۃ ولا بدعۃ والا متناع اسلم فی زماننا الا اذا علم یقیناً ان لا بدعۃ ولا معصیۃ اھ و الظاهر حملہ علی غیر الولیمۃ لمان مرتامل اھ واللہ تعالی اعلم۔

**مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(الف) حضور سرور عالم ﷺ نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا

ہے یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیونکہ کتاب معارج النبوة سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوة کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں۔

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(د) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان میلاد شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کر بلا پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ه) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سروپا ظاہر ہوں گی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خودن آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی ﷺ کا دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید کیا گیا ہاتھ میں لیے ہوئے بارگاہ الہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایا پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی صحیح ہے یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لیے بیشتر ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ز) حضور اقدس ﷺ کا شب معراج عرشی الہی پر نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟ اللہ کے حضور حاضر ہونا چاہیے نہ کہ تشریف لے جانا مولف یعنی معہ نعلین عرض پر جانا ۱۲ مولف)

(ح) راقیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہدائے کر بلا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دہیر پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور ﷺ کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوالے یا امت کو



آپ نے ماں باپ کو چھوڑا امت اختیار کی صحیح ہے یا نہیں؟  
 زید باوجود اطلاع پانے جو بات سوالات مذکور الصدر کے اگر اپنے قول و افعال مذکورہ بالا  
 سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو اور ان جو بات کو جھوٹا تصور کرے اور یہی بیانات اور  
 طریقے جاری رکھے تو اس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

واب:

(ف) بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سنی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) اس مال پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ  
 جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اس کے لیے کوئی شہادت کی حاجت  
 نہیں اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام  
 سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہو گا کما نص علیہ فی الہندیۃ وغیرہا۔  
 بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ  
 ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہوا ہو  
 تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی۔ جو شیرینی اسے خاص اجرت زنا یا غنا میں  
 ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر  
 جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے۔ یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا تو مگر  
 اس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لیے ہو معصیت یا منظرہ معصیت یا  
 تمتمت یا منظرہ تمتمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یقص مواقع التہم۔

جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تمتمت کی جگہ نہ کھڑا ہو اول تو  
 ن کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات خباثت پر ہی ہے جو اہل تقویٰ نہیں اسے  
 ن کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہل تقویٰ ہے اس کے لیے وہ لوہار کی  
 مٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو  
 ور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن وقع حول الحی اوشک ان یقع فیہ جو رمنے کے گرد

چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سر ہے ذکر حزن مناسب نہیں۔

(ه) یہ سب محض جھوٹ اور افترا اور کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے مجمع اولین و آخر میں ان کا برہنہ تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا وہ کہ جب صراٹ پر گزر فرمائیں گے زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے اہل محشر اپنے سر جھکا لو اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بیٹی محمد ﷺ کی صراط پر گزر فرماتی ہیں پھر وہ نور انہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلو میں لیے ہوئے گزر فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا۔ یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ح) حرام ہے عن کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ حدیث میں ارشاد ہوا لا تجالسوہم کے پاس نہ بیٹھو ذوسری حدیث میں فرمایا من کثر سواد قوم فہو منہم جو کس قوم کا مجمع بڑھالے وہ انہیں میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب و بہتان ہے اللہ و رسول پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ی) جو بعد اطلاع احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر رہے اور فتویٰ شریعت جھوٹا تصور کرے وہ گمراہ ہے اس سے مجلس شریف پڑھوانا یا اس کا سننا اس سے امیہ ثواب رکھنا اس کی تعظیم کرنا سب ناجائز ہے جب تک تائب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اگر ہجرت ہی کرنا ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ کو ہجرت کروں گا کم از کم یہ تو ہو کہ مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا اور کہتا ہے دین مدینہ منورہ سے نکلا ہے اور پھر اسی طرف پلٹ جائے گا پس اس جگہ سے کون جگہ افضل ہوگی اور اس زمانہ میں جب کہ نصاریٰ کا قبضہ اس جگہ ہے کابل سے ہزار درجہ اس جگہ کی ہجرت کو

افضل کہتا ہے اور اپنے لیے باعث سلامتی دین و شفاعت تصور کرتا ہے زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں اور یہ ہجرت اس کی درست ہوگی یا نہیں اور اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفارہ کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ آئے گا ایسی نیت اس کی درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بے شک مدینہ منورہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہو سکتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں والمدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون مدینہ منورہ ان کے لیے سب سے بہتر ہے اگر وہ جائیں مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہو سکے گا اور قبضہ کفار کا بیان غلط اور ہو تو یہ نیت کہ ان کے قبضہ تک وہیں رہے گا الٹی نیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰: خدمت والا میں گزارش ہے کہ براہ کرم امور ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسلی فرمائیں:

(۱) مسائل خلافت اسلامیہ و ہجرت عن الہند کے متعلق مولوی عبد الباری فرنگی محلی و ابوالکلام آزاد وغیرہ نے جو کچھ آواز اٹھائی ہے یہ حدود اسلامیہ و شرعیہ کے موافق ہے یا خلاف۔

(۲) ہر لحاظ سے جناب والا کی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے اگر موافق ہے تو یوں ان اصحاب کی تائید میں آواز نہیں اٹھاتے اور اگر خلاف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خطرناک ہلاکت سے کیوں نہیں روکا جاتا جناب والا نے اپنے لیے کیا راہ تجویز فرمائی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مقصد بتایا جاتا ہے اماکن مقدسہ کی حفاظت اس میں کون مسلمان خلاف کر سکتا ہے اور کارروائی کی جاتی ہے کفار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی و تقلید قرآن شریف و حدیث شریف کی عمر کو بت پرستی پر نثار کرنا۔ مسلمانوں کا قشقہ لگوانا کافروں کی جے بولنا رام پچھن پر پھول چڑھانا اور امان کی پوجا میں شریک ہونا مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بول کر مرگھٹ کو لے جانا کافروں کو مسجد میں لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا شعار اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامی میں بند کرنا ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام و کفر

کی تمیز اٹھادے اور بتوں کے معبد پر آگ کو مقدس ٹھہرائے اور اسی طرح کے بہت اقوال احوال افعال جن کا پانی سر سے گذر گیا جنہوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا کون مسلمان ان میں موافقت کر سکتا ہے۔ ان حرکات خبیثہ کے رد میں فتوے لکھے گئے۔ اور لکھے جا رہے ہیں اس سے زیادہ کیا اختیار ہے پاکی ہے اسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو پتہ یا درخت بوجہ غفلت تسبیح کر جاتا ہے یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: رب عزوجل فرماتا ہے:

تسبح له السموات والارض ومن فیہن وان من شیء الا یسبح بحمده ولیکن لا تفقہون تسبیحہم۔

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح۔ اجسام محض جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی قائم نہیں دائم التسبیح ہیں کہ ان میں شیئی کے دائرہ سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کہ اس روح متعلق کے اختیاری نہیں وہ اسی ان من شیئی کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔

دوسری تسبیح روح یہ ارادی و اختیار ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نباتات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد یا جب جانور مرجائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں۔

فانہ مادام رطبایسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت۔

کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل و قطع و موت و بیس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزو لا یتجزی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی۔ ان من شئی الا یسبح بحمدہ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب و عظم میں اس طرح کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں اور کبھی اس طرح کہتے تھے ”ارشاد فرماتا ہے“ کہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر و شرک تو لازم نہیں آتا ہے گھنگار ہوتا ہے یا نہیں اور کتابوں کے مصنف نے اللہ فرماتے ہیں کیوں نہیں لکھا اور فرماتا ہے لکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل کو ضماۓ مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد و تر ہے اور تعظیماً ضماۓ جمع میں بھی حرج نہیں اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضماۓ متکلم میں تو صدہا جگہ ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون۔ اور ضماۓ خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کیر گارب ارجعون اعمل صالحا۔ اس میں علمائے تاویل فرمادی ہے کہ ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع۔ ہاں ضماۓ غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلا نکیر رائج ہیں۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید

قرہ فال بنام من دیوانہ ربن!

ع سعدیا روز ازل جنگ تبرکال داوند

زرویت ماہ تاباں آفریدند

زقدت سرد بستاں آفریدند

ایسی جگہ لوگ قضا و قدر کو مرجع بتاتے ہیں بہر حال یوں ہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر اس میں کفر و شرک کا حکم کسی طرح نہیں ہو سکتا نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلاف

اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر قاعدہ ہے جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہوتا ہے تو بسم اللہ شریف اس کو پڑھاتے ہیں اور خوشی کرتے مٹھائی وغیرہ پانٹتے ہیں اس کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں سنت ہے یا مستحب کیا یہی ضروری ہے کہ جب لڑکے کی عمر مذکورہ بالا ہو جب ہی پڑھائی جائے یا کم و بیش پر بھی پڑھا سکتا ہے۔ اور کسی عالم کے پاس لے جائے یا ہر شخص صحیح عقیدہ پڑھ سکتا ہے نیز مسنون طریقہ ارقام فرمائیے۔

الجواب: طریقہ مذکورہ جائز ہے اور اتنی عمر ضروری نہیں کم و بیش بھی ہو سکتی ہے اور عالم کو پڑھانا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴: حضرات علمائے کرام اہل سنت و ارث علوم شریعت کیا فرماتے ہیں کہ زید ایک سنی بزرگوار کا مرید ہے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ان بزرگوار کا انتقال ہو گیا اب زید اور کسی عالم سے بیعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: تبدیل بیعت بلاوجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے وہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اسی سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں اعلیٰحضرت مجدد مائتہ حاضرہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ بالبر والاحسان اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر اس کے بعد پھر نماز ظہر پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب: ہندوستان، بنگلہ دارالاسلام ہے یہاں کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اس کے بعد نماز ظہر کی حاجت نہیں ہاں جاہلوں نے جو دیہات میں جمعہ نکال لیا ہے وہاں اگر کوئی جمعہ پڑھے تو اس پر ظہر پڑھنا ضروری لازم ہے کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی واڑھی منڈے سے ملاقات ہو اور یہ شناخت نہ ہو کہ مسلمان ہے یا ہندو اس کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں اور اس

صاحب کو سلام کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو شخص پہچان میں نہ آئے کہ مسلمان ہے یا کافر اس سے ابتداء سلام جائز نہیں

کہ ابتداء سلام مسلمان کے ساتھ سنت ہے اور کافر کے ساتھ حرام اور فعل جب سنت و حرام میں متردد ہونا جائز رہے گا کمانی الخلاصۃ والدر المختار وغیرہما واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبد اللہ بن مطلب بن ہاشم بند

عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہمارے نزدیک صحیح و ریح یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے آباؤ اہمات حضرت

عبد اللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہم السلام و حضرت حوا علیہم السلام تک

سب اہل توحید و اسلام و نجات ہیں تو انہیں ایصال ثواب میں حرج نہیں البتہ اختلاف علماء سے

بچنے کے لیے مناسب یہ ہے کہ ثواب نذر بارگاہ بیکس پناہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم

کرے اور حضور ﷺ کے طفیل میں حضور ﷺ کے علاقہ والوں کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ و رسول یزید

بخشا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں امام احمد وغیرہ اکابر اسے

کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر

کتنا ہی عذاب ہو بالاخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان

کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو چیز خالص لوجہ اللہ دی جاتی ہے اس

کا کھانا امیر و غنی کو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض و

سقایہ کا پانی یا مسافر خانہ کا مکان غنی کو بھی جائز ہے مگر میت کی طرف سے جو صدقہ

ہو غنی کو دے غنی لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرشتہ پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا

نہیں؟

الجواب: درود جیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تو ملائکہ کے لیے ہے یہی ایصالِ ثواب بھی کر سکتے ہیں۔

لان الملانکة اهل الثواب كما ذكره امام الرازي وفي ردالمحتار  
للملنكة فضائل علينا في الثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائیں گے اور اسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بیچ جائے یا کام بن جائے تو نذر اللہ مصلیٰ کو کھلائیں گے کوئی کہے کہ ہمارا کام پورا ہو جائے تو مسجد میں شیرینی لے جا کر مصلیٰ کو کھلائیں گے تو یہ چیز ہر ایک کو کھانا جائز ہے یا نہیں خواہ امیر ہو یا غریب۔  
بینوا توجروا۔

الجواب: مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے کما فی فتح القدیر وجمع البرکات۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سورج کدو یعنی بیٹھا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بیٹھا حلال ہے۔ مخلوق لکم مافی الارض۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ختنہ کی تقریب میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: درست ہے کہ یہ سرور ہے اور سرور میں دعوت سنت ہے بخلاف طعام موت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص منت کسی قسم کی نماز روزہ حج صدقہ مانے اور بغیر ادا کیے ہوئے مر گیا اس کے اس حق کے ادا کیا کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وصیت کر گیا ادا واجب ہے اور وصیت تہائی مال میں ناقد ہوگی۔ حج کرائیں صدقہ دیں نماز روزہ کافیہ دیں اور اگر وصید نہ کی اور وارث بالغ اس کی طرف



سے حج کرے یا کرائے اور اپنے حصہ میں سے صدقہ فدیہ دے تو بہتر و موجب اجر ہے ورنہ مطالبہ نہیں میت نے اگر ادا میں تفصیر کی تو اس پر مطالبہ ہے ورنہ اس پر بھی نہیں جو ہرہ نیرہ در مختار میں ہے:

اذا مات من علیہ زکوٰۃ او فطرا و کفارة او نذر لم یتوخذ من ترکته عندنا الا یتبع ورثته بذلك وهم من اثل التبع ولم یجبروا علیہ وان اوصی تنفيذ من ثلث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر ہیں ایک مسلمان ہو گیا تو اب وہ بھائی کافر اس کو حق حصہ نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تمہارا حق کیا ہے تو اس مسلمان بھائی کا حق ہو گیا نہیں؟ بینوا توجروا۔  
الجواب: اگر باپ کا ترکہ دونوں بھائیوں نے پایا تھا اب ایک مسلمان ہو گیا تو وہ اپنے حصہ کا مالک ہے مسلمان ہونے سے ملکیت زائل نہ ہوئی ہاں اس کے اسلام کے بعد ان کافروں میں جو مرا اس کا ترکہ اسے نہیں ملے گا لا اختلاف الدین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب و حاجت برائی کے لیے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تعصّف و قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے ہیں تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں عورتیں غیر محرم رہتی ہیں ان کے بچے پیشاب کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے یہ کہنا ان لوگوں کا اور ان کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام پر جانے کی ممانعت ہے اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور وہ بیہودہ دلیل محض لاطل اصحاب

مزارات دائرہ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں سینکڑوں ناخفاطیباں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قوالی جو عرسوں میں یا ان کے علاوہ ہوتی ہے جس میں سوا نعتیہ غزلیات کے عاشقانہ آلات یعنی مزامیر کے ساتھ بجائے جاتے ہیں جائز ہیں یا نہیں بزرگ لوگ جو اس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض کی نسبت وصال ہو جانا بھی سنا جاتا ہے یہ عمل ان کا کیا ہے اگر یہ برا ہے تو گدیوں یعنی خانقاہوں میں ہشتاپشت سے نہوتی چلی آتی ہیں خلاف ہے یا نہیں اور ایسی خانقاہوں میں جانا اور ارادت اختیار کرنا اور انہیں بہتر سمجھنا اور ان کے سامنے سر نیاز خم کرنا کیا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام زیادہ غلاب متسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوبی الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است حضرت مخدوم شرف المبتدئ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اکابر اولیاء نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ جب تک میزان شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو پیر بنانے کے لیے جو چار شرطیں لازم ہیں اس میں ایک یہ بھی کہ مخالفت شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے۔ اور ایسی جگہ کسی ذات خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے شیطان ایسے کرشمے دکھاتا ہے حضور غوث اعظم علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اسے بچھا دیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر

ایک ربانی نور ان کے ساتھ فرمایا کما فی بہجۃ الانوار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبر پر درخت لگانا اور دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں اور درخت اگر سایہ زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے مگر قبر سے جدا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ کے مابین ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اللہ عزوجل کے کتنے نام ہیں اور شہنشاہ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں اس کی شانیں غیر محدود ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسماء شرف مسی سے ناشی ہے۔ آٹھ سو سے زیادہ مواہب و شرح مواہب میں ہیں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے اور حصر ناممکن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ ﷺ کی بھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سورۃ فاتحہ میں حضور سرور عالم ﷺ کی صریح مدح ہے الصراط المستقیم محمد ﷺ اور ان کے صحابہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انعمت علیہم کے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں انبیاء علیہم السلام کے سردار مصطفیٰ ہیں (ﷺ) شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہوں نے ہر

آیت کو نعت کر دیا ہے اس میں سورۃ اخلاص بھی داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بزرگ عالم حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم دیتے ہیں اگر بعد وصال کے بھی خواب میں تعلیم کریں تو اس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رو سے چلنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حنانہ لکڑی جو آپ ﷺ کے فراق میں تلاں تھی۔ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہو گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: وہ جنت کا ایک درخت کیا جائے گا کما فی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرات منصور و تبریر و سرد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گئے جاتے ہیں اور فرعون شداد ہامان، نمرود نے دعویٰ کیا تو مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب: ان کافروں نے خود کہا اور ملعون ہوئے اور انہوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایاں ہے آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنانی انا الیہ۔ ”میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا۔“ کیا درخت نے کہا تھا حاشا بلکہ اللہ نے یوہیں یہ حضرات اس وقت شجر موسیٰ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ جس زمین سے مال گزاری مالک لیتا ہے اس میں اگر پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک کتا ہے کہ یہ مچھلی ہمارے ہے اگر رعایا نہ دے تو گنہگار تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مباح مچھلی جو پکڑے اسی کی ہے مالک کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(الف) طول قیام کثرت رکوع و سجود سے احب ہے یا نہیں؟

(ب) نماز کی اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہیے یا نہیں؟

(ج) امام قراءت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جب کہ مقتدی

وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب

شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(د) وتر میں قبل دعاء قنوت کے سہواً رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا ہے اب خیال

ہوا اور کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہولازم ہے یا نہیں؟

(ه) ایک آیت ما یجوز بہ الصلوۃ کی کتنی مقدار ہے؟

الجواب: (الف) ہاں طول قیام احب ہے، رد المحتار میں ہے المذاہب المعتمدان طول القیام

احب اسی میں ہے المذہب المعتمدان طول القیام احب اسی میں ہے قول

الامام هو المصحح بل هو قول الكل۔

(ب) اٹھالینا افضل ہے جب کہ بار بار نہ گرے۔ اور اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر رہنے

رہنا چاہے تو نہ اٹھانی افضل در مختار میں ہے سقطت قلنسوتہ فاعادتها

افضل الا اذا احتاجت بکثیر او عمل کثیر رد المحتار۔ الظاهر ان

افضلیتہ اعادتها حیث لم یقصد بترکھا التذلل۔

(ج) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لیے منظور ہو تو ایک بار

تسبیح کی قدر بھی بڑھانیکی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ یخشی علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا

عمل اس نے غیر اللہ کے لیے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر

مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ

پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو تو نہ کوئی غرض اس سے انکی

ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھانا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہو کہ یہ ابھی سر

اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑھا جائے گا تو بڑھا

دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کر رہا ہے اس کے لیے قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھانا موجب ثقل حاضرین نماز ہو گا تو سخت ممنوع و ناجائز المسألة واردة فی الکتب وبسطها الزامی فی صفة الصلوة وما قلبته عطر التحقیق۔

(د) تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ پڑھنے پایا ہو اسے قنوت کے لیے رکوع چھوٹنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لیے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سو ہے۔ در مختار میں ہے۔

لونسى القنوت ثم تزكركه فى الركوع لا یقتت فیہ لفوات محبله ولا یعود الى القیام فان اعاد وقت ولم یعد الركوع لم تفسد صلاته ویسجد للسهو قنت اولا لزواله عن محلته اه اقول وقوله ولم یعد الركوع ای ولو لم یعدہ لانه لم یرتفص بالعود للقتوت لكان لو اعاده فسدت لان زیادة مادون ركعة لا تفسد نعم لا یكفیه اذن بسجود السهولانه اخر السجدة بهذا الركوع عمدہ فعلیہ الاعادة سجدة للسهو ولم یسجد۔

(ہ) وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مدہامتن اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جو لہذا نماز کو کافی نہیں۔ اسی کو منیہ و ظہیریہ دسراج و ہاج و فتح القدر و بحر الرائق و در مختار وغیرہ میں اصح کہا اور امام الاجل علی اسبجاسی و امام ملک العلماء و ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف مدہامتن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا در مختار میں ہے۔

اقلها ستة احرف ولو تقدير اكلهم يلد اذا كانت كلمة فالاصح

عدم الصحة

ہندیہ میں ہے:

الاصح انه لا يجوز كذا في شرح الجمع لابن ملك وهكذا في  
الظهيرة والسراج الوهاج وفتح القدير-  
فتح القدير میں ہے:

لو كانت كلمة نحو مدھا متن 'ص' 'ق' 'ن' فان هذه ايات عند  
بعض القراء الاصح انه لا يجوز لانه يسمي عاد الاقارما-  
بحر الرائق میں اسے ذکر کر کے فرمایا:

كذا ذكره الشارحون وهو مسلم في ص و نحوه اما في  
مدھا متن فقدر الاسبجابی وصاحب البدائع انه يجوز  
على قول ابی حنیفة من غير ذكر خلاف بين المشائخ-  
بدائع میں ہے:

في ظاهر الرواية قدر ادنى المفروض بالاية التامة كقوله تعالى  
مدھا متن وما قاله ابو حنیفة اقبس- اقول-

اظہری یہ ہے مگر جب کہ ایک جماعت اسے تہجی ح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط  
ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب  
سے کم رہا ہو ایسے وقت ثم نظر کہ بلا جماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے۔  
مدھا متن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے  
جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہی یاد ہو اس کے بارے میں وہ کلام ہو گا اور احوط اعادہ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے اور  
شوہر اس کا اس کو منع کرے کسی عذر سے تو جاسکتی ہے۔ بغیر اجازت شوہر کے یا  
نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر محرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مسئلہ ۴۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم کرے  
اور وقت نماز اتنا ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں

رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجلائے؟ بینوا توجروا۔  
الجواب: نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔

مسئلہ ۴۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو اول وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اول سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں۔ تو کیا حضور ﷺ اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو ابتدائے مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں کیا تو قطرہ فولد (ﷺ) ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرما رہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے قطر فولد کنے پر موقوف ہے کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں۔ مہمل ولا یعنی سقوق اپنی طرف سے ایجاد کیے اور جو وجہ حقیقی ہے اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذات انور ہے ﷺ تعظیم ذات باختلاف حالات مختلف ہوتی ہے معظم کے قدم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت بادب اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے۔ ذکر شریف میں بھی ذکر قدم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم بادب قعود سے ولکن الوہابیۃ قوم لا یعقلون۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہو جاؤں گا۔ نام ایک فرقہ کا لیا آیا وہ انہیں میں سے ہو گیا نہیں یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کو جی چاہتا ہے یہ قول کیا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہو گیا مذاق سے کہے یا کسی دوسرے وجہ سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳ اس پر کوئی یہ کہے کہ ہم نے کہا کہ مثالی کھاؤں گا تو کہنے سے ہم نے کھلایا تو نہیں اسی طرح سے اگر ہم کسی فرقہ باطلہ کا نام لیں (کہ اس فرقہ سے ہو جاؤں گا) تو اس فرقہ سے نہ ہونا چاہیے (ج) صرف



کہنے سے آدمی کھاتا تو نہیں اور کفر و دین و اسلام کہنے سے ہوتی ہیں (س) اس سے لازم آتا ہے کہ اگر کافر کہے کہ مسلمان ہو جاؤں گا تو مسلمان ہو جائے گا حالانکہ نہیں (ج) کافر کے اس قول سے صرف اسلام کا پسند کرنا لازم آتا ہے اور پسند سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک اسلام نہ لائے اور مسلمان کا دوسرا فرقہ باطلہ کو پسند کرنا خود کفر ہے لہذا یہاں کفر پایا جائے گا وہاں اسلام نہیں پایا جائے گا جب تک اسلام نہ لائے۔

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے یعنی رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہو سجدہ کے بعد بیٹھنے نہ پائے کہ دوسرا سجدہ کرے بلکہ ایسا دیکھا گیا کہ اول سجدہ سے ایک دو بالشت سر اٹھایا یا بعدہ دوسرا سجدہ کر لیا ایسے شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: ایسی نماز قریب نہ ہونے کے ہے اور اس کا پھیرنا واجب اور پڑھنا گناہ۔ حدیث میں فرمایا کہ اگر ساٹھ برس ایسی نماز پڑھے گا قبول نہ ہوگی دوسری حدیث میں ہے: انا نخاف لومت علی ذلک لمت علی غیر الفطرۃ ای غیر دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے دین پر نہ مرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔  
الجواب: ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہو گئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے یہاں نکاح ہو، غیر کفو ملتے یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتا کامل اچھے نہیں مثلاً لڑکے کے آباؤ اجداد اچھے تھے لیکن ان کی جو رو طوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا منتظر رہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفالت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیاء کے لیے باعث ننگ و عار ہو باپ اگر شریف القوم

ہے اور طوائف سے بعد اس نے نکاح کیا تو اس سے بچے کے نسب پر حرف نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اسی کو پڑھے یا موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑنے اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زبان سے سہواً جس سورۃ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ موخر خواہ مکرر ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

(۱) یہ کہ بعد اذان ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لیے جائیں بعدہ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اشعار اردو پڑھیں بعدہ نماز کو کھڑے ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت متوارثہ ہے نہ ترک واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصر روزہ نماز کے لیے کہاں تک حد رکھی گئی ہے بذریعہ ریل دو شب دو دن کے سفر میں قصر روزہ نماز ہو گا یا نہیں اگر نہیں تو کتنے دن کے سفر میں قصر چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ساڑھے ستاون میل مدت سفر ہے ریل میں ہو خواہ پیادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت زوال قرآن پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: آفتاب نکلنے ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کو قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ اور ذکر الہی درود شریف وغیرہ پڑھیں۔ وہ تین وقت تلاوت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ ہے رکوع کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور صُمُّ بَكْمُ عُمِّي فَهَمَّ لَا يَرْجِعُونَ ۵ پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیہ مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری تمثیل مستقل ارشاد ہوئی ہے جب تو اصلاً حرج نہیں اور اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہیے خصوصاً امثال فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۵ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۵ میں اس سے کم ہے نماز بہر حال ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ افیون۔ تاڑی۔ چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پئے کہ اس سے نشہ نہ آئے تو وہ شخص حرام کا مرتکب ہو یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لیے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے۔ جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہیے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گذرا دوسرے سے کہا صلوة ہو گئی اور جماعت تیار ہے اس نے کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمہ کفر ہے تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حاکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس کہنے سے وہ شخص کافر ہو گیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور یہ تیسرا بھی نئے سر سے کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مکان چھوڑنے اپنے دو سال کے ایک خط صرف بنام وارث زوجہ اپنی کے اس مضمون کا لکھا کہ ہم اپنی زوجہ کو طلاق دیتے ہیں اب اس کو بے میرے چاہیے کہ گھر سے میرے چلی جائے اب ہمارا آنا نہیں ہو گا اور اس کا نشان و پتہ نہیں کہ کہاں چلا گیا۔ حروف اس خط کا اس کے دوسرے خطوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے شبہہ کو دخل نہیں۔ آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر عورت باور کرتی ہے کہ یہ خط اس کے شوہر ہی کا ہے تو اسے اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے۔ کمانص علیہ فی الہندیۃ عن محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام اس مسئلہ میں کہ ایام حمل میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو عدت اس کی کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی عدت وضع حمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ امام نے سورۃ الم پورے رکوع یعنی وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۵ تک پڑھی جس میں اَلَمْ ذَلِکَ الْکِتَابُ لَا رِیْبَ فِیْہِ ۵ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۵ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِالْغِیْبِ وَیُقِیْمُونَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُونَ ۵ تک ٹھیک پڑھی بعدہ بجائے وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِمَا اُنزِلَ اِلَیْکَ ۵ کے وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِالْغِیْبِ ۵ پڑھ کر آگے کو بڑھ گئے اور آگے بجائے ان الذین کے والذین پڑھی اور سجدہ سو بھی کیا نماز ہوئی یا نہیں صرف آیات مذکورہ کے پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز ہو گئی سجدہ سو کی بھی کوئی حاجت نہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا کسی سرمہ فروش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے اور اس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے ذمہ رہے مجھے پان بقدر خرچ روزانہ کے دیا کرو اور جب روپیہ واپس دو گے تو مت دینا یہ صورت جائز ہے یا نہیں اور نہیں تو جواز کی کونسی صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ صورت خاص سود اور حرام ہے۔ سود کے جواز کی کوئی شکل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں تو جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنی مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چوپائے ہوں اگر ایک شخص کے پاس ساڑھ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں تو کیا وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: قربانی واجب ہونے کے لیے صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چھین روپہ کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت کاشتکار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو۔ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن چھین روپیہ کے مال کا مالک نہ ہو یہ صورت خلاف واقعہ ہے اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی اور جس پر قربانی ہے اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد معنی میں فساد ہو گیا جیسا کہ سورہ یوسف کے شروع میں چار آیات کے بعد رَأَيْتَهُمْ كِ  
جگہ رَأَيْتَهُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی مگر یہاں رَاٰیْتَهُمْ میں ت کا زبر پڑھنا مفسد نہیں نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر اذان نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہو مگر غلط تو نماز میں کیا خرابی ہے جب کہ ان صورتوں میں نماز پڑھی۔ نماز تراویح حافظ نابالغ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ نابالغ اذان دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دے دی ہو تو لوٹانی چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) بغیر اذان کے جماعت کرنا مکروہ ہے اور نماز مکروہ ہو گی اور اذان اگر ایسی غلط ہوئی کہ شرعاً اذان نہ ٹھہری تو وہ بھی بغیر اذان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہو سکتی اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان سمجھی جائے تو حرج نہیں اور اگر اس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں نقل گمان کریں گے تو لوٹائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص نے بعد ختم ہوتے وقت سحری کے حقہ پیا بگمان شب کے یعنی وقت سحری کے تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر بعد طلوع صبح صادق پیا روزہ نہ ہوا اسے پورا کرے اور قضا رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی۔ پیتل کانہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: چاندی کی ایک انگوٹھی ایک ننگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی ننگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے کانے پیتل لوہے تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی

مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن مرد کو درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بے زنجیر کے بٹن چاندی سونے کے مرد کو جائز ہیں اور زنجیر دار منع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص چاندی کے زنجیر دار بٹن بہ نیت زیبائش نہ پہنے بلکہ اس خیال سے پہنے کہ دوسری قسم کے بٹن جلد ٹوٹ جاتے ہیں تو پہننا درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس نیت سے ناجائز جائز نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جس نے سنتیں فجر کی نہ پڑھیں ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں

اسی طرح ظہر کی سنتیں بغیر پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وقت بقدر فرض ہی باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابل امامت نہیں تو جس نے

نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلہ کا ترک کرنا گناہ ہے اور اس کی امامت مکروہ۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جگانا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷: کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مسنون ہے یا بیٹھ کر؟

الجواب: بیٹھ کر سنے کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص صرف ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی اولیٰ ہوئی مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانوں تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال۔ پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے:

ولو وجد الامام راكعاً فكبر من خسيان الى القيام اقرب صح و لعنت نيته تكبيرة الركوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو ایسی حالت میں کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور شخصی کرنے والا اور حد شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہیے یا نہیں اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق ملعن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی ﷺ کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



مسئلہ ۷۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب سے کتنی دیر بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب: طلوع کے بعد کم از کم ۲۰ منٹ کا انتظار واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا پختہ بنانا روا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب: میت کے گرد پختہ نہ ہو اوپر کا حصہ پختہ کر دیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سنی مسلمان کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کسی کافر سے بات چیت کرے یا کسی کے پاس بیٹھے یا نوکری کرے تو یہ مسلمان کافر ہو گیا یا نہیں اور اگر کافر نہ ہو تو دوسرا شخص اس کو کافر کہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب: کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس لیے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہو گا مگر یہ کہ اس کے مذہب و عقیدہ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بجز ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے یہاں جانے کو اس وجہ سے منع کرتا ہے کہ ایک مکان ہے جس کا دروازہ اور صحن بھی ایک ہے جس میں زید کی زوجہ کے والدین ہیں اور دو غیر شخص کرایہ دار ہیں ایسی صورت میں زید کو اپنی زوجہ کے شرعاً روک لینے کا حکم ہے یا نہیں اگر بلا اجازت زید کی زوجہ چلی جائے تو زید کیا سزا دے سکتا ہے؟

الجواب: اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست ہو سکتا ہے تو زید اس کا بندوبست کرے اور عورت کو آٹھویں دن ماں باپ کے پاس صرف دن میں جانے کی اجازت دے رات کو وہاں نہ رہے ایسی حالت میں اتنے جانے سے نہیں روک سکتا اور اگر روکے تو عورت آٹھویں

دن بلا اجازت بھی بندوبست پردہ کے ساتھ دن کے دن جا کر واپس آ سکتی ہے زید اگر اتنی بات پر سزا دے گا۔ ظالم ہو گا۔ اور اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست نہیں ہو سکتا تو بلاشبہ زید روک سکتا ہے بلکہ روکنے کا حکم ہے۔ اور عورت اگر بلا اجازت چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے اس کا نان و نفقہ ساقط ہے اور زید اسے جائز سزا دے سکتا ہے کہ اولاً سمجھائے۔ نہ مانے تو اس سے الگ سوئے نہ مانے تو مارے مگر نہ مومنہ پر نہ ایسا کہ ضرب شدید ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں اور آواز کس قدر بلند کر سکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں، حلقہ باندھ کر ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لیٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ذکر جلی جائز ہے حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اچھٹے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریا کے لیے بناوٹ ہیں تو حرام بینہما وسط الا یذکر للحرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نماز نہیں جانتا اور نہ کلمہ یاد ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے کہ کلمہ یاد کرو اور نماز سیکھو تو کہتا ہے کہ ہم نہیں سیکھیں گے اور نہ ہم سے یاد ہو گا اور نہ ہم سے ہو سکے گا۔ پس شرعاً کیا حکم ہے بتفصیل تحریر فرمائیے۔ اور وہ ایک انگریز کے یہاں ملازم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس کو نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہیے جس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا جائے اور وہ انکار کرے اس کی نسبت علمائے حکم کفر لکھا ہے نہ کہ جو کلمہ سیکھنے ہی سے انکار کرے۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ برائے تعلیم مناظرہ دو سنی۔ ایک سنی اور ایک وہابی بن کر مباحثہ کریں ایک وہابیہ کے اعتراضات یا ان کی طرف سے جوابات پیش کرے۔ دوسرا سینوں کی طرف سے تو جائز و بہتر ہے یا نہیں علیٰ ہذا القیاس دوسرے مذہبوں کے مباحثہ مجلس عام نہ ہوگی۔ طلبہ ہوں گے اگرچہ مبتدی؟ بینوا توجروا۔

**الجواب:** بلکہ اکراہ وہابی بننا وہابی ہونا ہے۔ کافر بننا کافر ہونا ہے مناظرہ کا تمرن سانگ یا ٹھیرہ نہیں کہ وہابی ہی بن کر ہو ہاں اگر وہابی بننا نہ ہو اور تمرن کے لیے وہابیہ کے شبہات ایک دوسرے پر پیش کر کے جواب مٹانے اور بحث کرے تو تین شرطوں سے جائز ہے:

(۱) یہ شبہات پیش کرنے والا مستقل مستقیم متعلب سنی ہو ایسا نہ ہو کہ کوئی شبہ خود اس کے قلب میں خدشہ ڈال کر متزلزل کر دے کہ بحث بلائے طاق ایمان ہی جائے۔

(ب) جب جواب شافی پالے بات نہ پالے کہ عناد مطلقاً حرام ہے نہ کہ ایسی صورت میں۔

(ج) وہاں طلبہ خواہ غیر کوئی ایسا نہ ہو جس پر اس سے فتنہ و تذبذب کا اندیشہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۷۹:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان اپنی لاعلمی سے مشرکین کی بابت کہتے ہیں۔ فلاں شخص فلاں کام میں یا اخلاق میں اچھا ہے یہ

کہنا مسلمان کا کس حد تک جائز ہے اور کیا گناہ اس کے ذمہ عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔  
**الجواب:** اخلاق میں اچھا کہنا گناہ ہے اور کسی دنیوی کام میں کہنا مثلاً تیرا اچھا ہے یا گھوڑے پر اچھا چڑھتا ہے یا اچھا تولتا ہے حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۸۰:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم جس کا عرصہ قریب تین سال کا ہوا انتقال ہو گیا اس کی تجہیز و تکفین اہل محلہ کی جانب سے ہوئی تھی اس کے پاس کچھ سامان جو کہ اس کا ذاتی تھا کنجی بستر و چند کتابیں اور چار روپیہ نقد نکلے جو کہ اہل محلہ میں سے ایک شخص کے پاس امانتاً اب تک جمع ہے اس سامان وغیرہ کی بابت اس کے ورثہ کو مدرسہ منظر اسلام کے طالب علموں کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی لیکن اس وقت تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں پایا گیا اس سامان کو کسی دوسرے طالب علم کے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب:** تلاش ورثہ میں کوشش کی جائے جب ناامید ہو جائے کسی غریب سنی طالب کو دے دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۸۱:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرہم اللہ تعالیٰ و نصرہم و ابدہم و ایدہم اس مسئلہ میں کہ ایک سنیوں کے محلہ میں بکر قادیانی آکر بسا زید سنی نے مردوں عورتوں کو اس کے

گھر میں جانے سے اس سے خلا ملا میل جول حصہ بخزہ رکھنے سے منع کیا ہندہ جس کے بیٹے وغیرہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں اس نے کہا کہ بڑے نمزیہ پڑھ کر ملا ہو گئے ہم عذاب ہی بھگت لیں گے۔ اس بے چارے قادیانی کو وق کر رکھا ہے تو اب ہندہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہندہ نماز کی تحقیر کرنے اور عذاب الہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہو گئی۔ اپنے شوہر پر حرام ہو گئی جب تک نئے سرے سے مسلمان ہو کر اپنے ان کلمات سے توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قادیانی مذہب ایسی جگہ آباد ہوا جہاں بالکل قطعاً مسلمان رہتے ہیں وہ قادیانی مسلمانوں کو بہکانا چاہتا ہے نیز ان کے یہاں کا اصول بھی یہی ہے کہ نا سمجھ مسلمانوں کو اخلاق و نرمی سے اپنی طرف کھینچ کر بہکا لیے ہیں اس خوف سے جمیع مسلمانوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور کسی نے اس سے میل جول نہ رکھا مگر اسی محلہ کا ایک سقہ اس قادیانی سے مانوس ہو گیا اس کی بی بی نے اپنے شوہر سقہ کو منع کیا اور کہا ہم کو تم کو خدا اور رسول سے کام پڑے گا۔ ایسے بد مذہب سے علیحدہ رہو اور پانی بھی اس کے یہاں نہ بھرو ایک روپیہ مہینہ نہ سہی اس پر وہ سقہ اپنی بی بی کو طلاق دینے کے لیے تیار ہو گیا اور کہنے لگا تو میرے مکان سے نکل جا میں تو اس قادیانی سے ایسا ہی ملوں گا اور پانی بھروں گا گو میرے تمام ٹھکانے جھوٹ جائیں مگر میں اس کو نہ چھوڑوں گا ہاں اگر سارے شہر کے بہشتی ایسا ہی کریں اور چھوڑ دیں تو میں بھی چھوڑ دوں ورنہ میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اگر وہ قادیانی سوڑ کھائے گا تو میں بھی سوڑ کھاؤں گا۔

سوال یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے اس سے ترک سلام و کلام کر دیا ہے ان کے واسطے سوائے شریعت کیا جزا ملے گی اور سقہ کے واسطے شریعت پاک کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسلمانوں کے لیے ثواب عظیم اور اس فعل سے اللہ و رسول کی رضا ہے جل جلالہ و علی علیہ السلام اور وہ سقہ اشد گنہگار و مستحق عذاب نار ہے سقاؤں اور ان کے چودہری کو

لازم ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے برادری سے نکال دیں اللہ عزوجل فرماتا ہے وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔

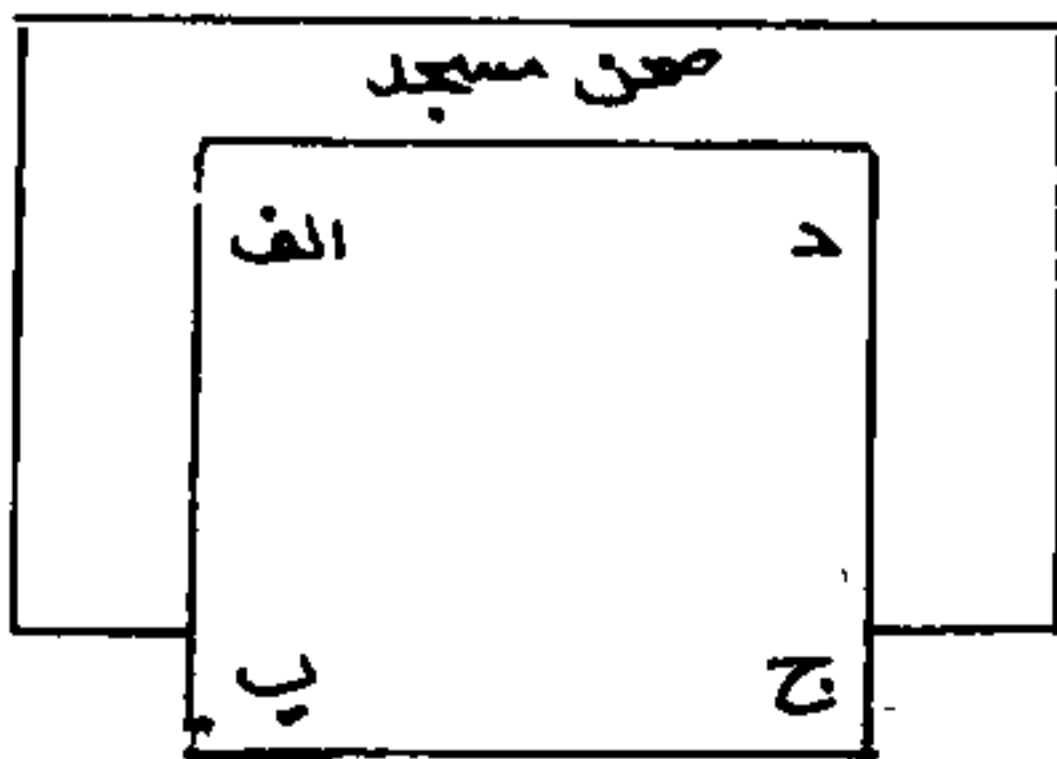
مسئلہ ۸۳: کیا ارشاد ہے کہ شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سنی ہے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس صورت میں فاسق ملعن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے لڑکی والوں کا یا لڑکے والوں کا بعد وفات زوجہ کے اس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی نہیں۔ زید جو سلیمہ کا شوہر تھا سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے اس کو کھلایا پلایا ہے لہذا جہیز میرا حق ہے یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو تو آیا صرف والدین کو ملے گا یا اور کس کس کو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جہیز عورت کی ملک ہے اس کے مرنے پر حسب شرائط فرائض ورثہ پر تقسیم ہوگا زید کا دعویٰ باطل محض ہے نفقہ کے عوض میں کچھ نہیں لے سکتا کہ نفقہ اس پر شرعاً واجب تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت کہ ایک مسجد کا حوض اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجانہ پاک کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض میں بہت نیچا ہو گیا ہے اور ادھر ادھر لوٹوں میں وضو کا نیچا ہوا پانی رکھا ہے مقام ب سے فصل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا ہے در حالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو جا کر پانی لا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔



الجواب: جب کہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحن مسجد میں قدم نہ رکھا یوں جا کر پانی لے آیا اور غسلخانہ میں استنجا کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں فصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہذا اس پر وضو اذان بلا کراہت جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز ہے مفصل تحریر فرمادیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب: یہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ دادا نانا یا جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا پوتا نواسا ان کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جب کہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے ان کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت و جماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے وہ شخص دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے یا نہیں اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہیے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب: روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بینا فی رد الرافضہ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں ان سے میل جول نشست برخواست سلام کلام سب حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَأَمَّا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ  
الظَّالِمِينَ ۝

حدیث میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیاتی قوم لهم نبي يقال لهم  
الرافضة يطعنون السلف لا  
يشهدون جمعة ولا الجماعة فلا  
تجالسوهم ولا توادلوهم ولا  
عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک  
بد لقب ہو گا انہیں رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالح  
پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ  
ہوں گے ان کے پاس نہ بیٹھنا ان کے ساتھ نہ

تشاربوہم ولا تناکحوہم واذا  
مرضوا فلا تعودوہم واذا ماتوا فلا  
تشہدوہم ولا تصلوا علیہم ولا  
تصلوا معہم۔  
کھانا۔ نہ ان کے پاس پانی پینا نہ ان کے ساتھ  
شادی بیاہ کرنا بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا مر  
جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا نہ ان پر نماز  
پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

جو سنی ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم اشد فاسق ہے۔  
مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸: تبارک صرف رجب شریف میں ہو سکتی ہے یا جب چاہیں کر لیں اور اگر میت پر  
اتنی قضا نمازیں یا روزے ہوں کہ اس کے غریب ورثا ہر نماز کے بدلے

۱۷۵-۱/۲ روپیہ بھرگیوں نہ دے سکیں تو اسقاط کا کیا طریقہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تبارک ہر مہینہ میں ہو سکتی ہے یہ تعینات بغرض تحفظ و یاد دہانی ہوتے ہیں اور

میت کے ورثا جس قدر پر قادر ہوں مسکین کو بہ نیت کفارہ دے کر قابض کر دیں

وہ بعد قبضہ اپنی طرف سے وارث کو بہہ کر دے وارث بعد قبضہ پھر بہ نیت کفارہ مسکین کو دے

اسی طرح دور کریں یہاں تک کہ مقدار مطلوب ادا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹: علمائے اسلام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایفون کی تجارت اور

اس کی دکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ایفون کی تجارت دوا کے لیے جائز اور ایفونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے۔ لان المعصیۃ

تقوم بعینہ وکل ما کان کذلک کرہ بیعہ کما فی تنویر

الابصار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں (۲) ایک

بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ

صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی

آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ صورت محض خلاف

شرع و خلاف حیا ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام صورت اس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار پا جاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر معیاد مقرر کر کے اندر مر گیا تو اس کے ورثا کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرائے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے اور اگر معیاد مقرر تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا۔ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب: جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا دادی اور والدہ سیدانی اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان؟ بینواتوجروا۔

الجواب: شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہو گا اگرچہ اس کی ماں اور دادی اور پردادی سب سیدانیاں ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنة اللہ والملتکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیمة صرفا ولا عدلا ہذا مختصرا۔  
جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔

بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن و امام حسین اور ان کے حقیقی بھائیوں بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر جو ان کی خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لیے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



مسئلہ ۹۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت محمد ﷺ نے مرض سے صحت پائی تھی بنا بر اس کے اس روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اس روز کو نخس و مبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و جملہ چاندی کے اس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بنائے صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اس کا بر بنائے ثبوت یا عدم مرتکب معصیت ہو گا یا قابل ملامت و تادیب۔

بینوا توجروا۔

الجواب: آخری چار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے اخرا اربعاً من الشهر یوم نحس مستمر اور مروی ہوا ابتدائی ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام اسی دن تھی اور اسے نخس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضعاف مال ہے بہر حال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴: نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور حد مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا استاذان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر ڈوجہ کے نان و نفقہ وغیرہ کے اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز دار اٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت

خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں ہے اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہو گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مہر معجل نہ تھا یا جس قدر معجل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا اشتنا فرمادیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیرہ ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں اگر جائے گی گنہگار ہوگی شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں فہماتے در مختار میں ہے:

لها الخروج من بيت زوجها لِحاجة ولها زيادة اهلها بلا  
اذنه ما لم تقبض الميعجل فلا تخرج الا لحق لها او عليها او  
زيارة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة ولكونها قابلة  
او غاسلة لا فيما عدا ذلك۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا تخرج جواب شرط مقدر اي فان قبضة فلا تخرج الخ۔  
والد کا متکلف نفقہ پنروزن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزاء بھی  
تبرعا تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں  
کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالاش ہوئی تا آنکہ شوہر کو  
نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لیے جس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اسے  
قید کر دیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر  
واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے اور مجلس میں  
مکان تنہائی ہو تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اس کے پاس رہے ہندیہ میں ہے:

لو فرض الحاكم النفقة على الزوج فامنع من دفعها وهو موسر و

طلبت المرأة حبسه له ان يحبسه كذا في البدائع واذا حبسه لا تسقط عنه النفقة وتومر بالاستدانة حتى ترجع على الزوج فان قال للقاضي احبسها فان لي موضعاً في المجلس خالياً فالقاضي لا يحبسها معه ولكنها تصبر في منزل الزوج ويحبس الزوج لها كذا في المحيط۔

در مختار میں ہے:

وفي البحر عن مال الفتاوى و لو خيف عليهما الفساد تحبس معه عند المتأخرين۔

تو جب صریح ظلماً نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شو رہی تو صورت سوال میں کیونکر نود مختار ہو سکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہو جائے اور عورت کو ہرگز دعویٰ نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا در مختار میں ہے:

النفقة جزاء الاحتباس و كل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقة كمفت وقاض ووصى۔ زيلعي الخ اقول واياك ان تتوهم ان النفقة اذا كانت جزاء الحبس اذا عدت عدم و ذلك لان وجوبها متفرع عنه فوجوب الاحتباس عليها متقدم على وجوب النفقة عليه لا ان الاحتباس متفرع على الانفاق فان عدم عدم و با لجملة ان كان اللازم وجوب الانفاق لا وقوعه فبرفع الوقوع لا يرتفع الملزوم۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۹۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاشتکاروں پر بابت بقایا لگان یا کسی قرضدار پر بابت قرض نالش کرنے پر جو خرچ کچھری بابت محتسبانه وغیرہ علاوہ اصل رقم کے دلا دے وہ لینا سوائے سود کے کیسا ہے؟

(ب) زید سے خالد پندرہ ہزار روپیہ تجارت کے لیے مانگتا ہے کہ میں سو روپیہ ماہوار نفع دوں گا خواہ نفع ہو یا نہ ہو۔ زید کو یہ نفع لینا کیسا ہے سود تو نہ ہو گا اس طرح نفع لینے کے جواز

کی کوئی صورت شرعاً ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (الف) خرچہ جو مدعی کو دلایا جاتا ہے اسے لینا حرام ہے۔ والمسئلة فی العقود الدریة۔ ہاں قرض دار کاشت کار یا کفار ہوں تو لے سکتا ہے لعدم العصمة واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے نفع لینا چاہے تو مضاربت کہے کہ اتنے روپے تمہیں دیئے ان سے تجارت کرو جو نفع ہو وہ نصف یا ثلث یا ربع یا اس قدر جو حصہ نامعین قرار پایا مجھے دیا کرو جو اسے نفع ہو گا اتنا حصہ اسے دینا ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں ملے کر آئیں زید کا انتقال ہو گیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائے گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بچہ اپنی ماں کا یقینی جز ہے جس میں شک و احتمال کو اصلاً گنجائش نہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شاید کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا اور رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم ہو نظریہ حقیقت ظنی ہے۔ اگرچہ بحسب حکم شرعی و عرفی کا قطعی ہے جس میں تشکیک مخذول و نامقبول۔ الولد للفراش والناس امناء علی انسابہم۔ ولہذا نسب پر شہادت بتسامع و شہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی نسبت کر کے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں تو اخباراً فرمایا ان امہتہم الانسی ولدنہم ان کی ماںیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور حق آباء میں صرف انشاء فرمایا ادعوہم لابائہم ہوا قسط عند اللہ۔ ”انہیں ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں“ نیز اس فرق کے ثمرات سے ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے زید کا گھوڑا اور عمرو کی گھوڑی ہو تو بچہ عمرو کی ملک ہو گا نہ زید کی وان کان ہنا وجہ اخوانہ ینفصل منها حیوانا ومنہ ماء مہینا۔ مگر کرامت انسان کے لیے رب

عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے، محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو جن کی عقل بھی ناقص دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر و لہذا بچہ پر رحمت کے لیے اثبات نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر امر فی نفسہ عند الناس محتمل ہے قطع کی طرف انہیں راہ نہیں غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیونکہ یقین ہوا ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہو احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے ممکن ہے کہ وہ طی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن کہ جن اس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادتاً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے زنا کے پانی کے لیے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ بہہ تعبیر کیا کہ یہب لمن یشاء ذکوراً اور زانی اپنی زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے نہ کہ مستحق بہہ و عطا و لہذا ارشاد ہوا وللعاهر الحجر۔ زانی کے لیے پتھر تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ مرہی معلم پرورش کنندہ نہ ہو گا لہذا ضرور ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادتاً قریب اور شرعاً و اخلاقاً بہت بعید سے بعید اور دوسری کا احتمال عادتاً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بعد عادی کے لحاظ سے بعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں اس میں کونسا خلاف عقل و درایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل و شرع و اخلاق و رحمت ہے لہذا عام حکم ارشاد ہوا کہ الولد للفراس وللعاہر الحجر لہذا اگر زید اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ متہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صد ہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ ہوا بچہ زید

ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا والد الزنا نہیں ہو سکتا اور مختار میں ہے:

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول ڪتزوج المغربی بمشرقیة  
بینہما سنتہ فولدت لستہ اشہر مذتزوجہا لتصورہ کرامة  
واستخداما مفتح۔  
ردالمختار میں ہے:

قوله بلا دخول المراد نفيه ظاهر اولا فلا بد من تصورہ و  
امكانہ۔  
فتح القدير میں ہے:

والتصور ثابت في المغربیة لمثبتوت كرامات الاولیاء  
والاستخدامات فيكون صاحب خطوة اوجنی  
صحیح میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

كان عتبة بن ابی وقاص ؓ ای الكافر المیت علی كفرہ)  
عهد الی اخیه سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ابن  
ولیدة زمعة منی فاقبضہ الیک (ای کان زنی بها فی الجاهلیة  
فولدت فاوصی اخاه المولود) فلما كان عام الفتح اخذہ سعد  
فقال انه ابن اخی وقال عبد ابن زمعة اخی ابن ولیدة ابی ولد  
علی فراشه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هو  
لك یا عبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر وفي رواية  
هو خوك یا عبد بن زمعة من اجل انه ولد علی فراش ابیه اه  
مختصراً مزيداً ما بين الهلالين۔

بالجمله ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا  
چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موت زید سے دو برس کے  
اندر یا اقرار انقضائے عدت کر چکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں وہ سب  
شرعاً اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا ہاں جو موت زید سے دو برس

کے بعد یا بہ صورت اقرار زن یا بقضائے عدت اس دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں نہ اس کا ترکہ پائیں در مختار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدة الموت لاقل منہما (ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا كانت كبيرة ولو غیر مدخول بها وان لا کثر متہما من وقته لا یثبت بدائع وکذا المقررة لمفتیہا لولا قیل من اقل مدته من وقت الاقرار للمتقین یکذبہا والا لا لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار مد ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں آیا رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں عقیقہ و ختنہ میں لوگوں کو بغرض ادائے ان سنن کے بلاتے تھے یا نہیں اگر نہیں بلاتے تھے تو یہ بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ وقت رخصتی جیسا کہ ہندوستان میں رسم بھات کی ہے آیا ان کی کچھ اصلیت ثابت ہے؟ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت بھی کچھ کھانا تقسیم کیا گیا تھا یا نہیں؟ اور نیوتے کی رسم شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آیا یہ بات کہ شارع علیہ السلام نے دعوت ولیمہ کی بابت فرمایا اور خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار اس پر عمل کیا اور کبھی صاحبزادیوں کی رخصتی میں کھانے کی بابت نہ فرمایا اور نہ کیا اس کے بدعت سیئہ ہونے کے لیے کافی نہیں؟

الجواب: عقیقہ شکر نعمت ہے اور نعمت کے لیے اعلان کا حکم قال اللہ تعالیٰ وَأَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَعَدِّتْ۔ اور دعوت موجب اعلان۔ اور بدعت سیئہ وہ ہے کہ رد سنت کرے نہ وہ کہ تائید کما نص علیہ الائمة قدیما و حدیثا منہم حجة الاسلام فی احیاء والعلامة سعد فی شرح المقاصد والسید عارف باللہ عبد الغنی الحدیقة الندیة لا جرم۔

رد المختار میں فرمایا:

بعق عقیقہ مزق لحمائنا او طبخہ مع اتخاذ دعوة اولاد۔

یوہیں ختنہ کا اعلان سنت ہے:

کما ان السنة في الخفاض الخلفاء۔

علمائے دعوتیں گیارہ گنائیں ان میں دعوتِ ختمہ و دعوتِ عقیقہ بھی ہے بعض نے آٹھ گنیں ان میں یہ دونوں داخل شرحِ شرعۃ الاسلام میں ہے۔

قيل الضيافية ثمانية الوليمة العروس والا عذار للخنان والعقيقة لسابع الولادة الخ۔

علمائے مطلقاً اجابت دعوت کو سنت فرمایا ولیمہ ہو یا اور بتانیہ پھر مطاوی پھر رد المختار میں ہے۔

اجابة الدعوة سنة وليمة او غيرها۔ نکاح کے بھی اعلان کا حکم ہے۔

قال صلى الله عليه وسلم اعلنوا النكاح۔ رواه احمد و ابن حبان والطبراني والحاكم و ابونعيم عن عبد الله بن الزبير رضی اللہ تعالیٰ عنہما سند احمد صحیح و زاد الترمذی والبيهقي عن ام المومنين رضی اللہ تعالیٰ عنہا واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف۔

اور وہ لڑکے والوں ہی کے ساتھ خاص نہیں دونوں طرف اعلان چاہیے۔ ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

قال نكحت عائشة ذات قرابة لهما من الانصار فجاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال اهديتم انفتاة قال نعم قال ارسلتم معها من تغني الحديث

اور طعام موجب جمع ہے اور جمع موجب اعلان معہذا اطعام حاضرین سنن اہل کرم و مروت سے ہے خصوصاً جبکہ طول اقامت ہو اتباع فعل میں ہے علی تفضیل فیہ نہ عدم فعل میں فانہ غیر مامور بل ولا مقدور کما فی الغمز العیون۔

خصوصاً امور عادیہ میں اور حکم ہے خالقوا الناس باخلاقہم علمائے فرماتے ہیں الخروج عن العادة شهرة و مکروه رب عزوجل فرماتا ہے وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا جو نہ اتی ہے نہ نہی وہ نہ خذوا میں داخل نہ



انتھوا میں یعنی نہ واجب نہ منع بلکہ مباح ہے یہ تمام مباحث ہمارے رسائل رد و ہابیت میں طے ہو چکے۔ ہاں نیت مذموم یا باعث مذموم یا طور مذموم پر ولیمہ بھی ہو تو وہ بھی مذموم ہو جائے گا۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمة مع هذا فرمایا ومن لم یجب الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نیوتے کی رسم ایک محمود قصد یعنی معاونت اخوان سے رکھی گئی کہ وقت حاجت ایک کام سو کی اعانت سے نکل جائے نہ اس پر سارا بار ہو نہ سوال وغیرہ حرج و عار ہو۔ پھر معاونوں میں جسے یہ معاملہ پیش آئے وہ معاون اور باقی اخوان اس کی اعانت کریں و لہذا اس میں جب کہ عرفا معاوضہ مقصود ہو قرض ہے اور اس کی ادا واجب۔ فان المعروف کالمشروط۔

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

اسئل فیما اعتمادہ الناس من الاعراس والافراح والرجوع من الحج من اعطاء الثیاب والدرہم وینتظرون بہ لہ عندہما یقع لہم مثل ذلک ما حکمہ اجاب ان کان العرف شائعاً فیما بینہم انہم یعطون ذلک لیاخذ بدلہ کان حکمہ کحکم القرض الخ۔

اسی میں ہے:

ان کان العرف قاضیا بانہم یدفعونہ علی وجہ الہبۃ ولا ینتظرون فی ذلک الی اعطاء البدل فحکمہ حکم الہبۃ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کی بابت ان کے پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال و کوشش متعلق ندوہ سے تائب ہو گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم متعلق حالات مولانا فضل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گویاں تھیں اس پر مولانا مرحوم نے

فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جانا رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تا وقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لکل قوم ہاد اس تقدیر پر ہو سکتا ہے کہ راجندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں لہذا فتاویٰ مکلف خدمت فیضہ رحمت ہے کہ کیا حضرت مرزا مظہر جان جانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے قول مذکور متعلق رام چندر و کرشن مرزا صاحب علیہ الرحمہ نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے یہ بھی اسی کتاب میں مرقوم ہے۔

(۲) جو پتیا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جاتا ہے یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ ہمیں حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمن صاحب کی طرف منسوب ہوئی نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کسی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوؤں کے دین کو محض برنائے ظن و تخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرورت کو شش فرمائی ہے بلکہ معارف و مکاشفات و علوم عقلی و نقلی میں ان کا یہ طوطی مانا ہے اور ان کے اعتقاد توحیح کو کفر سے جدا بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لکل امتہ رسول ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال و تکمیل رکھنا لکھا ہے مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں بایں ہمہ فرمایا ہے:

در شان آنها سکوت اولی ست نہ مارا جزم بکفر و ہلاک اتباع آنها لازم ست ونہ

یقین نجات آنها بر ما واجب و مادہ حسن ظن متحقق ست۔

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکار۔ اگر یہ مکتوب

مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیلجا سکتا ہے تو ان سے بدرجہا

اقدام و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبد الواحد بگدای قدس سرہ السامی سبع سنابل

شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی ص ۷۰ میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابو الفتح جون پوری رادر ماہ ربیع الاول ہجرت رسول علیہ الصلاۃ و

السلام از وہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر وہ استدعا قبول کردند حاضران پر سیدند اے مخدوم ہر وہ استدعا و ما قبول فرمودید و ہر جا بعد از نماز پیش حاضر باید شد چگونه میسر خواهد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر میشد اگر ابوالفتح وہ جا حاضر شود چہ عجب۔

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل نہیں اللہ اعلمہ حیثُ یجعل رسالتہ اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بنایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لیکل امة رسول سے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاشھی سے ٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو کا ہے کے لیے ٹولنا اور کا ہے کے لیے شاید اماناً باللہ و رسولہ۔ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں وقرؤنا بئین ذلک کثیراً قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سواء تو اتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی یا محض اینتاب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں تو اتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تو اتر سے ان کا فسق و فجور و لہو و لعب ثابت پھر کیا معنی کہ وجود کے لیے تو اتر ہنود مقبول اور احوال کے لیے مردود مانا جائے اور انہیں کامل و مکمل بلکہ فلما معاز اللہ انبیاء و رسل جانا جائے۔ واللہ الہادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) رب عزوجل فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ  
وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ  
بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ  
تُسَبِّحَهُمْ۔

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی متعلق نہیں دائم التسبیح ہیں کہ ان مِّنْ شَيْءٍ کے دائرے سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کہ اس روح متعلق کے

اختیار نہیں وہ اسی ان مِّنْ شَيْءٍ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے دوسری تسبیح روح پر ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے وہ لہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ ترگھاس مقابر سے نہ اکھیریں۔

فانہ مادام رطباً یسبح لله تعالیٰ کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے  
فیونس المیت۔  
تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل و قطع و موت و بین کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزو لا تجزی بھی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ اِن مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## الرمز المرصف علی سوال مولانا السید اصف

۱۳۹ھ ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم (یا حبیب محبوب اللہ روحی  
فداکث)

مسئلہ ۱۰۰: قبلہ کونین و کعبہ دارین دامت برکاتہم بعد تسلیمات فدویانہ و تمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس اینکہ بفضلہ تعالیٰ کترین بخیریت ہے صحیحوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب اشتہار اسلامی پیام میں عبد الماجد کے اس لکھنے پر کہ ”مسلمان ڈوب رہا ہے نا مسلم تیرا ک ہاتھ دے تو جان بچانا چاہیے یا نہیں“ یوں درج ہے کہ مسلمان کو اگر ڈوبنے پر یقین نہ ہو ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو یا کوئی مسلمان فریاد رس خواہ کوئی درخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو ہاتھ دینے کی اجازت نہیں الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہو ان سے علاج بھی نہ کرائے لَّا یَالُوْا نَکُمْ خَبَالًا سے کیا مقصود ہے آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں۔ اور ایک کافر کہ غیر محارب ہو تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ لَا یَنْهٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الدِّیْنِ لَمَ یَقَاتِلُوْکُمْ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیٰةِ کے متعلق لکھا ہے:

وقال اهل التاویل هذه الاية تدل علی جواز البربین المشرکین  
والمسلمین وان كانت المولاة منقطعة۔

رسالہ الرضا بابت ماہ ذی قعدہ حصہ ملفوظات صفحہ ۸۶ میں ہے۔ ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے

ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرماتے اے بعض کفار کی آنکھوں میں سلائی پھروانا  
تو قصاصاً تھا کیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل نزول آیت **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ  
الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ** نرمی نہ فرماتے تھے اور کیا جو رجوع نہ لانے والے تھے ان سے بہ  
شدت پیش آتے تھے یا پہلے ان سے بھی نرمی سے پیش آتے کفار مختلف طبائع کے تھے اور  
ہیں۔ بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے اور بعض کو بہت کم۔ کیا سب سے  
یکساں حکم ہے یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ان سے حسب مراتب تدریجاً سختی کرنے کا حکم  
ہے اور محارب غیر محارب کا فرق کیا ہے۔ حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتدہ کا نکاح باقی رہتا  
ہے فتاویٰ کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے خلجان رہتا ہے حضور کے فتوے میں اور  
کتابوں کے خلاف لکھا ہے گو بعض احکام بوجہ اختلاف زمانہ مختلف ہو جاتے ہیں لیکن فتاویٰ  
ہندیہ جو قریب زمانہ کی ہے اس میں بھی نہیں ہے اگرچہ بوجہ سلطنت اسلامیہ ہونے کے مرتدہ  
پر احکام شریعت نہیں جاری کیے جاسکتے مثلاً ضرب وغیرہ کے۔ لیکن وہ اسلام سے خارج ہو گئی تو  
نکاح کا باقی رہنا کیسا کیا وہ ترکہ بھی اپنے سابق شوہر کا شرعاً پائے گی اور اس کے مرنے پر اس کا  
جو پہلے شوہر تھا ترکہ اس کا شرعاً پائے گا۔ اگر کفار غیر محارب کے ہمراہ محارب کفار کا مقابلہ کیا  
جائے اور محارب کفار کو غیر محارب کی امداد سے نقصان پہنچایا جائے تو کیا گناہ ہے۔ اسی اسلامی  
پیغام میں ہے اب جو قرآن کو جھٹلائے وہ مشرک یا مرتد کو ڈوبنے سے نجات دینے والا حامی و  
مددگار جانے کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں ان سے مدد  
لیتے ہیں سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔ فقط والتسلیم۔ عریضہ ادب فدوی محمد آصف یغفر اللہ  
لہ ولوالدیہ ولجميع المومنین والمومنات بحرمته النبوی الکریم  
علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہنعمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔  
مولانا المکرّم اکرم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ارشاد الہی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا** عام و مطلق ہے کافر کو  
رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تا قدر قدرت ہماری بدخواہی میں

کمی نہ کریں گے۔ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا سیدنا امام اجل حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین۔ (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو اور اسے اسی آیت کریمہ سے ثابت بتایا ابو یعلیٰ مسند اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی اتم تفسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین ما لم تدر ما ذلك حتى اتوا الحسن فسألوه فقال نعم يقول لا تستشیروهم فی شئی من امورکم قال الحسن و تصدیق ذلك فی کتاب الله تعالى ثم تلا هذه الاية يا ايها الذين امنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آیت کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفسیر میں اس جناب سے راوی:

انه قيل له ان ههنا غلاما من اهل الحيرة حافظا كتابا فلو اتخذته كتابا قال اتخذت اذن بطانة من دون المومنین۔

تفسیر کبیر میں انہیں امور دنیویہ میں ان سے مشاورت و موانست کو سبب نزول کریمہ اور اس سے نہی مطلق کے لیے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ ان سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے رد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمین كانوا یشاورونہم فی امورہم ویوانسونہم لما کان بینہم من الرضاء و الحلف ظنا منہم انہم و ان خالفوہم فی الدین فہم ینصحون لہم فی اسباب المعاش فنہامہم اللہ تعالیٰ بہذہ الایة عنہ فمنع المومنین ان یتخذوا بطانة من غیر المومنین فیکون ذلك نہیا عن جمیع الکفار و قال تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لاتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء و مما یوکد ذلك ماروی انه قيل لعمر بن

الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنارجل من اهل الحیرة  
نصرانی لا یعرف اقوی حفظا ولا احسن خطامنه فان رايت ان  
تتخذوه کتابا فامتنع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منا ذلك و  
قال اذن اتخذت بطانتہ من غیر المومنین فقد جعل عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ هذه الاية دليلا على النهی عن اتخاذ  
النصرانی بطانة۔

اس سے جملہ انواع معاملات کیوں ناجائز ہو گئی بیع و شرا و اجارہ و استجارہ وغیرہا میں کیا راز  
دار بنانا یا اس کی خیر خواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چہار کو دام دے جو تا گٹھوایا بھنگی کو مہینہ دیا  
پاخانہ کموا لیا۔ بزاز کو روپے دیئے کپڑا مول لے لیا آپ تاجر ہے کوئی جائز چیر اس کے ہاتھ بیچی  
دام لے لیے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے حربی و محارب ایک ہی ہے جیسے جدلی و  
مجادل و ذمی و معاہد کا مقابل ہے راز دار بنانا ذمی و معاہد کو بھی جائز نہیں امیر المومنین کا وہ ارشاد  
ذمی ہی کے بارے میں ہے یوہیں موالات مطلقا جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمی۔ ہاں  
صرف دربارہ برو احسان ان میں فرق ہے۔ معاہد سے جائز ہے کہ:

لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ۔

عبارت کبیر منقولہ سوال کا یہی مطلب ہے۔ یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد و  
تعویل ہے اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر کریمہ لا ینہکم  
اللہ ہے۔

الاكثرون على انهم اهل العهد و هذا قول ابن عباس  
والمقاتلين والكلبي۔

ہم نے الحجۃ الموتیہ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الاحکام و غایت  
البیان و کفایہ و جوہرہ نیرہ و مستغنی و نہایہ و فتح القدر۔ بحر الرائق و کافی و تبیین الحقائق و تفسیر  
احمدی و فتح اللہ المعین و غینہ و ذی الاحکام و معراج الدرایہ و عنایہ و محیط برہانی و جوئی زادہ و بدائع  
ملک العلماء سے ثابت کیا۔ حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم رحمتہ للعالمین ہیں قبل  
ارشاد و اغلظ علیہم انواع انواع کے نرمی و عفو و صفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مولفتہ



القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد کریم نے ہر عفو و صفح کو نسخ فرما دیا اور مولفتہ القلوب کا سہم ساقط ہو گیا۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ إِنَّا  
اعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے افضل الاساتذہ امام عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت امام فرماتے ہیں ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ آیہ کریمہ **وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ** کو فرماتے ہیں نسخت هذه الاية كل شئ من العقود والصفح۔ قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ اشْرَكُوا۔  
مگر ارشاد:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ  
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

عام آیا اس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں الكفر ملة واحد ة۔ ہاں معاہدہ کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ہے ضرورۃ معلوم و مستقرنی الاذہان حکم جاہد سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص لم يتعلق به ابتداء كما افاده في البحر الرائق۔ تفاوت عداوت برنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصاریٰ کا حکم یہود سے کمتر ہوتا حالانکہ یکساں ہے ذمی و حربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسب حاجت ذلیل و قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخرکتے سے شکار میں امام سرخی نے شرح صغیر میں فرمایا: **والاستعانة باهل الذمة بالكلاب۔** اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہم رحمہم اللہ علیہم نے بھی اس میں کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقا ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفصیل

جلیل الحجۃ الموتیہ میں ملاحظہ ہو۔ رہا کافر طیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تولا یا لونکم خبالا سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیوی معاملات بیع و شرا و اجارہ و استجار کی مثل ہے ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا دلی خیر خواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا دلی دوست بنانے والا اس کی بے کسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بے شک آیہ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فتنہ منہم ہو گیا ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔

قال تعالیٰ وَذُوَالْوَتِّ كَفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً۔

ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ مگر الحمد للہ کہ کھلی مسلمان آیہ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کھاتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہوں دکان پھینکی پڑ جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی پھر بھی خلاف احتیاط و شنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سربر آوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں۔ وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں کریمہ لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةَ مَن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا۔ (کسی کافر کو راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔) و کریمہ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رُسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً۔ (اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیلکار نہ بنایا) و حدیث مذکور لا تستضیوا بنار المشرکین (مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو) بس ہیں اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا راز در و دخیلکار و مشیر بنانا ہو گا۔ امام محمد عبدزی ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

واشد فی القبح و اشنع ما ارتکبه

بعض الناس في هذا الزمان من  
معالجة الطبيب و الكحال  
الكافرين الذين لا يرجي منهما  
نصح ولا خير بل يقطع بغشهما  
اذيتهما لمن ظفرا به من  
المسلمين سيما ان كان  
المريض كبيرا في دينه او علمه۔

پھر فرمایا:

انهم لا يعطون لاحد من المسلمين شيئا من الادوية التي  
تضره ظاهرا لانهم لو فعلوا ذلك لظهر غشهم وانقطعت  
مادة معاشهم لآكنهم يصفون له من الادوية ما يليق بذلك  
المرض ويظهرون الصنعة فيه والنصح وقد يتعا في المريض  
فينسب ذلك الى حذق الطبيب و معرفة ليقع عليه  
المعاش كثير السبب ما يقع له من الثناء على نصحته في  
صنعة لكنه يدس في اثنا و صفه حاجة لا يفتن فيها لمن  
الضرر غالبا وتكون تلك الحاجة مما تنفع ذلك المريض و  
ينتعش منه في الحال لكنه يعود عليه بالضرر في اخر  
الحال و قد يدس حاجة اخرى يصح بعد استعمالها لكنه اذا  
دخل الحمام انتكس ومات و حاجة اخرى اذا استعمالها صح  
و قام من مرضه لكن لها مدة اذا انقضت عادة بالضرر و  
تختلف المدة في ذلك فمنها ما يكون مدتها سنة او اقل  
او اكثر الى غير ذلك من غشهم وهو كثير ثم يتعلل عدو  
الله ان هذا مرض اخر ليس له فيه حيلة و يظهر التاسف على  
ما اصاب المريض ثم يصف اشياء تنفع مراضه لكنها لا

عظمت والا هو۔

تفید بعد ان فات الامرفیه فینصح حیث لا ینفع نصحه  
فمن یری ذلک منه یعتقد انه من الناصحین وهو من اکبر  
الخاصین۔

یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی  
ظاہر ہو جائے اور ان کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور  
اس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو  
جاتا ہے جس میں ان کا نام ہو اور معاش خوب چلے اور اسی کے ضمن میں  
ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا  
ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھو دے مگر جب مریض جماع کرے مرض  
لوٹ آئے اور مر جائے یا ایسی کہ سردست تندرست کر دے مگر جب  
حمام کرے مرض پلٹے اور موت ہو یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہو  
جائے۔ اور ایک مدت سال بھر یا کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے اور  
ان کے سوا انکے فریبوں کے بہت طریقے ہیں پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا  
دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار  
ہے اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے پھر صحیح نفع نسنے بتاتا ہے۔ مگر  
جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے۔  
جب اس سے نفع نہیں دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ  
سخت تر بدخواہ ہے۔

کل العدوۃ قد ترجی ازالتها  
الاعدواۃ من عادات فی الدین  
تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے  
مگر عداوت دینی کہ یہ نہیں جاتی  
پھر فرمایا:

قد یستعلمون النصح فی بعض الناس ممن لا خطر لہم فی  
الدین ولا علم وذلک ایضا من الغش لانہم لو لم ینصحو  
الما حصلت لہم الشہرۃ بالمعرفۃ بالطب ولتعطل علیہم

معاشہم وقد یفطن لغشہم ومن غشہم نصحہم لبعض  
 ابناء الدنیا لیشتہروا بذلك وتحصل لہم الخطوۃ عندہم  
 وعند کثیر ممن شابہم ویتسلطون بسبب ذلك علی قتل  
 العلماء و الصالحین و هذا النوع موجود ظاہر۔ وقد  
 ینصحون العلماء و الصالحین و ذلك منہم غش ایضا  
 لانہم یفعلون ذلك لکی تحصل لہم الشهرة و تظہر  
 صنعہم فیكون سببا الی اتلاف من یریدون اتلافہ منہم و  
 هذا منہم مکر عظیم۔

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر  
 ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی ان  
 کے فریب پر لوگ چرچ جائیں یونہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا  
 علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اس کے نزدیک اس جیسوں کی نگاہ میں  
 وقعت ہو۔ پھر علماء و صلحاء کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود و ظاہر  
 ہیں اور کبھی علماء و صلحاء کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی  
 فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود  
 ہے اس کی راہ ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں  
 ایک یہودی طبیب تھا رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا وہ خوشامدیں کرتا رہا  
 یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا کافر وقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو سخت مرض ہوا۔ میں طبیب  
 مغربی سے طب پڑھ رہا تھا لوگ انہیں بلانے آئے انہوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا گئے  
 اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھر تھراتے واپس  
 آئے۔ میں نے کہا خیر فرمایا میں نے کہا یہودی نے کیا نسخہ دیا معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام  
 کر چکا میں اندر گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ  
 نہ رکھ دے رئیس کل تک نہ بچے گا وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہو گیا پھر فرمایا بعض لوگ

کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بنائے مسلمانوں کو دکھا لیں یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے فرمایا وهذا الیس بشئی ایضا من وجوه الاول ان المسلم قد يفعل عن بعض ما وصفه الثانی فیہ اقتداء الغیر بہ الثالث فیہ الاعانة لهم علی کفرهم بہا یعطیہ لهم الرابع فیہ ذلۃ المسلم لهم الخامس فیہ تعظیم شانہم لا سیما ان کان المریض رئیساً وقد امر الشارع علیہ الصلوۃ والسلام بتصفیرہ شانہم وهذا عکسہ یہ بھی بوجہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہو گی۔ مسلمان کو اس کے لیے تواضع کرنا پڑے گی علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصاً اگر مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے پھر فرمایا:

ثم مع ذلك ما يحصل من الانس والود لهم وان قل الامن عصم الله وقليل ما هم وليس ذلك من اخلاق اهل الدين۔

”پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔“

پھر فرمایا: ومع ذلك يخشى على دين بعض من يستطيعهم من المسلمين۔ ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا انہوں نے اسے بلایا وہ علاج کرتا رہا ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اسی کو اختیار کرنا چاہیے اور یونہی کیا کیا بکتا رہا یہ ترساں و لرزاں جاگے

اور عہد کر لیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انہیں پہنچے امام فرماتے ہیں:

وہذا قدرحم بسبب انه كان معتنى به فيخاف من استطبهم ولم يكن معتنى به ان يهلك معهم ولولم يكن فيه الا الخوف من هذا الامر لخطر لكان متعينا تركه فكيف مع وجود ما تقدم۔ ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت تھے جو ایسا نہ ہوا اور ان سے علاج کرائے اس پر خوف ہے کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اس قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شاعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گذرا۔ ان امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء و عظمائے دین کے لیے زیادہ خطر کا موبد امام زری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا کئی بار یوں ہی ہوا آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت کیا اس نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کار ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھودوں۔ امام نے اسے دفع فرمایا مولا تعالیٰ نے شفا بخشی پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطبا کر دیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں یہود کہ مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دنوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لا یالونکم خیالاً تو عام کفار کے لیے فرمایا۔ عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایت و جملہ متون و عامہ شروح و فتاوائے قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول صوری و ضروری کا فرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقاً علی قول الامام میں ملے گا کہ میرے فتاویٰ جلد اول میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہر اس کی نقل حاضر ہوگی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہو گا

عالمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے:

لواجرت كلمة الكفر على لسانها مفا يظنة لزوجها او اخراجا  
لنفسها عن حبالته اولاستجاب المهر عليه بنكاح متالف  
تحرم على زوجها فبحبر على الاسلام ولكل قاض ان يحدد  
النكاح بادنئ شئى ولو بدینار سخطت اورضیت ولس لها ان  
تزوج الا بزوجهها قال ألهندوانى انى اخذ بهذا قال ابواللیث  
وبه ناخذ كذا فى التمر تاشى  
اسی کے بیان میں در مختار میں ہے:

صرحوا بتعزیرها خمسة وسبعین و تجبر على الاسلام و على  
جدید النكاح بمهر یسیز کدینار و علیه الفتوى والواکبیه۔

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتد ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہو گیا کہ  
ارتداد احد هما فسخ فی الحال۔ پھر بعد عدت دوسرے سے اسے نکاح ناجائز ہونا کیا  
معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی۔ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور  
اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہرباندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی مہر عوض منع ہے  
اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول

بلکہ ان اکابر کے قول باخوذ و مفتی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحمہم اللہ  
تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور  
شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہو جاتی ہے اور  
نکاح باقی ہے جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض و نفاس یوہیں جب کہ زوجہ  
کی بہن سے نکاح کر کے قربت کر لے زوجہ حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرے  
اور اس کی عدت گذر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے  
حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متار کہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاة کہ سیلین  
ایک ہو جائیں نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے و المسائل منصوص علیہا فی



الدر وغیرہ من السفار الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا

نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو

مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر اور جو رسم و رواج حدیث

شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم

ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا۔

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے

مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو۔

(۶) مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف اگر

خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارہ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے

تنخواہ دار موزنون کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث فقہ ہوں۔

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ

ہے یا نہیں اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ، سنت اس وقت مردہ کہلائے

گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار

پائے گی۔

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ

اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر وہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ

کرنے کی کیا ضرورت ہوگی۔

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر موذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہیے امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔

جواب سوال اول: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی سنن ابی داؤد شریف جلد اول ص ۱۵۶ میں ہے:

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یوذن یندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکرو عمر۔

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

جواب سوال دوم: جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے دیکھو حدیث میں بین یدیہ ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کے لیے درکار ہے۔

جواب سوال سوم: بے شک فقہ حنفی کی معتد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے فتاویٰ قاضی خاں طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ لا یوذن فی المسجد۔ ”مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔“ فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لا یوذن فی المسجد۔ ”مسجد میں اذان نہ ہو“ خزائن المفتین قلمی فصل فی الاذان لا یوذن فی المسجد۔ ”مسجد کے اندر اذان نہ کہیں“ فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لا یوذن فی المسجد۔ ”مسجد کے اندر اذان منع ہے۔“ بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ فیہ اشعار بانہ لا یوذن فی المسجد امام صدر الشریعہ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو غنیہ شرح منیہ صفحہ ۷۷۳۔ الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخله۔ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر فتح القدر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱۔ قالوا لا یوذن فی المسجد علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضاً باب الجمعة صفحہ ۴۱۲۔ هو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراهة الاذان فی داخله۔ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے طحاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم۔ یعنی نظم امام زندوستی پھر قستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۲۵ میں لکھتے ہیں قولہ یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون هو الثانی۔ یعنی بین یدیه کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب تو وہ بتصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیه سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر

ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں بہر کیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے۔ واللہ الحمد۔

جواب سوال چہارم: ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیے۔

جواب سوال پنجم: ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو۔ وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہیے نہ کہ سنت و حکم حدیث و فقہ سے۔

جواب سوال ششم: مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰ المطاف ہو ماکان فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجدا۔ تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لیے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی و لہذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ صفحہ ۴۰ یکرہ الضمۃ و الوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلك ولا یصلی فیہ وہیں ہے بلا یحضر فی المسجد بشرماء ولو قد یمت ترک کبیرہ زمزم تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند کبرہ پر کہتے ہیں طریق ہندیہ کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیبہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لیے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گذرا اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدر برجنیدی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اس کی نظیر موضع وضو چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دیئے ہوں نہ اس

س حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بلائے طاق پہلے ہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفاً قطعہ اللہ جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے رواہ النسائی و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز علمائے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ کبرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال موزنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گذارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باواز ہر نام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باواز بلند دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے درمختار و ردالمختار جلد اول صفحہ ۸۵۹۔ اما ما یفعله الموزن حال الخطبة من الترضی و نحوه فمکروه اتفاقاً یعنی وہ جو یہ موزن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے یہی موزن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون، لم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں دیکھو فتح القدر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار و ردالمختار صفحہ ۶۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے کبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے: اما حرکات المکبرین و صنعہم فاننا ابشروا الی اللہ تعالیٰ منہ۔ یعنی ان کبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے، زیر حکم۔

جواب سوال ہفتم: بے شک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنتی فقد احببني ومن احببني كان معي في الجنة اللهم ارزقنا رواه السنخبری فی الابانة والترمذی بلفظ من احب۔

جس نے میری سنت زندہ کی بے شک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت بلالؓ کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من احيا سنة من سنتي قد امنتت بعدى فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئا رواه الترمذی ورواه ابن ماجة عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد۔ رواه البيهقي في الزهد۔

جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی مردہ ہو گئی اور سنت مردہ جمعی ہوگی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

جواب سوال ہشتم: احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر

یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جواب سوال نہم: حوض کا بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو اور اس کی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے لہذا موضع اعد للوضوء کما تقدم۔

جواب سوال دہم: لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسے گوشہ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام موذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔  
مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرت علمائے اہلسنت سے معروض: حضرات احيائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے آپ کے رب کا حکم ہے تَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمائیے اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچوں سوالوں کے بھی:

- (۱) ارشاد مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے۔
- (۲) کیا محتمل و صریح کا مقابلہ ہو سکتا ہے۔
- (۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط۔
- (۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے؟
- (۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجالاتے ہیں یا سو میں کتنے؟

مسئلہ ۱۰۲: زید کتا ہے مولانا احمد رضا خان ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں ”راقم عبد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ خدا جل جلالہ کے سوا دوسرے کا عبد کیسے بن سکتا ہے فقیر نے جواب دیا بھائی یہاں عبد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ غلام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کہ بندہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے وَأَنْكِحُوا الْأَيَامِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے

شوہر ہوں انہیں بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر

دو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی المسلم فی عبده ولا

فرسہ صدقہ مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں یہ حدیث صحیح بخاری و

صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع

صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ برسر منبر فرمایا کنت مع رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکنت عبده وخدامہ میں رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمت گار تھا یہ حدیث وہابیہ

کے امام الطائفہ اسمعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب

محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حنیفہ و کتاب الریاض النضرہ لکھی اور اس سے سند لی

اور مقبول رکھی۔ مثنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا عرض کی۔

گفت مادو بندگان کونے تو

کردمش آزاد ہم بروئے تو

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ  
أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ  
اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ  
الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب  
فرماؤ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر  
ظلم کیا اللہ کی رحمت ہے ناامید نہ ہو بے شک اللہ  
سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی ہے بخشنے والا



مربان۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد

جملہ عالم را بخوان قل یعباد

طرفہ یہ کہ وہابیہ حال کے حکیم الامتہ اشرف علی تھانوی صاحب بھی جب تک مسلمان کہلاتے تھے حاشیہ شام امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ ہے۔ اب گنگوہی اصطبغ پا کر شاید اسے ہر شرک سے بدتر شرک کہیں گے حالانکہ ہر شرک سے بدتر شرک کے مرتکب خود گنگوہی صاحب ہیں براہین قاطعہ میں صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک مانا ہے جس کا بیان علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ مسی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین میں اور اس مسئلہ عبد المصطفیٰ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ ”بذل الصفات عبد المصطفیٰ“ میں ہے اے مسکین عبد اللہ معنی خلق خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے مومن وہی ہے جو عبد المصطفیٰ ہے امام الاولیاء و مرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من لم یر نفسہ فی ملک النبی      جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا      مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ چکھے گا۔  
یدوق حلاوة الایمان

آخر نہ دیکھا جب اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور اسی نور کی تعظیم کے لیے تمام ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا ابلیس لعین نے نہ کیا کیا وہ اس وقت عبد اللہ ہونے سے نکل گیا اللہ کا مخلوق اللہ کا مملوک نہ رہا حاشا یہ تو ناممکن ہے بلکہ نور مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کو نہ جھکا عبد المصطفیٰ نہ بنا لہذا مردود ابدی و ملعون سرمدی ہوا آدمی کو اختیار ہے چاہے عبد المصطفیٰ بنے اور ملائکہ مقربین کا ساتھ ہو یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے۔  
والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ جھے ہوئے گھی میں حرام جانور مثلاً چوہا بلی یا کتا مرگیا یا جھوٹا کرگیا وہ گھی یا تیل کیسے پاک ہو گا اور وہ کھانا درست ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: گھی اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اس کے منہ لگنے کی جگہ سے کھرچ کر تھوڑا سا پھینک دیں باقی پاک ہے احمد و ابو داؤد و ابو ہریرہ اور دارمی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذا وقعت الفارة فی السمن فان كان جامدا فالقوها وما حولها۔ اگر جھے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مر گیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: گھی ناپاک ہو گیا بے پاک کئے اس کا کھانا حرام ہے پاک کرنے کے تین طریق ہیں۔ ایک یہ کہ اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آ جائے اسے اتار لیں اور دوسرا پانی اسی قدر ملا کر یونہی کریں پھر اتار کر تیسرے پانی میں اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آ جائے اتار لیں بلکہ جوش دینے کی پہلے ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا۔ اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جھننے کی طرف مائل ہو گیا ہے تو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اہل جائے سب گھی پاک ہو جائے گا۔

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنا لے کے مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اور اس کے بعد یہ ناپاک گھی اس پرنا لے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنا لے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہو گیا۔

پہلے طریقہ میں گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اہل کر تھوڑا گھی ضائع ہو جائے گا تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند پاک سے پہلے پیچے نہ بعد کو گرے پر نالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ برتن میں جتنا پینچایا اب پیچے گا سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے کیا حکم ہے زید کہتا ہے ٹرکش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ و سنت مشرکین و مجوس و یہود و نصاریٰ ہے رسول اللہ ﷺ اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں احفوا الشوارب و اعفوا اللحی و لا تشبہوا بالیہود رواہ الامام الطحاوی عن انس بن مالک و لفظ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جزوا الشوارب و ارخوا اللحی و خالفوا المجوس۔

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز سلطان المسلمین کے لیے خطبہ میں دعا مانگنا فرض ہے تو مثلاً اتنی دعا مانگی جائے تو درست ہے یا نہیں؟ اللہم اعز الاسلام و المسلمین بالامام العادل ناصر الاسلام و المملۃ والدین زید کہتا ہے نہیں درست سلطان المعظم کا نام لے کر دعا مانگنا چاہیے۔

الجواب: سلطان اسلام کے لیے خطبہ میں دعا فرض نہیں ایک مستحب ہے اور وہ اتنی دعا سے کہ سوال میں لکھی ہے شک حاصل ہے زید کا اسے نا درست کہنا محض غلط و باطل ہے بلکہ درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدين والعمین لا الدعاء للسلطان و

جوزہ القہستانی

خاص نام کی ضرورت ان شہروں میں ہے جو سلطان کی سلطنت میں ہیں  
کہ سکھ و خطبہ شعار سلطنت ہے ردالمختار میں ہے۔

الدعاء للسلطان على المنابر قد صار الان من شعار السلطنة  
فمن تركه يخشى عليه الخ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیش امام سر پر شال ڈال کر نماز پڑھائے تو  
کیا ہے؟

الجواب: شال اگر ریشمی یا زری کی مغرق ہے یا اس کا کوئی بوٹا زری یا ریشم کا چار انگل سے  
زیادہ چوڑا ہے تو مرد کو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ غیر نماز میں اور مجاہد اس کے باعث  
خراب و مکروہ خواہ امام ہو یا مقتدی یا تنہا اور اگر ایسی نہیں تو دو صورتیں ہیں اگر سر پر ڈال کر  
اس کا آئینل شانہ پر ڈال لیا جو اوڑھنے کا طریقہ ہے تو حرج نہیں اور اگر سر پر ڈال کر دونوں پلو  
لٹکتے چھوڑ دیئے تو مکروہ تحریمی و گناہ ہے اور عمامہ کا پھیرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

۔ (کرہ سدل) تحریم اللہی (ثوبہ) ارسالہ بلا لبس معتاد کشد  
مندیل یرسلہ من کتفیہ۔ ردالمختار میں ہے وذلك نحو الشال۔  
والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھنا اور  
مسلمانوں کے قبرستان میں دفن جائز ہے یا نہیں۔ ولد الزنا کی ماں کافرہ ہے اور  
باپ مسلمان۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب وہ مسلمان ہے اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے اور مسلمانوں کے مقابر میں  
اسے دفن کرنا بے شک جائز ہے اگرچہ اس کی ماں یا باپ یا دونوں کافر ہوں بلکہ یہ  
اور بھی اولیٰ ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحرر المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## ملفوظات حضور پر نور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عرض: حضور ۱۳ سال میں میری اہلیہ کے ۴ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے جن میں سے پانچ اولادیں انتقال کر گئیں کسی کی عمر سال کسی کی دو سال کسی کی ایک سال ہوئی اور سب کو ایک ہی بیماری لاحق ہوئی یعنی پسلی اور ام الصبیان فی الحال صرف ایک لڑکی ۳ سالہ حیات ہے حضور دعاء فرمائیں اور ان امراض کے واسطے کوئی عمل جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

ارشاد: مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے اب جو حمل ہو اسے دو مہینے نہ گزرنے پائیں کہ یہاں

اطلاع دیجئے اور زوجہ اور ان کی والدہ کا نام بھی معلوم ہونا چاہیے اس وقت سے

انشاء اللہ تعالیٰ بندوبست کیا جائے۔ اپنے گھر میں پابندی نماز کی تاکید شدید رکھیے اور پانچوں

نمازوں کے بعد آیتہ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار

صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت جن دنوں میں

عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں بھی ان تین وقت آیتہ الکرسی نہ چھوٹے مگر ان دنوں میں

آیت قرآن مجید کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اور

جن دنوں میں نماز کا حکم ہے ان میں اس کا بھی التزام رکھیں کہ تینوں قل ۳-۳ بار صبح و شام

اور سوتے وقت پڑھیں صبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام

سے مراد یہ ہے کہ دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک اور سوتے وقت اس طور پر پڑھیں کہ

چپ لیٹ کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم کر

کے سارا منہ اور سینے اور پیٹ پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے سارے بدن پر ہاتھ

پھیریں دوبارہ ایسے ہی سے بارہ ایسے ہی اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں

آپ اسی طرح پڑھ کر تین بار ان کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجئے بڑا چراغ یہاں ایک صاحب

بناتے ہیں وہ بنوا لیجئے اور ایام حمل میں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے اسے روشن کیجئے اور یہ لڑکی جو موجود ہے اس کو اگر ناسازی لاحق ہو تو اس کے لیے بھی روشن کیجئے اور وہ چراغ باذنہ تعالیٰ سحر اور آسیب و مرض تینوں کے دفع میں مجرب ہے۔ بچہ جو پیدا ہو پیدا ہوتے ہی معاسب سے پہلے اس کے کانوں میں ۷ بار اذانیں دی جائیں ۴ بار اذان سیدھے کان میں اور تین تکبیر بائیں میں اس میں ہرگز دیر نہ کی جائے۔ دیر کرنے میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک بچہ کو کسی اناج سے تول کر خیرات کیا جائے پھر سال بھر تک ہر مہینہ پر پھر دو برس کی عمر تک ہر دو مہینے پر تیسرے سال ہر تین مہینے پر چوتھے سال ہر چار مہینے پر پانچویں سال بھی ہر چار مہینے پر چھٹے سال ہر چھ مہینے پر ساتویں سال سالانہ یہ تول اس لڑکی کے لیے بھی کیجئے۔ چوتھے میں ہے تو ہر چار مہینے پر تولیے۔ مکان میں سات دن تک مغرب کے وقت ۷-۷ بار اذان باواز بلند کہی جائے اور تین شب کسی صحیح خواں سے پوری سورہ بقرہ ایسی آواز سے تلاوت کرائی جائے کہ مکان کے ہر گوشہ میں پہنچے شب کو مکان کا دروازہ بسم اللہ کہہ کر بند کیا جائے اور صبح کو بسم اللہ کہہ کر کھولا جائے آپ کے گھر میں جب پاخانہ کو جائیں اس کے دروازہ سے باہر بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث پڑھ کر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں اور جب نکلیں تو دھنا پاؤں پہلے نکالیں اور الحمد للہ کہیں اور کپڑے بدلنے یا نہانے کے لیے جب کپڑے اتاریں پہلے بسم اللہ کہہ لیں اور قربت کے وقت نہایت اہتمام کے ساتھ یاد رکھئے کہ شروع فعل کے وقت آپ اور وہ دونوں بسم اللہ کہہ لیں اور ان باتوں کا التزام رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ کوئی خلل نہ ہونے پائے گا۔

عرض: حضور بڑا چراغ روشن کرنے کی کیا ترکیب ہے۔

ارشاد: (۱) یہ چراغ معلق روشن کیا جائے گا کسی چھینکے یا قندیل میں۔

(۲) روشن کرتے وقت لو کے پاس سونے کا چمکہ یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں چلہ ختم ہونے پر وہ مساکین مسلمین پر تصدق کریں۔

(۳) چراغ باوضو نمازی آدمی روشن کرے اگرچہ عورت ہو اور مرد بہتر ہے۔

(۴) مرض ہلکا ہو تو چراغ روز ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔

(۵) مریض اس کی روشنی میں بیٹھے خواہ لیٹے مگر منہ اس کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اس کی لو کو دیکھے۔

(۶) جتنی دیر تک جلانا منظور ہو اسی حساب سے اعلیٰ درجہ کا پھیل اس میں ڈالیں اور اسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھرائیں کہ تمام نقوش پر دورہ کر آئے پھر جھکا کر رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے بسم اللہ کہہ کر اس طرف روشن کریں۔

(۷) اگر مرض نہایت شدید ہو تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لو کے پاس سونا رکھیں۔

(۸) جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو وہاں نہ کوئی تصویر ہو نہ کتا آنے پائے نہ سوا مریضہ کے کوئی عورت حیض یا نفاس والی یا کوئی ناپاک مرد یا عورت۔

(۹) اس جگہ بیٹھ کر سب ذکر الہی و درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو بقدر ضرورت آہستہ سے کہہ دیں چیقلش نہ کریں نہ کوئی لغو و بیہودہ بات وہاں ہونے پائے۔

(۱۰) جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں سب سنگین کپڑے پہنے ہوں نماز کی طرح سوا منہ کی نکلی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ اصلانہ کھلنے پائے۔

(۱۱) چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں کہ کسی دن اس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے اس کے موکلات اپنی حاضری کا وہی وقت مقرر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اس وقت روشن نہ پایا تو ان کو تکلیف ہوتی ہے لہذا چاہیے کہ پہلے دن کچھ دیر قصداً کر کے روشن کریں کہ اگر کسی دن اتنا قیام دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی دیر بھی نہ کریں کہ اگر کسی دن اتنا قیام دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی دیر نہ کریں کہ اور کسی دن چراغ روشن ہو کر اس وقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔

(۱۲) جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے کوئی باوضو شخص بڑھائے اور اس وقت یہ کہے السلام علیکم اجمعوا ماجورین۔

(۱۳) روز نیا پھیل ڈالیں کل کا بچا ہوا آج مریض کے سر اور بدن پر مل دیں۔

(۱۳) جس کے لیے چراغ روشن ہوا ہو اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیت شفا ان شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

عرض: ایک صاحب کی لڑکی بلاناغہ کچھ عرصہ سے سورہ مزمل شریف پڑھا کرتی تھیں بلکہ قریب نصف کے حفظ بھی تھی اب ان صاحبزادی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ارشاد: لاجول شریف ۶۰ بار الحمد شریف اور آیتہ الکرسی شریف ایک ایک بار تینوں قل تین بار پانی پر دم کر کے پلائیے۔

عرض: کیا آیات قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہیں۔

ارشاد: جو قیود عامل بتاتے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

عرض: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کبیل اوڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہاں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عرض: پیراہن اقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں۔

ارشاد: ردا۔ تمہ بند۔ عمامہ یہ تو عام نورجے ہوتا تھا اور کبھی قمیص اور ٹوپی پاجامہ ایک بار

خریدنا لکھا ہے پہننے کی روایت نہیں عورتیں۔ بھی تمہ بند ہی باندھتی تھیں ایک بار

حضور ﷺ تشریف لیے جاتے تھے راہ میں اپک بیوی کا پاؤں پھسلا روئے مبارک اس طرف

سے پھیر لیا صحابہ نے عرض کیا حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے ارشاد فرمایا اللھم اغفر

للمتسرولات اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں اور غالباً پاجامہ تنگ تھا

اس وقت کہ اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تمہ بند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہو سکتا تھا۔

عرض: موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد: اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہ

چاہیے۔

عرض: یہ جو جرمن وغیرہ ولایتوں سے آتی ہے اس کا کیا حکم ہے۔

ارشاد: ان کا بھی وہی حکم ہے اس واسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے اگرچہ گائے ہو

یا بکری کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس

لائے اور کہے کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں اس کا لینا حرام النصرانیۃ لا



ذبیح لہ بخلاف یہودیوں کے کہ ان کے یہاں اب تک ذبح کرنے کا اہتمام ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الیہودیۃ یدبح اویا کل ذبیحۃ المسلم نصرانی و یہودی کافر دونوں ہیں کہ ایک محبوبان خدا کی محبت میں اور دوسرے عداوت میں قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک پڑیہ بھی نہیں۔

عرض: امام مسافر کے پیچھے مقتدی مقیم کو ایک رکعت ملی تو بقیہ نماز میں قرأت کس طرح کرے۔

ارشاد: پہلے دو رکعت مثل لاحق کے بغیر قرأت بقدر سورہ فاتحہ قیام کر کے قعدہ کرے اور پچھلی رکعت میں قرأت کرے۔

عرض: جماعت ثانیہ جس وقت شروع ہو سنت ظہر اس وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا فجر کی سنت جماعت ثانیہ کے قعدہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوڑ دی جائیں یا کیا۔

ارشاد: جماعت ثانیہ فقط جائز ہے اس کے لیے سنتیں نہ چھوڑے اصل نماز جماعت اولیٰ ہے جس کے لیے حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں ان کے مکانوں کو جلوا دیتا ایک مرتبہ مولوی عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ مارہرہ مطرہ میں اتفاقاً مجھے نماز میں دیر ہو گئی جب میں مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے ارشاد فرمایا عبد القادر نماز تو ہو گئی تو اصل نماز جماعت اولیٰ ہی ہے۔

عرض: نماز جنازہ میں تو تین صف کرنے کی فضیلت ہے اس کی ترکیب در مختار و کبیری میں یہ لکھی ہے کہ پہلی صف میں تین دوسری میں دو اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر صف میں دو دو کھڑے ہو سکتے تھے۔

ارشاد: اقل درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں اس واسطے صف اول کی تکمیل کر دی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کے برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور تین کا

مکروہ تحریمی کیونکہ صف کامل ہو گئی اور اس صورت میں امام کا صف میں کھڑا ہونا ہو گیا اور بیچ وقت نماز میں بھی۔ بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز نہیں مثلاً دو مرد اور ایک عورت ہے تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہوگی۔

عرض: ایام و بائیں بعض جگہ دستور ہے کہ بکرے کے داہنے کان میں سورہ یسین شریف اور بائیں میں سورہ منزل شریف پڑھ کر دم کرتے ہیں اور شہر کے ارد گرد پھرا کر چوراہے پر ذبح کرتے ہیں اور اس کی کھال و سری زمین میں دفن کر دیتے ہیں یہ کیسا ہے۔

ارشاد: کھال دفن کرنا حرام ہے کہ اضاعت مال ہے اور چوراہے پر لے جا کر ذبح کرنا جہالت اور بیکار بات ہے اللہ کے نام پر ذبح کر کے مساکین کو تقسیم کر دے۔

عرض: کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قبلہ رو پڑھنا چاہیے؟

ارشاد: ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قبلہ رو ہونا کچھ ضرور نہیں سامعین کی طرف منہ ہونا چاہیے خطبہ جمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پشت کر کے پڑھا جانا مشروع ہے۔

عرض: معلم کی اگر تنخواہ مقرر نہ ہو تو بچوں سے کام لے سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر والدین کو ناگوار نہ ہو اور بچہ کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں تنخواہ مقرر ہو یا نہ ہو۔

عرض: میلاد خواں کے ساتھ اگر مرد شامل ہوں یہ کیسا ہے؟

ارشاد: نہیں چاہیے۔

عرض: نوشہ کے اوٹن بلنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: خوشبو ہے۔ جائز ہے۔

عرض: اگر پسلپور سے بدایوں جانا ہے اور راستہ میں بریلی اترنا تو قصر کرے گا یا نہیں؟

ارشاد: اس صورت میں قصر نہیں کہ سفر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عرض: ایک شخص بریلی کا ساکن مراد آباد میں دکان کھولے اور وہاں تجارت کا ارادہ ہو اور کبھی کبھی اپنے اہل و عیال کو بھی لے جایا کرے اس صورت میں مراد آباد وطن اصلی ہو گا یا وطن اقامت۔

ارشاد: وطن اصلی نہ ہو گا ہاں اگر وہاں نکاح کر لے تو ہو جائے گا۔

عرض: اگر وہاں نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد: نکاح تو ہو ہی جائے گا اس واسطے کہ نکاح نام باہمی ایجاب و قبول کا ہے اگرچہ باہم پڑھادے چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا احتراز لازم ہے۔

عرض: ولیمہ نکاح کی سنت ہے یا زفاف کی اور نابالغ کا نکاح ہو تو ولیمہ کب اور کس دن کرے۔

ارشاد: ولیمہ زفاف کی سنت ہے اور نابالغ بھی بعد زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔

عرض: نکاح کے بعد چھوڑے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کہیں ثابت ہے یا نہیں؟  
ارشاد: حدیث شریف میں لوٹنے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث دارقطنی و بیہقی و طحاوی سے مروی ہے۔

عرض: خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو۔

ارشاد: وسمہ سے ہو یا تسمہ سے سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض: کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے؟

ارشاد: ہاں جناد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض: اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

عرض: بعض کتب میں ہے کہ وقت شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسمہ کا خضاب تھا۔

ارشاد: حضرت امام حسن و حسین و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خضاب وسمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے۔

عرض: نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھی تو اعادہ ہو گیا نہیں۔

ارشاد: ضرور اعادہ ہو گا کہ سرے سے نماز ہی نہ ہوئی۔

عرض: ایک گاؤں میں مسجد بالکل ویرانہ میں ہے اس کے متصل ایک کھار کا مکان ہے مسجد مذکور میں نماز بھی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے ارد گرد لوگ کوڑھ وغیرہ ڈالتے ہیں وہ

کھار زمین مسجد کو خریدنا چاہتا ہے آیا اس کی بیع ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ارشاد: حرام ہے اگرچہ زمین کے برابر سونادے مسجد کے لیے جو لوگ ایسا کریں ان کی نسبت قرآن عظیم فرماتا ہے: لَهُمْ فِي الدُّنْيَا حِزْبٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

عرض: نماز جنازہ کی تعجیل سے کیا مراد ہے۔

ارشاد: غسل و کفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں ہاں اس کے بعد تاخیر نہ کرے بعض لوگ شب جمعہ میں جس کا انتقال ہوا میت کو تا نماز جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نماز میں کثرت ہو جائے یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

عرض: مردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لیے لے جانا کیسا ہے۔

ارشاد: ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علمائے کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے اور چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔

عرض: معمول چھینٹ جس کے پاجامے عورتوں کے ہوتے ہیں خوش دامن کا پاجامہ ایسی

چھینٹ کا ہو اس پر سے اس کے جسم کو ہاتھ بٹھرت لگائے تو کیا حکم ہے۔

ارشاد: اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو تو خیر ورنہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

عرض: یہ جو مولود شریف کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس رات آمنہ خاتون رضی اللہ

تعالیٰ عنہا حاملہ ہوئیں دو سو عورتیں رشک حسد سے مرگئیں یہ صحیح یا نہیں۔

ارشاد: اس کی صحت معلوم نہیں البتہ چند عورتوں کا بہ تمنائے نور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔

عرض: اسقاط کی حالت میں چند سیرگندم اور قرآن عظیم دیا جاتا ہے اس میں کل کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد: جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے اتنے کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

عرض: ثمن کے اندر عاقدین مختار ہیں جتنا چاہیں طے کر لیں۔

ارشاد: یہاں یہ کہ صدقہ دیا جا رہا ہے وہی بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہو گا۔

عرض: خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا کیا؟

ارشاد: اختلاف ہے علماء کا بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض مکروہ بتاتے ہیں۔

عرض: سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہیے۔

ارشاد: ترک اولیٰ ہے جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط ہی میں ہے

کہ مکروہ ہے اسی کو ہندیہ میں نقل کیا ہے۔

عرض: دیہات میں جمعہ نہ پڑھنے کے مسائل و رسائل علماء نے لکھے ہیں اس سے اہل

دیہات بہت پریشان ہیں۔

ارشاد: مذہب حنفی میں جمعہ و عیدین جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے اور

جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا ایسی

صورت میں جملا جمعہ تو جمعہ ظہر بھی چھوڑ دیں گے۔ اَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ۝ عَدُوًّا إِذَا

صَلَّى ۝ سے خوف کرنا چاہیے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ایک

شخص کو طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا جب وہ پڑچکا تو مسئلہ تعلیم

فرمادیا۔

عرض: حضور ﷺ کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔

عرض: قسم حضور ﷺ کی کھانا جائز ہے۔

ارشاد: نہیں۔

عرض: کیا بے ادبی ہے۔

ارشاد: ہاں۔

عرض: خلال تانے پیتل کا گلے میں لٹکانا کیسا ہے۔

ارشاد: ناجائز ہے کیونکہ یہ تعلیق کے حکم میں ہے ویسے جائز ہے اور سونے چاندی کا حرام ہے بلکہ عورتوں کو بھی ایسے ہی سونے چاندی کے ظروف میں کھانا ناجائز ہے اور گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے۔

عرض: جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دینا چاہیے یا نہیں؟

ارشاد: دل میں جواب دے۔

عرض: اگر غائبانہ نامحرم کو سلام کہلائے۔

ارشاد: یہ بھی ٹھیک نہیں ع

بسا کین آفت از گفتار خیر و

عرض: سنت الفجر اول وقت پڑھے یا متصل فرضوں کے۔

ارشاد: اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے حدیث شریف میں ہے جب انسان سوتا ہے شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے جب صبح اٹھتے ہی وہ ربے عزوجل کا نام لیتا ہے ایک گرہ کھل جاتی ہے اور وضو کے بعد دوسری اور جب سنتوں کی نیت باندھی تیسری بھی کھل جاتی ہے لہذا اول وقت سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

عرض: ظہر کے وقت بغیر سنت پڑھے امامت کر سکتا ہے۔

ارشاد: بلا عذر ٹھیک نہیں۔

عرض: سنت جمعہ اگر خطبہ شروع ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھے یا نہیں؟

ارشاد: پڑھے اور ضرور پڑھے۔

عرض: بعض جگہ دستور ہے کہ مسلمان ہندو کی آڑت میں مال فروخت کرتا ہے۔ اور اس

صورت میں ہندو کو کیشن دینا پڑتا ہے اور وہ لوگ کیشن کے ساتھ چار آنے سینکن

اس بات کا لیتے ہیں کہ اس رقم کا ایلج خرید کر کبوتروں کو ڈالا جائے گا یہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر جانوروں کے لیے لیں کچھ حرج نہیں البتہ بت وغیرہ کے لیے ناجائز ہے۔

عرض: دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے۔

ارشاد: دست غیب کے لیے دعا کرنا محال عادی کے لیے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے لیے حرام ہے اور کیمیا تضحیح مال ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔ کبساط کیفہ الی الماء وما ہوبیا لغہ۔ (جیسے کوئی دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہوا اور وہ پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں۔ ۱۲) دست غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (پرہیزگار) اللہ عزوجل اس کے لیے فرما دیتا ہے اور اسے روزی پہنچاتا ہے وہاں سے جس کا اسے گمان بھی نہیں میتق اللہ پر عمل نہیں ورنہ حقیقتاً سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے میرے ایک دوست مدینہ طیبہ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپیہ کی طلب تھی بدھ کے روز یہاں سے ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کے روز ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں وہ دن بھی ختم ہوا نماز مغرب پڑھ کر حسب معمول استنجے کو گیا اور یہ فکر کہ کل کو بدھ ہے اور ابھی تک روپیہ کی کوئی سبیل نہیں ہوئی میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجتا ہیں عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسنین (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے بھتیجے) نے آواز دی۔ ”سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں“ میں باہر آیا اور ملاقات کی چلتے وقت اکیاون روپیہ انہوں نے دیئے حالانکہ ضرورت صرف پچاس روپیہ کی تھی یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا۔

مولف: یہ ہے يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

عرض: ادنیٰ درجہ علم باطن کیا ہے۔

ارشاد: حضرت ذوالنون مسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص و عوام سب نے قبول کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا عوام نے نہ مانا۔ سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص و عوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سیر اقام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے ان کے علوم کی حالت تو یہ ہے کہ ادنیٰ

درجہ ان سے اعتقاد ان پر اعتماد و تسلیم ارشاد جو سمجھ میں آیا فہماور نہ کُلُّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ حضرت شیخ اکبر اور اکبر فن نے فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا نیز حدیث میں فرمایا ہے اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتہلک۔ صبح کراں حالت میں کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا علم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ علم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

عرض: کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد: غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

عرض: عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد: عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔

عرض: کتب نبی ہی سے علم ہوتا ہے۔

ارشاد: یہی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

عرض: حضور مجاہدہ میں عمر کی قید ہے۔

ارشاد: مجاہدے کے لیے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض: ایک شخص اسی (۸۰) برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اس (۸۰) برس مجاہدہ کرے۔

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں نسبت کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کر دے تو اس راہ کی قطع کو اس (۸۰) برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الہی ضرور کار فرما ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔



## احکام شریعت

(حصہ سوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش و شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ و حرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔ ومسألة

الشطرنج مبسوطة فی الدرر وغیرها من الخطر والشہادات

والصواب اطلاق المنع كما اوضح فی رد المحتار۔ واللہ تعالی اعلم و

علمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو

جاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہو سکتا بلکہ توبہ کیلئے شرط ہے کہ جس جس سے

لیا ہے واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو انکے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو اتنا مال

صدقہ کر دے بے اس کے گناہ سے برأت نہیں، اس کے یہاں نوکری کرنا تنخواہ لینا کھانا کھانا جائز

ہے جب کہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو کما فی الہندیۃ عن

الذخیرۃ عن محمد رحمہ اللہ تعالی۔ واللہ تعالی اعلم و علمہ اتم و

احکم

مسئلہ ۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی ٹوپی پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یا نہیں؟

الجواب: دربارہ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کی مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صورت میں کفر تک ہے حدیقہ ندیہ میں فرمایا: لبس ذی الافرنج کفر علی الصحیحۃ۔ ہیٹ اسی قسم میں ہے اور پتلون قسم اول میں اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی نہیں جب کہ اس ملک میں کفار یا فساق کی وضع ہو فان کل بلدۃ و عوائدھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوفاً بلکہ جبراً سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور لیگجری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت و خون واقع ہوا بالآخر مجبوری مانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مہتبان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا یا لکتاب و توجروا یوم الحساب۔

الجواب: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیماً ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقییل کیونکہ متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے:

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسال اللہ حسن المال و عندہ العلم بحقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے ہیں اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں ان کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا

توجروا۔

**الجواب:** اگر انہیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پا کر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود و حسن باعث اجر ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث اللہم لک الحمد علی زانیۃ۔ اللہم لک الحمد علی سارق اس پر شاہد عدل ہے اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال و طیب سے عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اسے مطعون کرتے پھریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادات سے معروف و مشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لیے دینا جائز و حلال ہے اگرچہ انہیں لینا حرام ہے۔ اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد ہے کہ ایک شاعر نے بارگاہ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس ﷺ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا اقطع عنی لسانہ۔ (میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے) در مختار وغیرہ میں اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۶:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے تو باغوں کو جا کر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہیں آیا یہ فعل ان کا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز اور بر تقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ اور بر تقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سنیہ۔

**الجواب:** گٹھلیاں مارنا ناجائز و ممنوع ہے مسند امام احمد و صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

قال نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عن الخذف وقال انہ لا یقتل الصید ولا ینکال العدو وانہ یفقوا العین ویکسر السن۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلایا سمٹھلی یا کنٹکری پھینک کر مارنے سے منع کیا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار۔ اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔

فی التیسیر انخذف مجمتین وقاء الرمی بحصاة انوارة لانه یفقوا العین ولا یقتل الصید۔

اور صرف چھلکوں سے ہم مرتبہ لوگ نادرا محض تطیب قلب کے طور پر باہم مزاج دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال القاضی الامام ملک الملوک اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبیطیح بان یضرب بعضهم بعضاً مباح غیر مستنکر۔ کذا فی جواهر الفتاویٰ فی الباب السادس۔

عوارف المعارف شریف میں ہے۔ راوی بکر بن عبد اللہ:

قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتبادحون بالبیطیح فاذا کانت الحقائق کانوا هم الرجال یقال بدح یبدح اذ ارمى ای یترا مون بالبیطیح اه۔ ذکر قدس سرہ فی الباب الثلثین۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خسی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے۔ خسی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خسی بیل محنت زیادہ برداشت کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خسی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے اسی اصل کی بنا پر ہمارے علماء گھوڑے کو خسی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں:

لما فيه من تقليل آله الجهاد اقول الموجود لا يعدم و  
الموهوم لا يعتبر الا ترى ان العزل يجوز عن الامة مطلقا وعن  
الحرّة باذنها بخلاف الاكل فان فيه اعدام موجود-  
ہاں آدمی کا خصی بلا جماع مطلقاً حرام ہے در مختار میں ہے۔

و جائز خصا البهائم حتى الهرة واما خصاء الادمى فحرام  
قيل والفرس وقيده بالمنفعة الا فحرام-  
ردالمختار میں ہے:

قوله قيل والفرس ذكر شمس الامة الحلوانى انه لا باس به  
عند اصحابنا و ذكر شيخ الاسلام انه حرام- واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا  
کیا ہے اور جو ان کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھنے کے لیے بھیجے اس کے لیے کیا حکم  
ہے؟

الجواب: حرام۔ حرام۔ حرام۔ اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے اثم۔ قال اللہ تعالیٰ:  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم۔

مسئلہ ۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا  
یا ان کا کپڑا مکان پر لا کر سینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔  
الجواب: انگریز کی سلائی کی نوکری کرنے یا گھر پر لا کر اس کا کپڑا سینے میں کوئی مضائقہ نہیں  
جبکہ کسی مخدور شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

اجر نفسه من نصرانی ان استاجرہ لعمل غیر الخدمۃ جازا و  
تمامہ فی غمز العیون۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم علمہ  
جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جو تا مردوں کو پہننا جائز  
ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ جزیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہ نظر سے نہ گزرا مگر ظاہر یہ ہے  
والعلم عند اللہ کہ جھوٹے کام کا جو تہ مرد و زن سب کے لیے مکروہ ہونا چاہیے۔

فان المنسوج كغيره ولا شك ان النعال من انواع الملبوسات و  
النساء والرجال سواء في كراهة لبس النحاس۔

ہاں سچے کام کا جو تہ عورتوں کے لیے مطلقاً جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مفرق نہ ہو۔  
نہ اس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بوٹی چار انگل یا کم  
کی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ  
جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہیے۔

وفي الفتاوى الهندية يلبس الذكور قلنسوة من الحرير  
او الذهب او الفضة او الكرباس الذي خبط عليه ابريشم  
كشيراوشى من الذهب او الفضة اكثر من قدر لاربع اصابع  
انتهى۔ قال العلامة الشامي و به يعلم حكم العراقية  
المساته بالطائفة فاذا كانت منقشة بالحرير و كان احد  
نقوشها اكثر من اربع اصابع لا تحل وان كان اقل تحل وان زاد  
مجموع نقوشها على اربع اصابع بناء على ما مر من ان ظاهر  
المذهب عدم جميع المتفرق انتهى وقد قال العلامة  
الشامي ايضا ان قد استوى كل من الذهب والفضة والحرير في  
الحرمة فتترخيص الحرير ترخيص غيره بدلالة المساواة ويؤيد  
عدم الفرق ما مر من اباحة الثوب المنسوج من ذهب اربعة  
اصابع اه ملخصا فافهم و تبثت اذبه تحرر ما كان العلامة  
الطحاوي متوقفا فيه والله تعالى اعلم و علمه جل مجده  
اتم واحكم۔

مسئلہ ۱۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور  
بی بی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں اور اس کا چھونا کیسا ہے یعنی

مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔  
الجواب:

زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ فرج و ذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب و اجر ہے۔

کمانص علیہ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
البتہ بحالت حیض و نفاس زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہوتا ہے علی قول  
الشیخین رضی اللہ عنہما و بہ یفتی اسی طرح اور عوارض خاصہ مثل صوم و اعتکاف و احرام وغیرہا  
کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے  
مگر اس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں لانقطاع النکاح بالموت اور عورت جب تک عدت  
میں ہے اپنے شوہر مردہ کا بدن چھو سکتی ہے اسے غسل دے سکتی ہے جب کہ اس سے پہلے  
بأن نہ ہو چکی ہو لبقاء النکاح فی حقها بالعدة نص علی ذلك فی تنویر  
الابصار والدرالمختار وغیرہما من معتمدات الاسفار واللہ سبحنہ و  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ  
ساجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا ان کے اخبار اور مذہبی  
پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے  
اعتراض و الزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔  
رسول مقبول ﷺ کو نعوذ باللہ منہا ۱۔۔۔۔۔ اور علمائے متقدمین و متاخرین کو کھلی کھلی گالیاں  
دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام۔ تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔ آریہ  
مسافر میگزین۔ مسافر بھڑاچ آریہ پتر بریلی۔ ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونہ کے طور سے چند  
الفاظ نقل ذیل ہیں:

----- ستیارتھ پرکاش -----

۱۔ اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے لہذا بیاض چھوڑ دی گئی (۱۲)۔ یہاں بھی سطور ملعونہ تھیں ۱۲

## مسافر بھڑاچ

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں۔ مفصل بیان فرمائیے اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

**الجواب:** اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ نپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات بعینہ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تمہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل و قرآن عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قرالہی کی آگ ان کے لیے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا پلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکتہ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔

۱۰ (اس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے لہذا نقل نہ کیے گئے اقول تعجب اور نہایت عجب ان مسلمانوں سے جو کاپی نویسی و تصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں اور ایسے سچے پکے قائم بالحق مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلدیں نہیں باندھتے چنانچہ بعد ارسال اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا ایک میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو مجلد کرنے کو دیں مگر اس نے اسی بنا پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کر دیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختصراً (مولوی نواب) سلطان احمد خان (صاحب) ناقابل فتویٰ



یہ میں نہیں کہتا۔ قرآن فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ  
اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
عَذَابًا مُّهِينًا ۝

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس  
کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و  
آخرت میں۔ اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے  
ذلت کا عذاب۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ  
دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا  
چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں  
گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا پتھر  
بنانے والا چھاپنے والا کل چلانے والا غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں  
اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق  
ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ  
گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد  
نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشى مع ظالم ليعينه وهو  
جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ  
يعلم انه ظالم فقد خرج من  
یقیناً اسلام سے نکل گیا۔  
الاسلام۔

یہ اس ظالم کے لیے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبالے یا زید عمرو کسی کو ناحق  
سخت ست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو  
اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں ان کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے۔ رواہ  
الطبرانی فی الکبیر والنسیاء فی صحیح المختارہ عن اوس ابن شریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

من افات اليد كتابة ما يحرم قلفظه من شعر المجنون

والفواش والقذف والقصص التي فيها نحو ذلك والاهاجی  
نشاو نظما والمصنفات والمشتلما على مذاهب الفرق الضالة  
فان القلم احدى اللسانين فكانت الكتابة في معنى الكلام  
بل ابلغ منه لبقائها على صفحات الليالي والايام والكلمة  
مذهب في الهواء ولا تبقى اه مختصرا

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان  
کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے:

وَأَمَّا يَنْبَغِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش  
آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اس کے جنازہ کی نماز حرام اسے  
مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اس کی قبر پر جانا  
سب حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔

فقیر کے یہاں فتاویٰ مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ  
دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں سنا گیا کہ سائل کا قصد اس فتویٰ کے چھاپنے کا ہے  
درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں۔ ان کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے  
لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باز نہ تعالیٰ محفوظ رہیں۔  
فاللہ خیر حافظا وهو ارحم الراحمین ۵

۱۰ (جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس تحریر  
حضرت کو دیکھ کر اسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا اور کہا میں نے صرف  
دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دیئے تھے (۱۲ اس)

مسئلہ: ۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضی احتیاط کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افعمیا وان اتما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۱۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اڑانا اور پالنا اور مرغ بازی۔ بئیر بازی۔ کن کیا بازی اور فروخت کرنا کنکلیا اور ڈورا اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اڑانا کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بئیر کا لڑانا حرام ہے ان لوگوں سے ابتداء سلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں واجب نہیں کنکلیا اڑانے میں وقت و مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات کن کیا ڈور بیچنا بھی منع ہے اصرار کریں تو ان سے بھی ابتداء سلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۱۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارہویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں رباعی یہ ہے۔

سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب

بادشاہ و شیخ و درویش و ولی مولانا

اور اگر یہ رباعی پڑھنا جائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارہویں شریف کا براہ مہربانی تحریر فرما دیجئے۔

الجواب: یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلاف شان اقدس ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید و درود شریف سے ہو سکے پڑھ کر ثواب نذر کرے اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوشیہ پھر ایک بار الحمد شریف و آیت الکرسی پھر سات بار سورۃ اخلاص پھر تین بار درود غوشیہ۔ درود غوشیہ یہ ہے:

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وعلى اله  
وبارك وسلم

اور فقیرانہ زائد کرتا ہے۔

وعلى اله الكرام و ابنه الكريم و امته الكريم و بارك وسلم۔ واللہ  
تعالی اعلم۔

مسئلہ: ۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے  
وہ کون حالت اور کس وقت پر۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے  
تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ: ۱۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔  
بینوا توجروا۔

الجواب: سوتی یا اونی بوزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان پر مسح کسی کے نزدیک  
درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چڑھا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا  
چڑے کا لگا ہوا نہ ٹخنیں یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ  
ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور  
ان پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پاتا بے ان تینوں وصف مجلد  
منعل ٹخن سے خالی ہوں ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے ہاں اگر ان پر چڑھا منڈھالیں یا چڑے کا تلہ  
لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہو گا  
اور اسی پر فتویٰ ہے۔ فی المنیة والغنیة:

والمسح على الجوارب لا يجوز عند ابی حنیفة (الا ان یکونا  
مجلدین) ای استوعب المجلد مایستر القدم الی الکعب (او منعلین)  
ای حمل الجلد علی مایلی الارض منها خاصة کالنعل للرجل (وقا لا  
يجوز اذا كانا ثخنین لا یشفان) فان الجوارب اذا كان بحیث لا یجاوز  
الماء منه الی القدم فهو بمنزلة الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی

نفسه الا بعد لبث وذلك بخلاف الرقيق فانه يجذب الماء وينفذه الى الرجل في الحال (وعليه) اي على قول ابي يوسف و محمد (الفتوى و الثخين ان يستمسك على الساق من غير ان يشد بشئ) هكذا فسروه كلهم وينبغي ان يقيد بما اذا لم يكن ضيقا فانه نشاهد ما يكون فيه ضيق يستمسك على الساق من غير شد و الحد بعدم جذب الماء اقرب وبما يمكن فيه متابعة المشي اصبوب وقد ذكر نجم الدين زاهدي عن شمس الائمة الحلواني ان الجوارب من الغزل والشعر ما كان رقيقا منها لا يجوز المسح عليه اتفاقا الا ان يكون مجلدا او منعلا وما كان ثخينا منها فان لم يكن مجلدا او منعلا فمختلف فيه وما كان فلا خلاف فيه اه ملتقطا قلت وههنا وهم عرض للمولى الفاضل اخي يوسف چلپی فی حاشیة شرح الوقایة فلا علیک منه بعد ماسمعت نص امام الشان شمس الائمة و كذلك نص فی الخلاصة بما يكفي لا زاحة كما حققه فی الغنية وذكر طرفا منه فی رد المحتار فراجعهما ان شئت واللہ سبحنہ و تعالی اعلم۔

مسئلہ: ۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اس کو جواب دے یا نہیں اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دل میں بایں معنی کہ زے تصور میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہیے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تویر میں ہے:

لا یکرہ النظر الیہ (ای القران) الجنب و حائض و نفساء  
کاوعیة۔

ردالمحتار میں ہے:

نص فی الهدایۃ علی استحباب الوضوء لذكر اللہ تعالیٰ۔  
اسی میں بحر سے ہے:

وترک المسنح لا یوجب الکراہۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۱۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں تو ان کو بلا وضو چھونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۲۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) معذور نے اپنے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہو گئی یا اس کو پھر قضا پڑھے در صورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہو گیا کہ نماز دوسرے وقت میں جا کر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہیں جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: (۱) کہ خروج وقت ناقض وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقض وضو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نماز بلا جماع باطل ہو گئی کہ خروج وقت و دخول دونوں پائے گئے تو نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہا تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثنا عشریۃ اگر وقت قلیل رہ گیا اور درمیان نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثا و تعوذ و درود و دعا

ترک کرے۔ رکوع و سجود میں صرف ایک بار تسبیح رکوع و سجود کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ کہ صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لا یزول بالشک۔ ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائے گا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکے گی اس کے اتباع سے پڑھ لے۔ فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک۔ کما فی الدر۔ پھر قضا پڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ: ۲۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پینہ آئے اور کپڑے تر ہو جائیں تو نجس ہو جائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نہیں کہ جنب کا پینہ مثل اس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔ فی الدر المختار سور الادمی مطلقاً ولو جنباً او کافر طاهر و حکم العرق کسوراه ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۲۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بادامی رنگ کی پڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پڑیا سے درع کے لیے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے پھر بھی:

والحرج مدفوع بالنص و عموم البلوی من موجبات

التخفيف لا سيما في مسائل الطهارة والنجاسة۔

لہذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے۔ وقد ذکرنا علی هذه المسئلة كلاما اكثر من هذا في فتاوانا وتحقق الامر بما لا مزيد عليه ان ساعد التوفيق من الله سبحانه وتعالى۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدا روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدا خوب تر ہو گیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت نہ ہے والیقین لا یزول بالشک ہاں ظن غالب کہ برائے دلیل صحیح ہو قہیات میں ملحق یقین ہے نہ برائے توہمات عامہ پس اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملحق تھی اور گدے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدے کے محل نجاست کو ترک کر دے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اس سے متصل ہو کر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑنے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزا دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اور اگرچہ ایک درہم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرط میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی۔ یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کی ہیں:

هذا هو التحقيق الذي عولنا عليه لظهور وجهه ولكونه احوط



وان كان الكلام في المسئلة طويل الذيل ذكر بعضه في رد المحتار اخر الانجاس و اخر الكتب و فيه عن البرهان ولا يخفى منه انه لا يتيقن بانه مجدد نداوة الا اذا كان النجس الرطب هو الذي لا يتقاطر بعصره اذ يمكن ان يصيب الثوب الجاف قدر كثير من النجاسة ولا ينبع منه شئ بعصره كما هو شاهد عند البداية بغسله الخ وفيه عن الامام الزيلعي لا نه اذ لم يتقاطر منه بالعصر لا ينفصل منه شئ وانما يتبل ما يجاوره بالنداوة وبذلك لا ينجس الخ وعن الخانية اذا غسل رجله فمشى على ارض نجسته بغير مكعب فاتبل الارض من بلل رجله واسود وجه الارض لكن لم يظهر اثر بلل الارض في رجله فصلى جازت صلاته وان كان بلل الماء في رجله كثيرا حتى ابتل وجه الارض وصار طينا ثم اصاب الطين - رجله لا يجوز صلاته الخ والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم -

مسئلہ : ۲۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب : ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام مذبوح ہو یا مردار جب کہ اس پر بدن میت کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سوز کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اس کا ترک بہتر ہے لمحل خلاف محمد فانه قائل بنجاسة عينية كما في فتح القدير ورد المحتار وغيرهما ورعاية الخلاف مسحبة بالاجماع۔

در مختار میں ہے :

سعر الميتة غير الخنزير وعظماها طاهر اه ملخصا۔ والله

تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو والمسئلۃ واردۃ متونا وشروحا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۲۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں تو وہ مع روئی کے دھل کر پاک ہو سکتے ہیں یا روزِ علیحدہ ہو کر کپڑا الگ دھونے سے پاک ہو گا اور اگر روزِ کاسوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ ٹوہیں دھونے سے پاک ہو جائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا ان پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدرالمختار یطہر محل غیر مریۃ بغلبۃ ظن غاسل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی وقد ذلک لموسوس بغسل عصر ثلاثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما ینشرب النجاسۃ وهذا کلہ اذا غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا بلا شرط عصر وتخفیف وتکرار غمس هو المختار۔ اھ۔

ناپاک روزِ کاسوت دھونے سے بخوبی پاک ہو سکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے۔ کما لا یخفی۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۲۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلوائیوں کی کڑھائیوں کو کتے چاٹتے ہیں انہیں کڑھائیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں ان کے

یہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔  
**الجواب:** طہارت و نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس و حرام ہے۔  
 و بس امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بہ ناخذ مالہ نعرف شیئا حرام بعینہ۔  
 مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالہ ”الاحلی من السکر“ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ: ۲۸** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگلی پر نجاست لگ جائے اور اسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہو جائے اور منہ بھی پاک رہے۔ بینوا توجروا۔  
**الجواب:** انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افتراء و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار و نجس ناپاک تھوک یہاں تک نکلنے سے کہ اثر نجاست کا منہ سے دھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا۔ مگر اس چاٹنے نکلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہو۔  
 الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ - وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ - أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ۔  
**مسئلہ: ۲۹** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ۔ وہی۔ گھی۔ ترکاری۔ شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیہ انما المشرکون نجس سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:** آیہ کریمہ انما المشرکون نجس ان کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاویٰ اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام مگر اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لیے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اسے دیکھتا رہا تو اس وقت تک حلال ہے

ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہو نجس و حرام ہیں ورنہ طاہر و حلال اصلی اشیاء میں طہارت و علت ہے۔ قال تعالیٰ خَلَقَ لَكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لیے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہ ناخذ مالہم نعرف شیئا حرام بعینہ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بنجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں ایک دشواری نہ ہو ان سے بچنا اولیٰ ہے۔ غرض فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۳۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوح محفوظ کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زیر عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانسو برس کی راہ ہے اس میں ماکان وما یکون الی یوم القیامۃ ثبت ہے۔

مسئلہ: ۳۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اس کو تبدیل و تغیر بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: صحیح یہ ہے کہ لوح تغیر سے محفوظ ہے تغیر و دقتین و صحف ملائکہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۳۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے بعد آفرینش دنیا کے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایک ہی مرتبہ اس کا انتظام کر دیا ہے یا بتدریج اس کی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نسخ صحف میں ہے نہ لوح میں۔ کل صغیر و کبیر مستطر۔ جف القلم بما ہو کائن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۳۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث جف القلم اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا یا ہوا یا تدبیر انسانی کچھ فائدہ

ہیں دیتی۔

الجواب: دنیا عالم اسباب ہے اور سبب و مسبب سب مقدر مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید ہے اور اس پر اعتماد تام ضلال بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شقی ازلی کوشش انسانی سے سعید بن سکتا ہے یا نہیں اور سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا

توجروا۔

الجواب: نہ شقی ازلی سعید ہو سکے نہ سعید ازلی شقی سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ممکن ہے یوہیں شقی ازلی پر صحبت نیک کا مگر انجام اسی پر ہو گا جس لیے بنائے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۳۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہو گا بوساطت فرشتگان اور سیارگان و عقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا تو سل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم و نسخ فرماتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ اکبر۔ حاکم حقیقی عز جلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے تو سل کرے۔ وہی اکیلا حاکم، اکیلا خالق، اکیلا مدبر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدبیر امور پر مقرر فرمایا ہے قال تعالیٰ والمد برات امرا۔ علماء نے کہا کہ پہلے بعض کام ارواح کو اکب سے بھی متعلق تھے زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کام ان سے نکال لیا گیا اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں ان کا ہذیان بین البطلان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۳۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتا ہے اس پر یقین کرنا کفر ہے وہ کیا حضرت رسول اللہ ﷺ کو بھی غیب کا حال نہیں معلوم تھا۔ آیا یہ دونوں عقیدے زید کے موافق عقائد سلف اہلسنت و جماعت کے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہم لک الحمد علم ذاتی کہ بے عطائے غیر ہو اور علم مطلق تفصیلی کہ جملہ معلومات الہیہ کو محیط ہو اللہ عزوجل سے خاص ہیں مگر مغیبات کا مطلق علم

تفصیلی. عطائے الہی ضرور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ثابت ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے امام حجتہ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں النبی هو المطلاع علی الغیب۔ یعنی نبی کہتے ہیں اسے جو غیب پر مطلع ہو ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قوله. تعالیٰ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا وما یدریہ بالغیب۔

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد (ﷺ) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ تو جو نفی مطلق کرے بلاشبہ کافر ہے اور اگر علم ذاتی یا علم محیط جملہ معلومات الہی سے تاویل کرے تو کفر سے بچ جائے گا مگر شان اقدس میں ایسا موہوم کلام بولنے کا اس پر الزام قائم ہے کہ اس کا ظاہر کلام بعینہ وہی ہے جو اس منافق نے کہا اور اللہ عزوجل نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا کیوں نہ کہا کہ بے اللہ کے بتائے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارے میں تحقیق حق کیا ہے۔

الجواب: حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علماء و علمائے حرمین محترمین زاد ہما اللہ شرقاً و تکرماً میں رائج ہے شرعاً مباح و جائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مبطل سے اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع و ناجائز کہنا یا احوال حقہ سے بے خبری پر مبنی۔ کما عرض لکثیر من المتکلمین علیہ فی بدو ظہورہ قبل اختیارہ و وضوح امرہ فقیل مسکرو قیل مفتر و قیل مضرای مطلقاً کالسموم و قیل و قیل۔

یا بعض احوال عارضہ بعض فساق متاولین کی نظر پر مبنی۔ کقول من قال انه مما  
مجتمع علیه الفساق کاجتما عہم الی المحرمات و قول اخر انه  
یصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ۔

یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد و بعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم ان کے غیر  
اعصار و امصار کو ہرگز شامل نہیں۔

کما احتج بالنہی السلطانی علی کلام فیہ للعلامۃ

النابلسی۔

یا محض مفترات کا ذبہ مخترعات ذابہہ پر متفرع کتھور من تفوہ ان کل دخان  
حرام۔ و جعلہ حدیثاً عن سید الانام علیہ افضل الصلوۃ و اکمل  
السلام و کجراۃ من قال اجمعوا علی حرمة والا جماع۔

فقیر نے اس باب میں زیادہ بیباکی متشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تشفت و  
تعلق کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے  
دعوے باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گڑھتے بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف  
میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دم  
الانبیاء۔ جس نے حقہ پیا گویا اس نے پیغمبروں کا خون پیا۔

اور دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانما زنی بامہ  
فی الکعبۃ۔ جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی  
ماں سے زنا کیا۔

انا لله وانا الیہ راجعون۔ جہل بھی کیا بد بلا ہے خصوصاً مرکب کہ لاوا ہے مسکین  
نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ و دانستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان  
اٹھایا اور حدیث متواتر:

من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعده من النار۔  
کو اصلاً دھیان نہ لایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

اللهم تب علينا وعلیه ان كان حیا و اغفر لنا وله ان كان میتا۔

یا قواعد شرع میں بے غوری اور نظر و فکر کی بیٹھوری سے پیدا

کزاعم من زعم انه بدعة ضلالة و منه زعم الزاعم ان فيه استعمال الة العذاب یعنی النار و ذاک حرام و هذا من البطلان بابین مکان نقضه المحدث الدهلوی فیما نسب الیه باستعمال الماء المعذب به قوم نوح علیه الصلوة والسلام قلت و فی الترویج بالمر و اح استعمال الة عذاب عاد۔ و اما اصلاح الفاضل الکهنوی بزیادة قید علی هیئة اهل العذاب۔ فاقول لا یجدی نفعا و الا لم یجز الاغتسال بماء حار قال تعالیٰ یصیب من فوق رؤسهم الحمیم و ماذا یزعم الزعم فی دخول الحمام فیکون علی هذا الفاضل من کون تعاطی المکره تحریمًا من الكبائر او بعد الاعتیاد علی ما علیه الاعتماد من کونه فی نفسه من الصفائر و ذلك لان الحمام کما افاد العلامة المنادی فی التیسیر اشبه شئی بجهنم النار من تحت و الظلام من فوق و فیہ الغم و الحبس و الضیق و لذالما دخله سیدنا سلیمان بنی اللہ علیه الصلوة والسلام تذکر به النار و عذاب الجبار اخرج العقیلی و الطبرانی و ابن عدی و البیهقی فی السنن عن ابی موسی الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنه یرفعه الی العلی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وسلم قال ادل من دخل الحمامات وضعت له النورة سلیمان بن داود و فلما دخله وجد حره و غمه فقال اده من عذاب اللہ اده قبل ان لا تكون اده قلت و بهذا یرد حدیث التشبیه باهل



النار وحديث الملاسة بالنار كما لا يخفى علي اولي الابصار۔  
ولذا علمائے محققین و اجلہ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تفتیح کار و امعان افکار اس کی  
اباحت کا حکم فرمایا۔ وهو الحق الحقیق بالقبول۔

علامہ سیدی احمد حموی غزالیون و البصائر میں فرماتے ہیں:  
يعلم منه حل شرب الدخان۔

اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔ علامہ عبد  
الغنی بن علامہ اسماعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:  
من البدع العادیه استعمال التن والقهوة الشائع ذکرهما  
فی هذا الزمان بین الاسافل والا عیان و الصواب له لا وجه  
لحرمتها ولا لکراحتها فی الاستعمال الخ۔

بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام و خواص میں شائع ہے  
اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔ علامہ محقق علاؤ الدین دمشقی  
در مختار میں عبارت اشباہ نقل کر کے فرماتے ہیں:

فیفهم منه حکم التن۔

شامی میں ہے:

وهو الاباحة على المختار۔

یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔ پھر فرمایا:

وقد کرهه شيخنا العمادى فى هديه الحاقاله بالثوم

والبصل باولى۔

ہمارے استاد عبد الرحمن بن محمد عماد الدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے سیر و پیاز  
سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابو السعود علامہ سیدی مطاوی نے حاشیہ در مختار میں فرمایا:

لا يخفى ان الكراهة تنزيهية بدليل الالحاق بالثوم والبصل و

المكروه تنزيها يجامع الجواز

پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تزیینی ہے جیسے لہسن پیاز کی اور مکروہ تزیینی جائز ہوتا ہے۔  
 علامہ حامد آفندی عمادی ابن علی آفندی مفتی دمشق الشام اپنے فتاویٰ مفتی عن  
 سوال المفتی میں علامہ محی الدین بن احمد بن نجی الدین حید کردی جزری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل  
 فرماتے ہیں:

فی الافتا بحلہ دفع الحرج عن المسلمین فان اکثرهم  
 مبتلون بتناوله مع ان تحلیله ایسر من تحریمہ وما خیر  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین امرین الاختار  
 ایسرهما واما کونہ بدعة فلا ضرر فانه بدعة فی التناول لا فی  
 الدین فاثبات حرمتہ امر عسیر لا یکاد یوجد له نصیر۔

حلت قلیان پر فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے کہ اکثر اہل  
 اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں مع ہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر  
 ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں میں اختیار  
 دیئے جاتے جو ان میں زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے رہا اس کا  
 بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ  
 امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی  
 معین ویاور ملتا نظر نہیں آتا۔

علامہ خاتم محققین سیدی امین الملہ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار  
 حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

للعلامة الشيخ علی الاجهوری المالکی رسالة فی حلہ نقل  
 فیہا انه افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمة المذاهب  
 الاربعة۔

علامہ شیخ علی جہوری مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقہ کی حلت میں ایک  
 رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذہب کے ائمہ معتمدین نے ان  
 کی حلت پر فتویٰ دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

قلت و الف في حله ايضا سيدنا العارف عبد الغنى  
النابلسي رسالة سماها الصلح بين بين الاخوان في اباحة  
شرب الدخان وتعرض له في كثير من تاليف الحسان واقامة  
الطامة الكبرى على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما حكمان  
شرعيان لا بد لهما من دليل ولا دليل على ذلك فانه لم  
يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا اضراره بل ثبته له منافع فهو  
داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء الاباحة وان فرض اضراره  
لللبعض لا يلزم منه تحريمه على كل احد فان العسل يضر  
باصحاب الصفراء الغالبة وربما امرضهم مع انه شفاء بالنص  
القطعي وليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى باثبات  
الحرمة او الكراهية الذين لا بد لهما من دليل بل في القول بالا  
باحة التي هي الاصل وقد توقف النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم مع انه هو المشرع في تحريم الخمر الخبائث حتى  
نزل عليه النص القطعي فالذي ينبغي للانسان اذا سئل عنه  
سواء كان ممن يتعاطاه اولا كهذا العبد الضعيف وجميع من  
في بيته ان يقول هو مباح لكن رائحته تستكرهها الطباع  
فهو مكروه طبعاً لا شرعاً الى اخر ما اطلال به رحمه الله  
تعالى-

حلت قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبد الغنی نابلسی رحمہ  
اللہ تعالیٰ نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام الصلح بین  
الاخوان فی اباحة شرب الدخان رکھا اور اپنی بہت تالیفات نفیہ  
میں اس سے تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر قیامت  
کبریٰ قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں جس کے لیے دلیل و رکار

اور یہاں دلیل معدوم کہ نہ اس کا نشہ لانا ثابت ہو نہ عقل میں فتور ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت نہیں ثابت ہوتی جن مزاجوں پر صفرا غالب ہوتا ہے شہدا نہیں نقصان کرتا بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے باآنکہ وہ نبض قرآنی شفا ہے اور یہ کوئی احتیاط کی بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افترا کر دیجئے کہ ان کے لیے دلیل کی حاجت ہے بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے خود نبی ﷺ نے کہ بہ نفس نفیس صاحب شرع ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں توقف فرمایا جب تک نص قطعی نہ اتری تو آدمی کو چاہیے کہ جب اس سے حقہ کے بارہ میں سوال کیا جائے تو اسے مباح ہی بتائے خواہ آپ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں (کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں) ہاں اس کی بو طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ طبعی ہے نہ شرعی اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں خصوصاً ایسی حالت میں عماد عربا و شرقا و غربا عام بومنین بلاد و بقلع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنیفہ سچہ سہلہ غرابیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا کہ:

فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین۔

اور اسے علامہ حامد عمادی پھر مستقلاً علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا۔ اقول:

ولسنا نعنی بہذان عامۃ المسلمین اذا ابتلوا بحرام حل بل  
الامر ان عموم البلوی من موجبات التخفیف شرعاً وما ضاق  
امر الا اتسع فاذا وقع ذلک فی مسئلۃ مختلف فیہا ترجح

جانب اليسر هونا للمسلمين عن العسر ولا يخفى على خادم الفقه ان هذا كما هو اجار في باب الطهارة والنجاسة كذلك في باب الاباحة والحرمة ولذا تراه من مسوغات الافتاء بقول غير الامام الاعظم رحمته الله عليه كما في مسئلة المخابرة وغيرها مع تنصيصهم بانه لا يعدل عن قوله الى قول غيره الا بضرورة بل هو من مجوزات الميل الى رواية النوادر على خلاف ظاهر الرواية كما نصوا عليه مع تصريحهم بان ما خرج عن ظاهرا الرواية فهو قول مرجوع عنه وما رجع عنه المجتهد لم يبق قول له وقد تشبث العلماء بهذا في كثير من مسائل الحلال والحرام ففي الطريقة وشرحها الحديقة في زماننا هذا لا يمكن الاخذ بالقول الاحوط في الفتوى الذي افتى به الائمة هو ما اختصاره الفقيه ابو الليث انه ان كان في غالب الظن ان اكثر مال الرجل حلال جاز قبول هدية ومعاملة والا لا اه ملخصا- وفي رد المحتار من مسئلة بيع الثمار لا يخفى تحقيق الضرورة في زماننا ولا سيما في مثل دمشق الشام و في نزعهم عن عاداتهم حرج وما ضاق الامر الا اتسع ولا يخفى ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية اه ملخصا- وفيه مسئلة العلم في الثوب هو ارفق باهل هذا الزمان لثلا يقعوا في الفسق والعصيان اه- وفيه من كتاب الحدود مقتضى هذا كله ان من زفت اليه زوجة ليلة عرفه ولم يكن يعرفها لا يحل له وطؤها ما لم يقل واحدة او اكثر انها زوجته و فيه حرج عظيم لانه يلزم منه تائم الامة اه ملخصا الى غير ذلك من مسائل يكثر عدها ويطول سردها فاندفع ما عسى متوهم ان يتوهم من القول الفاضل للكهنوى ان عموم البلوى انما

یوثر فی باب الطہارۃ والنجاسة لا فی باب الحرمة والا باحة صرح  
به الجماعة اهـ

ہاں بنظر بعض وجوہ اسے مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی و علامہ ابو السعود و  
علامہ لخطاوی و علامہ شامی نے الحاقاً بالثوم والبصل افادۃ فرمایا :-

علی ما فیہ لبعض الفضلاء مع کلام المنافی ذلک المراء۔  
علامہ شامی فرماتے ہیں :

الحاقہ بما ذکرہو الانصاف۔

اقول۔ یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جانتا۔

کما جزم به الفاضل اللمکنوی فی فتاواہ تردد فی عرسا لہ و  
اضطراب فیہ کلام المحدث الدہلوی فیما نسب الیہ فاوہم  
اولا انه یوجب کراہة التحريم وعماد اخر افعال التنزیہ سراسر خلاف  
تحقیق ہے۔

ثم اقول : پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو  
علامہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مجامع جواز و اباحت ہے جانب ترک میں اس کا  
وہ مرتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب بات کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں مکروہ  
تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرۃ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور  
اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل اللمکنوی و تبعہ السید  
المشہدی ثم الکردی سخت لغزش و خطا فاحش ہے یا رب مکروہ گناہ کونسا جو شرعاً مباح  
ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔

فقیر غفرلہ المولی القدر نے اس ذلت کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمیٰ بہ جمل مجلیۃ  
ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ تحریر کی وباللہ التوفیق۔

ثم اقول : یوہیں مانحن فیہ میں تین وجہ کراہت تنزیہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف  
مرتنقی کر دینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدہلوی محض  
نامعقول قطع نظر اس سے کہ ان وجوہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلاً اس پر دلیل نہیں کہ جو

چیز تین وجہ سے مکروہ تزییعی ہو مکروہ تحریمی ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔ خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خان دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں علمائے محققین حقہ میں کراہت تزییعی مانتے ہیں۔

حيث قال اما المحققون القائلون بکراهة تنزيها فهم ايضا

تشبثوا بالروایات الفقهية مثل ما قال صاحب الدر المختار۔

اور اس میں تصریح ہے کہ مالت مشائخنا الیہا اسی کراہت تزییعیہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں شاہ صاحب نے اسے تحریر۔ ایتق و تقریر و سبق و صحیح و المبانی و مستحکم المعانی و موافق روایات و مطابق درایات بتایا اور شاہ رفیع الدین صاحب نے استحسنت غاية الاستحسان مانشر بانیہ من جواهر لالیہ فی مبانیہ و معانیہ فرمایا تو ظاہر اور دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش و منمحل اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت جہم جہت صحیح ہی مانئے تو رسالہ تلمیذ کی مدح و تقریظ معارض و مناقض ہوگی وہ تحریر پایہ اعتبار سے یوں بھی گر گئی اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباع حق ہے نہ تقلید اہل عصر و اتباع زید و عمرو اللہ الہادی و ولی الایادی۔

الحاصل: معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق و تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح و صرف مکروہ تزییعی ہے یعنی جو نہیں پیتے بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں کچھ برا نہیں کرتے۔

فان الاساده فوق کراهة التنزيه كما حققه العلامة الشامي۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہند ماہ رمضان مبارک شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس و دماغ میں فتور لاتے اور دیدہ و دل کی عجب حالت بناتے ہیں بے شک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں اللہ عزوجل ہدایت بخشے رسول اللہ ﷺ نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔  
احمد و ابوداؤد بسند صحیح

عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالت نهى رسول الله صلى

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۳۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در باب قلیان کشیدن کہ بعضے مکروہ تزیینی می فرمایند و بعضے مکروہ تحریمی میگویند و بعض حرام مطلق میدانند و بعضے میفرمایند کہ قلیان میکشد از مشاہدہ جمال جہاں آرای حضرت خواجہ عالم و عالمیان محمد مصطفیٰ ﷺ و از احضار مجلس حضور پر نور اقدس و اعلیٰ محروم می ماند پس قائل میگویم کہ آیات مذہب مختار حنفی چہیت گودرین باب استفتاہا علماء دستخط فرمودند مگر مفصل ارقام زفت و تسکینیم نشد لہذا امید دارم کہ تشریح مفصل ارقام رود۔ بسنوات وجروا۔

الجواب: باید دانست کہ در مسئلہ کشیدن قلیان کہ اختلافات منہور آمدہ اند برد و قسم اندیکے اختلاف علمائے کاملین و دیگر اختلاف متعصین۔ اما اختلاف علماء کاملین کہ منہور رسیدہ بنظر غور و تعمق راجع طرف اختلاف حال تمباکو یا اختلاف حال شاربین است۔ اما اختلاف متعصین پس متبہی بر اخبار اقوال شاذہ مردودہ مخالف جمہور یا حکایات بے سرو پا مشتملہ بر کذب و زور است تفصیل اس اجمال آنکہ از روئے احادیث و آثار و اقوال جمہور فقہاء کبار اصل در اشیاء اباحت است پس چیزیکہ در آن دلیل کہ منصوص الحرمتہ است یافتہ شود مثل سمیت یا اسکار البتہ حرام و ممنوع است و چیزیکہ در آن دلیل منصوص حرمت یافتہ نشود و حکمش مسکوت عنہ بود یا اعتبار ذات حلال و مباح است اگر کراہت و حرمت در کدای صورت خاصہ یافتہ خواهد شد مکروہ و حرام گفتہ خواهد شد ورنہ بر اصل خود باقی خواهد ماند و چون در تمباکو کہ در بعض بلاد یافتہ میشود اسکار و تفتیر موجود است مثل بلاد بخارا و غیرہ علماء آنجا حکم ممانعت فرمودہ اند و در تمباکوئے بعض بلاد ہرگز اثرے از تفتیر و اسکار نیست مثل تمباکوئے مصر و غیرہ علمائے محققین آنجا حکم بحت و جواز فرمودہ اند و قول منکررا مردود نمودہ اند و علی ہذا القیاس اختلاف حال شاربین راہم دخلی است معتد بہ در حکم آل پس کسے کہ بطور لہو و لعب اشہاک عبث در آل می نماید حکمش جداست و کسے کہ برائے منافع کہ انکار ازاں نتوان نمود بقدر ضرورت استعمال می سازد حکمش جداست پس اس اختلاف کہ در اقوال محققین یافتہ میشود فی الحقیقتہ اختلاف نیست و انچہ متعصین حرام مطلق میگویند قطع نظر از آنکہ برائے منفعت باشد یا بطور لہو و لعب و



عبث تمباکو ہم خواہ مسکرو مفتر باشد یا نباشد و بغیر نقل از شارع و مجتہدین شریعت اصل در اشیاء حرمت قرار داده اند پس تعصبات باطل و از حلیہ صدق و انصاف عاقل و قول و حکم قائل کہ از کشیدن قلیان حرمان از مشاہد لعان جمال حضرت سید انس و جان علیہ السلام حاصل می گردد بے دلیل کامل در ہمیں تعصب لا حاصل داخل است ہر چند علمائے دین دریں مسئلہ رسائل مستقلہ تالیف فرمودہ اند اما در بنجایک سند مستند اکتفا نمودہ میشود علامہ شامی در رد المحتار حاشیہ در المختار بعد ازاں کہ فرمودہ:

قد اضطربت اراء العلماء فيه فبعضهم قال بکراهة و بعضهم قال بحرمة و بعضهم باباحة الخ۔  
و یک رو قول ممانعت ذکر نمودہ و در آخر فرمودہ:

و للعلامة الشيخ على الاجهوري المالكي رسالة في حله نقل فيها اني افتي بحله من يعتمد عليه من ائمة المذاهب الاربعة قلت و الف في حله ايضا سيدنا العارف عبد الغني النابلسي رسالة سماها بالصلح بين الاخوان في اباحة شرب الدخان و تعرض له في كثير من تاليفه الحسان و اقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما حکمان شرعيان لا بدلہما من دليل ولا دليل على ذلك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا ضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء الاباحية وان فرض اضراره للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل احد فان العسل يضر باصحاب الصفراء و ربما امرضهم مع انه شفاء بالنص القطعي وليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى باثبات الحرمة او الكرهة الذين لا بدلہما من دليل بل في القول بالاباحة التي هي الاصل وقد توقف النبي صلى الله تعالى عليه واله وسلم مع انه هو المشرع في تحريم الخمر ام الخبثات

حتى نزل عليه النص القطعي فالذی ينبغي للانسان اذا  
سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه اولا كهذا العبد الضعيف و  
جميع من في بيته ان يقول هو مباح لكن راحته تستكر  
منها الطباع فهو مكروه طبعاً لا شرعاً الى اخر ما قال الى  
اخبره-

حررة الفقير الحقير عبد القادر محب الرسول القادري البدایونی عفی عنہ-

مسئلہ: ۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسے شخص کی نسبت اور اس کے  
معاونین کی بابت کہ جو طرح طرح کی درخواست ممبران آریہ سماج سے کرتا ہو  
اور ادھر وعظ اور امامت بھی مسلمانوں کی کرتا رہے اور جو اپنے وعظ میں بھی آریوں کو اپنا ولی  
دوست اور جگر کا ٹکڑا بتلائے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مرتبہ کو حضور سرور کائنات  
رسول اللہ ﷺ کی شان کے برابر سمجھے اور جس کا کذب اور وعدہ خلافی بھی اکثر مرتبہ ظاہر  
ہوئی ہو آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا وعظ کرنا اور سننا جائز ہے یا نہیں اور اس  
کے معاونان کس حکم شرعی کے مصداق ہیں عند اللہ و عند الرسول ﷺ بروئے قرآن و  
حدیث و فقہ بہت جلد جواب تحریر فرما کر داخل حسنت ہوں اس کے بعد سائل نے چھ ورق  
میں وہ خطوط لکھے تھے جو اس شخص نے آریوں کے پاس بھیجے تھے۔ بینواتوجروا۔

الجواب: یہ کلمات اگر اس شخص نے دل سے کہے جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے  
جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہو سکتا اسلام کی حقانیت میں اس کو شبہ ہے کفر  
کی طرف مائل بلکہ اس کا مشتاق اور اس کے لیے اپنے آپ کو بے چین بناتا ہے کفر کی عزت و  
فخر اور سرفرازی کہتا ہے تو اس کے شکوک رفع ہوں یا نہ ہوں وہ آریہ بنے یا نہ بنے اسلام سے  
تو اس وقت نکل گیا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر دل میں ان باتوں کو جھوٹ جانتا ہے آریہ کو دھوکہ  
دینے کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں تو اول تو یہ دھوکہ کا عذر محض جھوٹ باطل ہے اور  
بفرض غلط اگر ہو بھی تو دھوکہ دینا کیا ضرور ہے اور بغرض غلط ضرور بھی ہو تو وہ اکراہ تک نہیں  
پہنچ سکتا واحد قہار عز جلالہ نے صرف اکراہ کا اشتناء فرمایا۔ الا من اکره و قلبه مطمئن  
بالایمان بہر حال اس کو واعظ بنانا حرام اس کا وعظ سننا ناجائز اس کو امام بنانا حرام اس کے پیچھے

نماز باطل رہا امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مرتبہ کو شان حضور اقدس ﷺ کی برابر کہنا اس کے کفر صریح و ارتداد خالص ہونے میں کسی رافضی کو کلام نہیں ہو سکتا نہ کہ اہل سنت جن کا ایمان یہ ہے کہ کسی غیر نبی کو کسی نبی کا ہمسر کہنے والا کافر ہے ایسے شخص کے جتنے معاون ہیں وہ سب بھی اسی کے حکم میں ہیں مارہرہ شریف کے صاحبزادوں میں ایسے تاریک نپاک گندے خیالوں کا کوئی شخص معلوم نہیں خصوصاً عالم ظاہر اس نے یہ انتساب محض جھوٹ طور پر کیا اور اگر بالفرض صحیح بھی تھا تو اب جھوٹ ہو گیا۔ قال اللہ تعالیٰ انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۴۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اپنا حق مردہ زندہ کرنے کے لیے پہلو دار بات کہنا جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقع میں اس کے سچے۔ معنی مراد ہوں اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے بلاشبہ باتفاق علماء دین میں جائز اور احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جب کہ وہ حق بے اس طریقہ کے ملنا میسر نہ ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں پہلو دار بات یوں مثلاً ظالم نے ظلم اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہو جاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کیے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں تو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے لہذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گذشتہ اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ آج تک میرا قبضہ چلا آیا اور نیت میں لفظ آیا کو کلمہ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا یہ بات حق ہے تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمہ کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہو گیا۔ یا یوں کہے کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں معلوم کہ کچھری کیا حکم دے اور لفظ کل سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ ہے حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہو اسی معنی پر قیامت کو روز فردا کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو تو کہے اس کا قبضہ کبھی نہ تھا یا کبھی نہ ہوا اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ

وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے اس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا نہ ہے اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سو پہلو نکال سکتا ہے مگر ان کا جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلو دار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلو دار بات سے کام نہ چلے وہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیاء حق کے لیے جائز ہے یا نہیں اس بارہ میں کلمات علماء مختلف ہیں بہت روایات سے اجازت نکلتی اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم و دین قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلہ غالب پائے اس سے احتراز کرے مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل و عیال سب فاقے مرے اور وہ بے کذب صریح مل نہیں سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی ہو اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سو دو سو روپے کسی نے دبا لیے صریح جھوٹ کی اجازت اسے نہ ہونی چاہیے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ:

من ابتلی ببلین اختار اھونھما۔ جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو آسان ہے اسے اختیار کرے۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند رنی۔

در مختار میں ہے:

الكذب مباح لاحیاء حقہ و دفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الكذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخراصون۔ الكل من المجتبی وفي الوهبانية قال۔

وللصلح جاز الكذب او دفع ظالم

و اهل لترضی و القتال لیظفروا

ردالمحتار میں ہے:

الكذب مباح لا حياء حقه كالشفيع يعلم بالبيع بالليل  
فاذا اصبح يشهد ويقول علمت الان وكذا الصغيرة تبلغ في  
الليل وتختار نفسها من الزوج وتقول رايت الدم الان واعلم  
ان الكذب قد يباح وقد يجب والضابطة فيه كما في تبين  
المحارم وغيره عن الاحياء ان كل مقصود محمود يمكن  
التوسل اليه بالصدق والكذب جميعا فالكذب فيه حرام وان  
امكن التوسل اليه بالكذب وحده فمباح ان ابيح تحصيل  
ذلك المقصود وواجب ان وجب كما لورائي معصوما اختفى  
من ظالم يريد قتله وايداءه فالكذب هنا واجب وكذا الوسالة  
من وديعة يريد اخذها يجب انكارها ومهما كان لا يتم  
مقصود حرب او صلاح ذات البين او استمالة قلب المحبى  
عليه الا بالكذب فيباح ولو ساله سلطان عن فاحشة وقعت  
منه سراكزنا او شرب فله ان يقول ما فعلته لان اظهارها فاحشة  
اخرى وله ايضا يكره سراخيه وينبغي ان يقاتل مفسدة  
الكذب بالمفسدة المرتبة على الصدق فان كانت مفسدة  
الصدق اشد فله الكذب وان بالعكس اوشك حرم وان تعلق  
بنسفه استحباب ان لا يكذب وان تعلق لغيره لم تجر المسا  
محة لحق غيره والحزم تركه حيث ابيح-

نیز اس میں اور حاشیہ مطاویہ میں ہے:

قوله جاز الكذب قال الشارح ابن الشيخة نقل في الجزازية ان اراد  
المعارض لا الكذب الخالص-

اسی میں ہے:

حيث يباح التعريض لحاجته لا يباح بغيرها لانه يوهم

الكذب وان لم يكن اللفظ كذبا الخ-

حذیقہ ندیہ میں ہے:

يكره التعريض كراهة تحريم بدون الحاجة اليه اه باختصار  
مطاولی میں ہے:

قالت عند القاضي ادركت الان وفسخت فالقول لها لانها  
قادرة على نشاء الرد ولا يشترط ان يكون حالة البلوغ حقيقة بل  
لو كان باخبارها كذبا انه بلغت الان وقيل لمحمد كيف  
يصح وهو كذب لانها انما ادركت قبل هذا الوقت فقال لا  
تصدق بالا سناد مجازلها ان تكذب كيلا يبطل حقها اه  
وانما يسوغ لها ذلك اذا كانت اختارت عند البلوغ باللفعل و  
اخذ من ذلك جواز الكذب لاهياء الحق وهي منصوصة-

خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

ان رات الدم في الليل تقول فسخت النكاح و تشهد اذا  
اصحبت وتقول انما رايت الدم الان لانها تصدق ان تقول رايت  
الدم في الليل وفسخت ذكره في مجموع النوازل قال رضى  
الله تعالى عنه وان كان هذا كذبا لكن الكذب في بعض  
المواضع مباح-

بزازیہ و نہر میں ہے:

ليس هذا بكذب محض بل من قبيل المعارض المسوغة  
لاحياء الحق كانه الفعل الممتد لدوامه حكم الابتداء  
والضرورة داعية الى هذا لا الى غيره اه

مطاولیہ میں ہے:

قلت لا يظهر بعد التقييد بالان انه من المعارض بل من  
محض الكذب الخ

روالمختار میں ہے:

حاصله انها بقولها بلغت الان انى الان بالغة لئلا يكون كذبا  
صريحا الخ اقول ووجه اخر وهو ارادة القرب بقوله الان كما  
قدمت في صدر الجواب-

اشباه میں ہے:

الكذب مفسدة محرمة وهى متى تضمن جلب مصلحة تربو  
عليه جاز الخ

غز العيون میں ہے:

فى البزازية يجوز الكذب فى ثلاثة مواضع فى الاصلاح بين  
الناس و فى الحرب ومع دم امراته قال فى ذخيرة اراد بها  
المعارض لا الكذب الخالص او مثله فى اواخر الحيل عن  
المبسوط-

طريقة محمدیہ میں ہے:

يجوز الكذب فى ثلث وما فى معناها عن اسماء بنت يزيد  
رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله تعالى  
عليه وسلم لا يحل الكذب الا فى ثلث رجل كذب امراته  
ليرضيها ورجل كذب فى الحرب فان الحرب خدعة ورجل  
كذب بين مسلمين ليصلح بينهما و زاد فى رواية عن ام  
كلثوم رضى الله تعالى عنها المرأة تحدث زوجها والحق  
بهذه الثلث دفع ظلم الظالم و احياء الحق و قيل المباح فى  
هذه المواضع التعريض اما الكذب فحرام لا يحل بحال  
مرقاة میں زیر حدیث صحیحین:

عن ام كلثوم رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم ليس الكذاب الذى يصلح بين

الناس ویقول خیرا ویسمی خیرا۔  
فرمایا:

بان یقول الاصلاح مثلا بین زید و عمرو یا عمرو یسلم  
علیک زید ویمدحک ویقول انارجہ وکذک یجی الی زید و  
یبلغہ من عمرو مثل ما سبق۔

عمدة الباری شرح بخاری میں ہے:

فیه ای فی الحدیث الجبل فی التخلیص من الظلمة بل اذا  
علم انه لا تخلیص الا بالكذب جازله الکذب الصریح وقد  
یجب فی بعض الصور بالاتفاق ککونه ینجی نبیہ او ولیا  
ممن یرید قتله اولنجاة المسلمین من عدوهم۔ وقال  
الفقهاء لو طلب ظالم ودیعة لإنسان لیاخذها غضبا وجب  
علیه الانکار والكذب فی انه لا یعلم موضعها۔

غزالیوں میں اسے نقل کر کے فرمایا: فلیحفظ۔

شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

”یکے از مواضع کہ دروغ گفتن در اں رواست اصلاح ذات البین ست صلح  
دادن و دور کردن نزاع و عداوت کہ میان دو کس ست ویکے دیگر ازاں مواضع کہ  
دروغ گفتن دزاں جائزست نگاه داشت بر خون و مال کسے ست کہ بنا حق میرد  
دو دروغ گفتن بازن مقصد اصلاح و رضائے وے نیز جائز داشته چنانکہ گوید ترا  
دوست میدارم ہرچند ندارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

مسئلہ: ۴۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے حق کے وصول کے لیے جھینا  
جھپٹی زبردستی دبا لینا و امثالہا امور جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عین حق یا جنس حق کے لیے اجازت ہے جب کہ فتنہ نہ ہو اور اس پر کذب کا  
قیاس مع الفارق ہے کہ یہاں غضب و نوب کی صورت ہے حقیقت نہیں کہ حقیقتاً  
اپنا حق لیتا ہے اور کذب ہو گا تو حقیقتاً ہو گا کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



مسئلہ: ۴۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی کی خدمت میں میں نے اپنے جواب کو اس لیے پیش کیا تھا کہ اگر صحیح ہو تو یہی رہے اس وقت تک میں نے جو جواب لکھا تھا وہ صرف بحوالہ و سند احیاء العلوم تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ احیاء العلوم سے جواب کافی نہیں فقہ سے لکھو اور کچھ نہ فرمایا۔ فقہ میں جو دیکھا تو اس میں بھی احیاء العلوم کی سند موجود ہے۔ آیا احیاء العلوم وغیرہ امثالہما سے سند لانا اور غیر مذہب کے علماء سے سند لانا صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو کس قسم کے مسائل میں اکثر یہ لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ حنفی کو اپنی فقہ سے ہی سند ضرور ہے۔ علماء احناف اہل سنت جو اپنی کتب مناظرہ وغیرہ میں دوسرے علماء اور ان کی کتب یا تصوف وغیرہ علوم کی کتب سے سند دے دیتے ہیں وہ معاذ اللہ خاطی ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسائل اختلافیہ حنفیہ و غیر حنفیہ میں غیر حنفیہ سے استناد صحیح نہیں اور ان کے ماورا میں قدیم و حدیثا ہر مذہب والے چاروں مذہب کے اکابر سے سند لاتے ہیں یونہی مسائل غیر متشابہات میں ائمہ تصوف قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم سے استناد اور ایسوں کو خاطی جاننے والا خود سخت خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۴۳ حضرت مولانا المعظم و المکرم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ

- (۱) جس نے فرض عشاء باجماعت نہیں پڑھے اور وتر کی جماعت میں شریک ہو گیا اس کے یہ وتر سرے سے ہوئے ہی نہیں یا ہوئے مگر مکروہ تو تحریمی یا تنزیہی۔
- (۲) اگر جماعت سے فرض عشاء پڑھ لیے تھے تو اب جس امام کے پیچھے چاہے وتر جماعت سے پڑھ لے اگرچہ وہ امام فرض و تراویح دونوں سے غیر ہو یا صرف ایک سے یا اس امام نے فرض و تراویح باجماعت نہ پڑھے ہوں بہر حال بلا کراہت صحیح ہوں گے یا کیا؟
- (۳) جماعت وتر میں استحقاق شرکت کے لیے تراویح باجماعت پڑھنا کتنا دخل رکھتا ہے یا کچھ نہیں۔

(۴) آج کل علی العموم سفر پہلے سے اس کے بیسیوں حصہ زائد تیز رو سوار یوں پر ہوتا ہے اس کے لیے بحساب مسافت اندازہ کی ضرورت ہے یہ فرمائیں کہ کس قدر کوس مروج

کے سفر میں قصر وغیرہ احکام سفر ہوں گے اور کوس مروج سے اپنی مراد کی تشریح فرمادیں کہ وہ کوس مثلاً اس قدر قدموں کا ہے بہر حال ایسا کوئی اندازہ بتانا چاہیے جس سے سب عام و خاص سہولت کے ساتھ یہ سمجھ سکیں کہ ہمارا یہ سفر قصر ہو یا نہیں اور تیز رو سواریوں میں بری ہوں یا بحری جو سفر کیا ہے اس کا اس سفر بحساب ایام سے موازنہ کر سکیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: حضرت والا دامت برکاتہم۔

(۱) وتر ہو جانے میں شبہ نہیں ہاں مکروہ ہے بقول الشامی:

اما لو صلاھا جماعة مع غیر ثم صلے الوتر معه لا کراہة  
اور کراہت تحریم کی کوئی وجہ نہیں ظاہراً کراہت تنزیہ ہے۔

(۲) اگر فرض جماعت سے پہلے پڑھے تو خود امام ہو کر بھی اور مطلقاً ہر ایسے امام کے پیچھے بھی وتر پڑھ سکتا ہے خواہ وہ امام فرض ہو یا امام تراویح یا محض جدید ہاں جس امام نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں جماعت وتر اسے مکروہ ہوگی اور اس کی کراہت سب میں سرایت کرے گی کہ جماعت وتر ہر واحد کے حق میں تفصیلاً تابع جماعت فرض ہے:

فما لمنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر کما بینا فی فتاواننا۔

(۳) کچھ نہیں سواء اس کے اگر ابھی مسجد میں جماعت تراویح ہوئی ہی نہیں تو جماعت وتر مکروہ ہے کہ جماعت وتر اجماعاً تابع جماعت تراویح ہے۔

(۴) قصر تین منزل پر ہے فقیر نے مدتوں کے تجربہ سے ثابت کیا کہ یہاں منزل ۱۹-۵ میل ہے تو مدت قصر ۵-۵ میل ہے جسے تقریباً ساڑھے ستاون میل کئے میل سے یہی راجح ۱۷۰ گز کا مراد ہے سفر بحری میں بادی کشتی کی اوسط چال بحال اعتدال ہوا مراد ہے دخانی جہازوں کا اعتبار نہیں جیسے ریل کا مجھے ہر بار دخانی ہی جہاز میں اتفاق سیر ہوا البتہ اس دفعہ جدہ سے رابع تک ساعیہ میں گیا تھا کہ تین دن میں پہنچی براہ خشکی چھ منزل ہے اس ایک بار کے مشاہدہ پر میں بحری سفر کے لیے میلوں کی تعیین نہیں کر سکا۔ خصوصاً جب کہ لوگوں کا بیان تھا کہ ہوا کم ہے ورنہ ایک دن میں پہنچتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۴۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب عقائد وغیرہ میں جو اثبات نبوت حضرت ابو البشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولہ میں حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں وہ حدیث کس نے کن الفاظ سے تخریج کی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حضرت بابرکت وامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حدیث سیدنا ابو ذر علیہ الرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے:

قال قلت یا (ر) ای الانبیاء کان اول قال ادم قلت یا (ر) ونبی کان قال نعم نبی مکلم۔

اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامتہ ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعاً یوں ہے:

اول الرسل ادم و اخرهم (م) علیہ و علیہم افضل الصلوٰۃ و السلام۔

مسئلہ: ۴۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) عورت کو اس مکان میں جہاں محارم و غیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد و عورات ہیں وہاں عورتوں کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جو رو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا

جائز ہے یا نہیں۔

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں اس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں پور عورات پردہ نشین وغیرہ پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم و غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کیے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں اس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آ رہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اسے کچھ حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں۔

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہو گا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم و غیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف

خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہیے یا نہیں فقط بینوا توجروا۔ عند اللہ الوہاب۔

مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز

نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:** صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظ خاطر عاظر رہیں کہ بعونہ عزمجدہ شقوق مذکورہ و غیر مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے موید و معین ہوں وباللہ التوفیق۔

**اول:** اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لیے جانا مطلقاً جائز ہے جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو مجمع فساق نہ ہو تقریب ممنوع شرعی نہ ہو ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو زنا فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو محرم دولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو۔ رت جگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

**دوم:** اجانب کے یہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے اگر اذن دے گا خود بھی گنہگار ہو گا سوا چند صور مفعولہ ذیل کے اور ان میں بھی حتی الوسع تستر و تحرز اور فتنہ و مظان فتنہ سے تحفظ فرض۔

**سوم:** کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریتہ "ساکن ہے جانا جائز۔

چہارم: محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہو سکتی نہ بہنوئی یا پھوپا یا خالو کہ بہن پھوپا خالو کے بعد ان سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زنان جوان خصوصاً حسینوں کو بلا ضرورت ان سے احتراز ہی چاہیے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو آریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعائنۃ۔ تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح و تقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا اور کرے تو جھوٹا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔۔۔ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سو گنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ تقبل شیطان و تدبر شیطان۔ والعیاذ باللہ العزیز الرحمن۔ اللہم انی اسالک العفو و العافیۃ فی الدین و الدنیا و الاخرۃ لگی وللمومنین وللمومنات جمیعاً امین۔

پنجم: محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ ان میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کے مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم و اجانب کسی کے مکان میں نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندہ شہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت

ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات و بطالات و خطبات و جمالات کا جلسہ ہو جیسے سیر۔ تماشے، باجے، تماشے ندیوں کے پن گھٹ ناؤ چڑھانے کے جھمگٹ بے نظیر کے میلے پھول والوں کے چھمیلے نوچندی کی بلائیں مصنوعی کر بلائیں علم تعزیوں کے کاوے۔ تخت جریدوں کے دھاوے۔ حسین آباد کے جلوے۔ عباسی درگاہ کے بلوے ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا ویدک الخشبہ رفقا بالقوادیر اور محل حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر و تحفظ و تحرز فتنہ اجازت کیروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناظ اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم: یہ اور وہ یعنی مکان غیر و غیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی صورتیں ہیں۔  
قابلہ، غاسلہ، نازلہ، مریضہ، مضطرہ، حاجہ، مجاہدہ، مسافرہ، کاسبہ۔

قابلہ: یہ کہ کسی عورت کو دردزہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذن شوہر ضرور جب کہ مہر معجل نہ ہو یا تھا تو پا چکی۔

نازلہ: جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاج حمام کو جانا جب کہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ: کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لیے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن و امان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شق نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تتمہ حج بلکہ متمہ حج ہے۔

مجاہدہ: جب عیازا باللہ عیازا باللہ عیازا باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولیٰ ہر پسر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر

جماد کو نکلے جبکہ استطاعت جماد و صلاح و زاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبرگیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھے دستکاری پر

قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے

خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آ کر کرے جیسے سینا پینا ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور

ساتھ ستر برس کی پیرزال بد شکل کریمہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاہدہ: وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویت ہلال رمضان و سماع طلاق و عتق وغیرہ میں

شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دار القضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی

حق العبد مثل عتق غلام و نکاح و معاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ: جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

مطلوبہ: جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جو ابدہی میں جانا ضرور یہ صورتیں بھی علماء

نے شمار فرمائیں۔ مگر بجم اللہ تعالیٰ پڑہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی

طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آ کر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول یہ

بیان کافی و صافی بجم اللہ تعالیٰ تمام صورت کو حاوی و وافی بغونہ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ

ہوں۔

جواب ۱: وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ

داعی یا نہیں سب صورت کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا۔



جواب ۲: اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

جواب ۳: زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت تعزیت کسی شرعی حاجت کے لیے جانا بشرائط مذکورہ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل و خلاصہ و فتح القدر و بحر الرائق و اشباہ و غمز العیون و طریقہ محمدیہ و در مختار و ابو السعود و شرنبلالیہ و ہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں۔ علامہ احمد مطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمتی و علامہ محمد شامی نے اسی کا استظهار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبد اللہ بن عمرو و حدیث خولہ بنت النعمان و حدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فلتنظر نفس ماذا تری۔ اور اگر شادیاں ان فواحش و منکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جب کہ ہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب ۴: نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب ۵: وہ مکان اگر اس زن محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع و ممنوع مل کر نامنوع نہ ہوں گے۔

جواب ۶: اگر وہ مکان ان زنان محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گذرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب ۷: اللہم انی اعوذ بک من الفتن والافات و عوار العورات۔ یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کر کے فرمایا الا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین۔ نہ کہ ان کے ماورا میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانہ وغیرہ میں خالہ و عمہ و خواہر سے دی۔ نیز علما نے قابلہ و غاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر

و خالہ و خواہر و عمہ و قابلہ و غاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے۔ احادیث ثلاثہ مشار ایہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثیں اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع نہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے میوے لٹکانے لڑھکے لڑھکے ہو گیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلا دی۔ رواہن جمیعاً الطبرانی فی الکبیر۔ عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگ دل اور امر حق سے کم منفعل ہیں ولذالم یکملمنہن الا قلیل۔ لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات و خلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھی اور ان کا مغلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین ناموس حیا غیرت جس پر پردیں گی صاف پھوک دیں گی سلمے پارسا ہے ہاں پارسا ہے و بارک اللہ مگر جان برادر کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب قیموں سے جدا خود سرو آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔ فانما خلقت من ضلع اعوج۔ کج سے بنی کج ہی چلے گی آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے شقیقت زمان کی پرواہ نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صلح سے گزارش کیجئے

معذور دار مت کہ تو اور اندیدہ

مجمع زمان کی شاعت وہ ہیں کہ لا ینبغی ان تذکر فضلائن تسطر جسے ان نازک شیشیوں کو صدے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجت شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرما دیں غرض احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر و صلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب ۸ و ۹: ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم و جوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک و لحاظ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب ۱۰: ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گذرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جب کہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہرگونہ اندیشہ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و

باطل ہو اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اس کے پاس رہنے کی بھی شرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکان مغبوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورہ فقہ بجالایا ہو تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہو گا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا نبص قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو وہیں سوت کی شرکت بھی ضرور رساں اور جہاں ساس نند دیورانی جھٹانی سے ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حق زناں و التفصیل فی ردالمحتار۔

جواب ۱۱: یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور انہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو مگر علماء نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرما دیا۔

۱۲: اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہی منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے تو جانا واجب جب کہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو اور نہ یہ نہ وہ تو محل عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جب کہ حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہنا کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لیے حدیث الخبثہ ابھی گزری اور اصلاح پر اعتماد نری غلطی ع

بسا کین آفت از آو از خیزد۔ ع

حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

جواب ۱۳: جواب پنجم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب ۱۴: گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لیے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا والا لا۔

جواب ۱۵: الرجال قوامون علی النساء۔ مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے یدایہا الذین امنوا اقوا انفسکم و اہلیکم ناراً۔ عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہوگی ایک گناہ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشترکہ ہے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل مگر جب کہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لیے مجلس منکرہ میں بھی جانا ممکن جب کہ مشیر فتنہ نہ ہو۔ والفتنة اکبر من القتل۔ مگر تجسس و اتباع عورات و دخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب ۱۶: عورتوں کے لیے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گذرے اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذور شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناقابل و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سرو پا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتمام اور نعت و منقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آئام آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پر ملاں فان اللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مننون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچھریاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زمانہ تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مروجہ غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لفظ شرعاً ممنوع و غلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی

طرح احتمال فتنہ یا منکر کا منظر یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر مل کر منکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم و ہفتم یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سابق و لاحق و ذہاب و ایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شائع مالوفہ وغیرہ مالوفہ معروفہ وغیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام اطمینان کافی و وافی ہوا اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے اجانب فہذا مما استخیز اللہ تعالیٰ فیہ و جیز کروری میں فرمایا عورت کا وعظ سننے کو جانا لابس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجئے تو عورت کا ستر کامل و حفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو یسوعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب و احاطہ مقبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ محلے بالطبع ہونا پھر اسے علمائے بلحاظ زماں مطلقاً منع فرما دیا با آنکہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدیں پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کر لیں محلے سے الگ بیٹھی خیر و دعا مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیتا اس کا سد باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شرکے یکسر پر کترتی ہے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوہن الغرف۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے ہیں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلے و سلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو منظر فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع ناباستنی بناؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من

الخرم سوء الظن

نگہ	دارد	آں	شوخی	در کیسہ	در
کہ	داند	ہمہ	خلق	را کیسہ	ر

صلاح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامہ خاص خصوصاً نساء میں بڑا ہنران ہوئی جو ژلینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائے لا جرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا جلا دیا جائے ع

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو سماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں ماہہ بائن کے اندیشہ سے مالا باس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیے۔

ماکل مرة تسلیم الجرة - ع

ہر . بار . سبوز . چاہ . سالم . نرسد

اکل و شرب وغیرہما کی ضد ہا صورتوں میں اطبا لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا۔ خدا پناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علما کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لیے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیوں کے وہ بد لحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیوں اور کچھ حصہ گلو و شکم و ساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں اور زیادہ بانگین ہوا تو ڈو پٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریم یا جالی باریک یا گھاس ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا باس ہمہ و رؤف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضا کا ستر کیا بعینہ واجب تھا حاشا بلکہ وہی منع و داعی و سد باب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے شرع مطہر جب منہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلا مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس منہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے۔

اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہر حال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل لہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا و اعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: ۴۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم و زر کے چراغ میں بغرض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ قوت عمل و سرعت اثر تیبہ موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: دونوں ممنوع ہیں علامہ سید احمد لکھنوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

قال العلامة الوانی المنہی عنہ استعمال الذهب و الفضة اذا لاصل فی هذا الباب قوله عليه الصلوة و السلام هذان حرامان علی امتی حل لانا ثم ولما بین ان المراد عن قوله حل لانا ثم ما یكون حلیا لهن بقی ما عداہ علی حرمة سواء استعمل بالذات او بالواسطة اه اقره العلامة نوع وایده باطلاق الاحادیث الواردة فی هذا الباب اه ابو السعود ومنہ تعلم حرمة استعمال ظروف فناجین القهوة و الساعات من الذهب و الفضة اه ملخصا

علامہ شامی رد المحتار میں ان تصریحات علامہ لکھنوی کو ذکر کر کے فرماتے ہیں وهو ظاہر۔ اسی میں ہے:

الذی کله فضة یحرمه استعماله بای وجه کان کما قدمنا و بلا مس بالجد و لذ احرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضة و مثله بالا ولی ظروف فناجان القهوة و الساعة و قدرة التباک التي یوضع فیها الماء وان کان لا یمسها بیدہ ولا یضمہ لانه استعمال فیما صنعت له الخ۔

اور یہ عذر کہ چراغ استصبح یعنی روشنی لینے کے لیے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہیے۔

لما فی در المختار ان هذا اذا استعملت ابتداء فیما صنعت له بحسب متعارف الناس والا کراہتہ۔

مقبول ہے کہ اولاً عند التحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہو

لا طلاق الاحادیث والاذلة کما مر۔

کٹورا پانی پینے کے لیے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں پانی پینا یا اس کی رکابی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

مادکرہ فی الدار من اناطۃ الحرمة بالاستعمال فیما صنعت له

عرفافیہ نظر فانہ یقتضی انہ لو شرب او اغتسل بانیتہ

الدین او الطعام انہ لا یحرم مع ان ذلک استعمال بلا شبہة

داخل تحت اطلاق المتون والأدلة الواردة فی ذلک الخ۔

ثانیاً: استصبح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے۔ یہ چراغ اس غرض کے لیے بنتا ہی نہیں اور جس غرض کے لیے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال فیما صنع له موجود ہے اور حکم تحریم سے مضر مقصود ہاں اگر سونے کا طمع یا چاندی کی قلعی کر لیں تو کچھ حرج نہیں علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمیویہ الذی لا یخلص فلا باس بہ بالا جماع لانہ

ستہلک فلا عبرة ببقائه لونا انتھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ ۷۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلا ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے



پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک طرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلاتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً: یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت و منعهم الطعام من النيا  
حة۔

ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق امام محقق علی الاطلاق فتح القدر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في  
السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة۔

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بعت شنیعہ ہے اسی طرح علامہ شرنبالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظ يكره الضيافة من اهل الميت لانها شرعت في السرور  
لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة

فتاویٰ خلاصہ فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزائنہ المفتین کتاب الکرہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقار بہ ہے:

واللفظ للسراجية لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلثة ايام في  
المصيبة اذ زاد في الخلاصة لان الضيافة يتخذ عند السرور۔

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاویٰ امام

قاضی خان کتاب الحظر والاباحہ میں ہے:

يكره اتخاذ الضيافة في ايام المصيبة لانها ايام تاسف فلا يليق

بها ما يكون للسرور

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں تبیین الحقائق امام زبلیٰ میں ہے:

لا باس بالجلوس المصيبة الى ثلث من غير ارتكاب مخطور

من فرش البسط والاطعمة من اهل الميت

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔ اہلوم بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعده الاسبوع-

یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتے کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

اطال ذلك في المعراج وقال هذه الافعال كلها السمعة والرياء فيحترز عنها-

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع الرموز آخر الکراہتہ میں ہے:

يكره الجلوس لمصبة ثلاثة ايام او اقل في المسجد ويكره اتخاذ

الضيافة في هذه الايام وكذا اكلها كما في خيرة الفتاوى-

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی

ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاویٰ میں تصریح کی فتاویٰ القرویٰ اور واقعات المفتین میں ہے:

يكره اتخاذ الضيافة ثلاثة ايام واكلها لانها مشروعة للسرور-

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے۔

کشف الغطا میں ہے:

”ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را و پختن طعام برائے آنها مکروہ است

باقی روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بحصیت استعداد و تہیہ آں دشوار است۔

اسی میں ہے

”پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را اور سوم و قسمت نمودن

آں میان اہل تعزیت و اقران غیر مباح و نامشروع است و تصریح کردہ بدال در خزانہ

چہ شریعت ضیافت نزد سرورست نہ نزد شرور و ہوا المشہور عند الجہور۔

ثانیاً: غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے نہ ان

سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متفہم ہوتا ہے اللہ عزوجل

فرماتا ہے۔

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلا

شبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور

قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ

ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ

نَارًا وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا ۝

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے نہ اس کے باپ

نہ اس کے وصی کو لان الولاية للنظر لا للضرر۔ علی الخصوص اگر ان میں کوئی یتیم ہو تو

آفت سخت تر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج

نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کر لے یا ترکہ سے کریں تو

سب وارث موجود بالغ و نابالغ راضی ہوں۔

خانہ و بزازیہ و تناز خانہ و ہندیہ میں ہے:

واللفظ لهاتین ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت

الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم يتخذوا ذلک من

الترکة۔

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

ان اتخذ ولی المیت طعاماً للفقراء کان حسناً الا ان یکون فی الورثة صغیر فلا یتخذ من التركة۔

مثلاً: یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لیے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لیے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطاء میں ہے:

”ساختن طعام در روز ثانی و ثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند

مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایٹا نرا بر گناہ۔

رابعاً: اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بے چارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لیے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لیے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شاعت و ممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ المہادی۔

تنبیہ: اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطاء میں ہے:

”مستحب ست خویشاں و ہمسایہ ہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل  
ولے کہ سیر کنند ایٹا نرا یک شبانہ روز و الحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت  
ایں طعام را مشہور آنت کہ مکروہ ست اھ ملخصاً

عالمگیری میں ہے:

حمل الطعام الى صاحب المصيبة والا كل معهم في اليوم الاول  
جائز لتو غلم بالجهاز وبعده يكره۔ كذا في التتارخانيہ۔

تنبیہ: قد ارینالك تظافر النقول وانما الواجب اتباع المنقول وان لم  
يظهر وجهه للعقول كما صرح به العماء الفحول فكيف اذا  
كان هو المعقول ولا عبرة بالبحث مع نص ثبت فكيف مع النصوص  
وقد توافرت لا نظر فيه العلامة الفاضل ابراهيم الحلبي حيث اورد المسألة  
في اواخر الغنية عن فتح القديرو عن البزازية ثم قال ولا يخلو عن نظر لانه  
لا دليل على الكراهة الا حديث جرير بن عبد الله المتقدم وانما يدل  
على كراهة ذلك عند الموت فقط على انه قد عارضه ما رواه الامام احمد  
بسند صحيح و ابوداود (اي و البيهقي في دلائل النبوة كلهم) عن  
عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول  
الله صلى الله تعالى عليه وسلم في جنازة تذكرو الحديث قال فلما  
رجع استقبله داعي امراته فجاء وجئى بالطعام فوضع يده ووضع لقوم  
فاكلوا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلوك لقمه في فيه  
الحديث۔ قال فهذا يدل على اباحة صنع اهل الميت الطعام والدعوة  
اليه اھ مختصراً وقد تكفل بالجواب عنه العلامة الشامي في رد  
المحتار فقال فيه نظر فانه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب  
خاص بخلاف ما في حديث جرير على انه بحث في المنقول في  
مذهبنا و مذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة استدلال بحديث المذكور  
على الكراهة الخ۔

اقول ولم يتعرض لا عراضه الاول لكونه اظهر سقوطا فاولا نحن مقلدون لا منتقدون فما بالناب بالدليل وعدم وجداننا لا يدل على العدم وثانيا ما ذكروا جميعا من انه انما شرع في السرور لا في الشرور كاف في الدليل وثالثا لا ادري من اين اخذ رحمه الله تعالى رخصيص افادة الكراهة في الحديث بساعة الموت اليس منعهم الطعام في اليوم الثاني والثالث ومثل صنعا من اهل الميت لا جل المجتمعين في الماتم ام انما تحرم النياحة عند الموت فقط لا بعده فان ارادا ان المعروف في عهدهم كان هوا اجتماع والصنع عنده لا بعده طولب بثبوته وعلى تسليمه حققنا المناط كما افادوا فتذهب خصوصية الوقت ملغاة هذا ورايتني كتبت على هامش رد المحتار على قوله واقعة حال مانصه لان وقائع العين مظان الاحتمالات مثلا يمكن ههنا ان الدعوت كانت موعودة بهذا اليوم من قبل واتفق فيه الموت فانقلت هل من دليل عليه قلت من دليل على نفيه وانما الدليل عليكم لا علينا فهذا هو النظر الرابع في كلامه علا ان ضيافة الموت ضيافة تتخذ لا جل الموت وضيافة الصحابة رضی اللہ تعالی عنہم للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم لم تكن موقوفة على موت احد ولا حياته فلوان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جاءها في غير موت بما اضافته ومن معه من خدمه صلى الله تعالى عليه وسلم كما وقع عنهم مرارا فلم يكن فيه احداث شئ من اجل الموت بحيث لو لم يقع الموت لم يكن بخلاف ما نحن فيه فانه انما يكون لا جل به حيث لو لم يكن لم يكن فهذا الخامس علا ان الخاطر والمبيح اذا نقول بالمارضة بل يقدم الخاطر هذا السادس هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وبالجملة فليس لنا البحث في المنقول في المذهب وهو النظر السابع المذكور اخر في كلام الشامي والله تعالى الموافق اه

ماکتبت عليه مزيدا واما المولى الفاضل على القارى عليه الرحمة  
البارى فحاول تاويل نصوص المذهب ظنا منه انها تخالف الحديث  
فقال فى المرقاة شرح المشكوة باب المعجزات قبيل الكرامات  
تحت قول الحديث فاكلوا هذا الحديث بظاهره يرد على ماقرره  
اصحاب مذهبنا من انه يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول او الثالث  
او بعد الا سبوع كما فى البزازيه ثم اورد نصوص الخلاصه والزيلعى  
والفتح قال والكل عللوه بانه شرع فى السرور لا فى الشرور وذكر قول  
المحقق حيث اطلق انها بدعة مستقبحة واستدلال له بحديث جرير  
رضى الله تعالى عنه قال ان يقيد كلامهم بنوع خاص من اجتماع  
يوجب استحياء اهل بيت الميت فيطعمونهم كرها او يحمل على  
كون بعض الورثة صغيرا او غائبا اولم يعرف رضاه اولم يكن الطعام من  
عند احد معين من مال نفسه لا من مال الميت قبل قسمة ونحو ذلك و  
عليه يحمل قول قاضى خان يكره اتخاذ الضيافة فى ايام المصية لانها ايام  
تاسف فلا يليق بها ما يكون للسرور اه اقول

اولا قد بنا ناك ان الحديث لا ورود له عليهم بوجوه-

وثانيا لا مساغ للتقيد فى كلماتهم بعد ما نقل هو عنهم انهم  
جمعا عللوه بانه انما شرع فى السرور لا فى الشرور وان الامام فقيه  
النفس قال انها ايام تاسف فلا يليق بها عوائد التسرور فان الالغاء الى  
الطعام كرها او التصرف فى مال بغير اذن مالكة واحدا لكه لا سيما  
الصغير مما لا تجوز قط فى السرور ولا فى الشرور فى هذا يرتفع الفرق  
وهم مصرحون به عن اخرهم فيكون تحويلا لا تاويلا-

وثالثا ما ذكر ثانيا من التقيد بمال صغيرا وغائب الخ العدوا بعد  
وكيف يحل عليه كلام الخانية من انه قال متصلا بما مروا اتخذ طعاما  
للفقراء كان اذا كانوا بالغير فان كان فى الورثة صغير لم يتخذ واذلك

من التركة اه مثله كلام البزازية والتتارخانية والهندية وغيرها فانه ظاهر في انهم يفرقون بين الضيافة واتخاذ طعام للفقراء فيحكمون على الاول بالكراهة وعلى الثاني بالحسن و يقيدونه بما اذا كانوا بالغين وقد صراحوا بمفهوم القيد بمنعه من التركة اذا كانوا قاصرين فلو كانت الكراهة في الاول ايضا مقصورة على ذلك لارتفع الفرق-

ورابعا لو اردوا هذا لكان من المستعبد تظافرهم على التعبير بالكراهة فان الاتخاذ والحال هذه من اشنع المحرمات القطعية كما لا يخفى-

وخامسالتن سلمنا ما افاده في التاويل اول لكان الحكم في مسالتنا هذه هو المنع مطلقا فانهم يجتمعون عند اهل الميت ويكنون في بيته يومين او اكثر والانسبان يستحي ان يقيم احد ابنيته جائعا فيضطر الى اطعامه رضيا او مكرها وقد علم كما ذكر في السؤال انهم لم يفعلوا بصيرا عرضة لمطاعن الناس فليس الاطعام المعهودا لا على الوجه المردود وهذا ما قيل في معراج الدراية انها كلها للسعة والرياء كما قد منا فهذا التخصيص يودي الى التعميم ولوراء الفضلان الحلبي والقاري ما عليه بلادنا لا طلقا القول جازمين بالتحريم لا شك ان في ترضيه فتح باب لشيطان رجيم وايقاع المسلمين لا سيما اخفاء ذات في حرج عظيم وضيق اليم فنسال الله الثبات على الصراط المستقيم والحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على سيدنا محمد واله اجمعين-

مسئلہ ۲۸: معروض۔ بعض کلمات کے احکام معلوم کرنا چاہتا ہوں امید کہ جواب سے جلد معزز ہوں۔ (۱) ایک سنی شخص کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ معتزلہ دار جنت میں برویت باری عزوجل کے منکر ہیں ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لیے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہ ہی شبہ سایا پڑتا ہے یہ کہنا کیسا ہے ایک



صاحب نے خود اپنا نام ابو البرکات رکھا اس پر اب آزاد کا اور اضافہ کیا جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا کچھ اللہ میاں کے یہاں تو ان کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے اس پر ان صاحب نے کہا میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے ظاہراً ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کر کے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھرتے ہیں وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا نام یہ رکھے گا نام کر کے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے غرض ان کا یہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہو نہ خود رکھا ہوا۔ ایک سنی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں بعض وہ احکام شرعیہ جو عام ہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس پر ان صاحب نے کہا جیسی تو بعض جملہ کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے اس پر میں نے کہا کہ بعض جملہ کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے ہی انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے وہی فرماتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور قمع حکم الہی اور رضا جوئے الہی ہوئے ان کی اس وقت کی طرز تقریر اور حالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جملہ تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسا ہی وحی نازل فرما دیتا ہے یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکم الہی وہی ہوتا ہے اور اسی کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں غرض ان کا یہ مقولہ کہ جیسی تو بعض جملہ بھی الخ کا کیا حکم ہے اور اس کا کل مقولہ جو اس کے بعد کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انہوں نے کہا اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو ظاہر کلام سے وہی مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اس کا انہیں غرور تھا لہذا اچھا ہوا کہ چوری ہوئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دفع ہو گیا۔ دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے

ایک شخص سے کوئی کلمہ خلاف نکلا بعد کو اس نے اس سے صراحتاً انکار اور اس کا قبح تسلیم کر لیا یا اس کو چھوڑ کر اس کے مخالف کلمہ کا اقرار کیا۔ آیا توبہ ہو گئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔ ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا کہ نہ معلوم تمہیں فلاں مکان (نام لے کر) سے کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے اس پر اس عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں بے پرواہیاں ہیں۔ یہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں ہیں یہ جملہ کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے نقل اسولہ میرے پاس موجود ہے جو اب سے جلد معزز ہوں۔

میرے لیے دعائے عافیت دارین ضرور فرمائیں اس زمانہ فتن میں مولیٰ تعالیٰ ہم اہل سنت کے ایمان کی خیر رکھے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ سلامہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین۔

الجواب: مولیٰ عزوجل فرماتا ہے انا عند ظن عبدي بی ..... روافض معتزلہ کہ رویت الہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے وہابیہ کہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہراً قائل کی یہی مراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بلاشبہ لوح محفوظ میں ہر صغیر و کبیر مستطرب ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لیے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنا یا اور کا۔ اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر و مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں حضور سید عالم ﷺ نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہو گئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں تو عند اللہ بھی اب یہی ان کے نام ہیں اور انہیں ناموں سے روز قیامت پکارے جائیں گے اور جو شخص اپنا نام بدل کر اور کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ علم ہو کر نہ لکھا گیا ہاں یہ واقع ضرور مکتوب ہے ظاہراً یہی مراد۔ قائل نے یہ نہ کہا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ ان کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو یہ سلب کتابت نہیں بلکہ سلب کتابت علیت ہے اور یہ صحیح ہے

جب کہ اس وضع کیے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی۔ ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے سوال میں اسم جلال کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے زبان اردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہذا اس کا اطلاق محمود نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) قائل کا کہنا کہ جبھی تو بعض جہلائخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہ حضور اقدس ﷺ تابع مرضی الہی ہیں اور بلاشبہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہ اللہ عزوجل حضور اقدس ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبِّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ ..... قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ  
وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ  
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

حکم الہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف رضا جوئی الہی تھی مگر قلب اقدس استقبال کعبہ چاہتا تھا مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لیے اپنا وہ حکم منسوخ فرما دیا اور جو حضور چاہتے تھے قیامت تک کے لیے وہی قبلہ مقرر فرما دیا یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی ہے ﷺ ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس ﷺ سے عرض کرتی ہیں اری ربک یسارع فی ہونک۔ میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ (رواہ البخاری)

یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائل دیکھ کر بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے کہ انخ یہ بتا رہا ہے کہ شاید ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور ﷺ نے مقرر رکھی حدیث روز محشر میں ہے رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کر کے حضور اقدس ﷺ سے فرمائے گا:

کلہم یطلبون رضائی وانا اطلب

رضاکہ یا محمد۔

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب  
میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم  
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

بالجملہ کلمہ بہت سخت اور شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعیت سے بری نہ ہوا۔ توبہ لازم ہے  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استحلال  
بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس سے مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان  
سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے پھر کبھی یہ براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے اس  
صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے کبھی براہ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے  
اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہے گا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اگر  
عداوت محمودہ ہے جیسے کہ اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں بھی حرج نہیں۔

ربنا اشدد علی قلوبہم واطمس علی اموالہم۔

جب دعا سے ان کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے کبھی وہ  
صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہو غیر منظور کہ یہ اس کے نقصان پر  
خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس پر ندامت اور اس سے بدتری

درکار ہے۔ السرب بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زہار اس

کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے بلکہ شوہرنے کہا تھا۔ خدا جانے کوئی سبب  
خفی ہے جو مجھے نہیں معلوم یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں یعنی  
کچھ بھی سبب خفی نہیں محض تمہاری بے پرواہیاں ہیں اسے اس ہولناک حکم سے کوئی تعلق  
نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرض غلط اگر نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز  
بو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا۔ اور علم الہی سے

کسی شے کی نفی اس کے وقوع کی نفی ہے کہ واقع ہونا ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔

فکان من باب قوله تعالى و جعلو اللہ شرکاء قل سموہم ام

تنبئونہ بما لا یعلم فی الارض۔

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بد زبانی بھی تکفرون

العشیر میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ علیٰ مجدہ اتم و احکم

مسئلہ ۴۹: حامی سنت قاصد بدعت ماجی فتن لا زالت شمس افاد تم طالعتہ۔ پس از ہراز مراسم

سلام و تہنیت مدعا نگار کہ اس مسئلہ کا جواب روانہ فرمایا جائے کہ بکر کا استاد خالد

اب بد مذہب ہو گیا تو آیا بکر کو اس کی تعظیم بحیثیت استاد ہی کرنا چاہیے یا نہیں اگرچہ بکر بحیثیت

بد عقیدگی اس اپنے استاد سے قطعاً محبت نہیں رکھتا ہے بلکہ برا سمجھتا ہے صرف ظاہری مدارات

اور تعظیم کرتا ہے تو کچھ خرابی تو نہیں اور اگر وہ ظاہری تعظیم بھی بد مذہب استاد کی نہ کرے تو

کچھ خرابی ہے یا نہیں۔ مدلل ارشاد ہو بکر کہتا ہے کہ مراد دل بہ سبب بد مذہب ہی استاد اس کی

ظاہری تعظیم کو بھی نہیں گوارا کرتا تو زید جو کہ بکر کا ہم مذہب ہے کہتا ہے کہ نہیں ظاہری تعظیم

کر لیا کرو۔ بحیثیت استادی ہاں اس سے من حیث الاعتقاد نفرت رکھو۔ یہ قول زید کا کیسا

ہے۔ زیادہ ادب فقط

سید اولاد رسول محمد میاں عفی عنہ قادری برکاتی مارہری

۲۴ / رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۲۹ھ از بدایوں مدرسہ قادریہ

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا برکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد

رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا بعد اس کے روندہ مخزولہ میں بریلی بدایوں

سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے تعظیم بد مذہبان کی شاعت آفتاب سے زیادہ روشن کر

دی گئی یہاں تک کہ فتاویٰ الحرمین شائع ہوا اب کوئی حاجت اس مسئلہ میں کسی تفصیل کی باقی

نہ رہ گئی ہے جس کو شک ہے وہ ان رسائل اور فتاویٰ الحرمین کی طرف رجوع لائے وہ بھی عام بد مذہبوں کے لیے تھانہ کہ خاص مرتدین ان کے لیے اسی قدر بس ہے کہ در مختار میں ہے۔  
تبجیل الکافر کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰: کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱) جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم قبل بعثت و بعد بعثت بہر حال عمداً و سوءاً کفر و ضلالت سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں۔

(۲) اسی طرح منقرات ذنوب و محقرات امور سے باجماع۔

(۳) اسی طرح بعد بعثت تمام صغائر و کبائر سے عمداً باجماع

(۴) بعد بعثت تمام صغائر و کبائر کے بارے میں سوءاً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۵) قبل بعثت تمام صغائر و کبائر کے عمداً یا سوءاً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے

(۶) امور تبلیغیہ میں کیا اجماعی ہے اور کیا خلائی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) بے شک

(۲) ہاں نہ صرف ذنوب بلکہ ہر اس امر سے جو باعث نفرت خلق و ننگ و عار و بدنامی ہو

اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون و جذام و برص و دنائت نسب و زنائے امہات و ازواج۔

(۳) بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح و حق و معتد میں

صغائر سے بھی۔ اور خلاف ضعیف ایسے درجہ سقوط میں ہے کہ قابل اعتداد نہیں بلکہ

انصافاً سیرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے خلاف پر اجماع صحابہ بتا رہی ہے

مجوز نے اس نکتہ سے غفلت کی لہذا اس کا قول نادانستہ مصادم اجماع واقع ہوا کما

یظہر بمطالعة الشفاء الشریف وباللہ التوفیق۔

(۴) حق یہ ہے کہ بعد بعثت صدور کبیرہ سوءاً سے بھی معصوم ہیں اور سوءاً صغیرہ غیر منفرد

میں اکثر اہل ظاہر جانب تجویز ہیں اور جماعت اہل قلب جانب منع و اختارہ الامام ابن حجر

المکی وغیرہ اور حق یہ کہ نزاع صورت صغیرہ میں ہے ورنہ بحال سوء معنی و حقیقتاً نافرمانی

خود ہی مرتفع ہے۔

(۵) کفر و ضلال و منقرات سے قبل بعثت بھی معصوم ہیں باقی میں اختلاف ہے اور اس قدر

میں شک نہیں کہ وہ ہر عیب و ریب سے ہمیشہ منزہ ہیں یہ عصمت مصطلحہ اس وقت ثابت ہو یا نہ ہو۔

(۶) تبلیغ قولاً ہو یا فعلاً اس میں تعمد مخالفت سے بالا راہ معصوم ہیں اور اقوال تبلیغیہ میں سہو و خطا سے بھی۔ افعال تبلیغیہ میں اختلاف ہے ظاہراً دلہ جواز ہے مگر اس پر تقریر ممکن نہیں۔ بلکہ انتباہ واجب ہے۔ اور ایک جماعت صوفیہ تو حضور اقدس ﷺ پر مطلقاً سہو ناجائز مانتے ہیں اس قول کی تفصیل و تاویل فقیر کے فیوض اللمیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا تلفظ یا طریقہ ذکر بطور مشائخ کرام سکھانے میں پہلے نفی مع منفی ادا کرنا اور پھر اس کی مفصل ضروری ترکیب ہر حرف ادا کرنے کی بتا کر پھر الا اللہ ادا کرنا اور کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں وقف اور فصل سے ادا کرنے میں کوئی محذور شرعی تو نہیں۔

(۲) اگر ضرورت حرف مستثنیٰ منہ کے متعلق کچھ دریافت یا بتانے کی ہو تو اس میں حرف تلفظ نفی و منفی پر ہی اقتصار میں کوئی محذور شرعی ہے یا کیا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: حالت ضرورت مستثنیٰ ہے اگر صرف مستثنیٰ منہ تک پہنچا تھا کہ چھینک یا کھانسی آنے یا سانس ٹوٹ جانے سے مجبوراً رکنا پڑا تو حرج نہیں معادل میں الا اللہ کہے پھر بعد رفع عذر زبان سے الا اللہ کہے اور بلا عذر مجبوری صرف مستثنیٰ منہ پر اقتصار ممنوع ہے تعلیم طریقہ ذکر میں ایک ایک کلمہ جدا کرنے میں حرج نہیں مثلاً چار ضربی یوں بتائے کہ پیشانی محازات زانویں چپ میں لا کر لا کلام شروع کرے اور اس کے الف کو زانویں راست تک کھینچ کر لے جائے اور الہ کا الف یہاں سے شروع کر کے اس کے دل کو شانہ راست تک لے جائے اور داہنی طرف منہ پھیر کر کہے اور الا اللہ کی ضرب قلب پر کرے اس میں کہیں نفی محض نہ آسکی بچوں کو تعلیم کرنی ہو تو اس میں بھی یونہی سکھائے کہ پہلے لا کہے جب وہ اسے کہہ لیں الہ کہے پھر "الا اللہ" کہلوائے اگر کسی مسئلہ کا بیان صرف نفی سے متعلق ہو تو وہ پورا کہہ کر بھی بیان ہو سکتا ہے مثلاً لا الہ الا اللہ میں لا نفی جنس کا ہے الہ اسم ہے خبر مقدر

ہے یا لا الہ الا اللہ میں لا کا مد زیادہ نہ بڑھاؤ یا لا الہ الا اللہ میں الہ پر نہ رکویا لا الہ الا اللہ میں الہ کی ہ کو اشباع نہ کرو غرض مجبوری و ضرورت کوئی صورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ خواہی نخواستہی نفی پر اقتصار کرنا پڑے اور اگر ایسا معلوم ہو بھی مثلاً بچے کو دو دو لفظ تعلیم کرنے میں پہلے دو لفظ کہہ کر اتنا انتظار کرنا ہو گا کہ وہ ان کو ادا کر لے پھر الا اللہ کہا جائے گا (بشرطیکہ حاجت اس کی طرف داعی ہو ورنہ بچے سے بھی اس پر اقتصار کرانا نہ چاہیے) تو یوں کرے کہ تعلیم کی آواز سے دو لفظ کہہ کر معاً اس سے کم آواز سے الا اللہ کہ لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہو گیا اس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اس کے قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جسمی سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اس کے دھونے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہو جائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی مرتبہ اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسل کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا

(۲) اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہو سکے تو کیا کیا جائے؟

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہو جائے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیا کرنے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضروری ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا تو اس کا بھی دور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضروری ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کر کے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات و تقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہو جائے اور غیر مرئیہ ہو تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ



متغذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا متعصر ہو جیسے بھاری قالین دری تو شک لحاف وہاں انقطاع تقاطر ذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے۔ بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہ جانا چاہیے اگرچہ پہلی دھار بھی حصہ زیرین پر باقی ہو مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ بھی اڑی سے بہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا تو طہارت نہ ہوگی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لیے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہو گیا۔

در مختار میں ہے:

يطهر محل نجاسة مرنية بقلعها ای زوال عینہا واثرہا ولو بمر  
ة او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لا زم و محل غیر  
مرئیہ بغلبة ظن غاسل طہارة محلہا بلا عدوبہ یفتی و قدر  
بغسل و عصر ثلث فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر و  
بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر متعصر مما  
ینشرب النجاسة والا فبقلعها۔

ردالمحتار میں ہے:

تثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وهذا  
شرط فی غیر البدن و نحوه اما فیہ فیقوم مقامہ توالی  
الغسل ثلثا قال فی الحیلة الاظہران کلام من التوالی والجفاف  
لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل و فی الذخیرة ما  
یوافقہ اھ واقره فی البحر۔

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کر لینا مگر جب کہ اس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹالے کر اس پر ایک

بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ نپاک ہو گیا مگر ایسی نجاست سے کہ دوبارہ دھونے سے پاک ہو جائے گی اس لیے کہ ایک بار دھل چکی اب پاؤں پر دوبارہ پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا رہتا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دوبارہ دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اس پر سیلان آب نہ ہو اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی و ہذا لہذا ہے لازم کہ پاؤں پر دوبارہ پانی نہ بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جدا دوبارہ دھولے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاء الثلاثة متفأوة فی النجاسة فالاولی بطهر ما اصابته بالغسل ثلثا والثانیة بالثنتین والثالثة بواحدة وكذا الاوانی الثلاثة التي غسل فیها واحدة بعد واحدة وقیل بطهر الاناء الثالث بمجرد الارقاة والثانی بواحدة والاول بتثنتین اه والله تعالی اعلم۔

مسئلہ ۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھ لیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قستانی میں ہے:

اوصلی الامام صلاته مع بعض القوم لا یقضی من فاتت تلك الصلاة عنه لا فی الیوم الاول ولا من الغد انتہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ صورت مستفسرہ میں جماعت باقی ماندہ بے شک دوسرے دن ادا کریں کہ نماز عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے

اور بارش کا عذر شرعاً مسموع فی الدر المختار:

توخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اھ

اور صلاۃ العید میں جواز تعداد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور راجح

جواز فی الدر المختار:

تودی بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفقا اھ۔

تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے کلام

قہستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامہ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز

عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل:

حيث قال من فاتته صلاة العيد مع الامام لم يقضها لان

الصلوة بهذا الصفة لم تعرف قرينة الا بشرائط لاتمم بالمنفرد۔

اھ۔

اور عبارت تنوير الابصار مورث تنوير الابصار امام ابو عبد الله محمد بن عبد الله غزى نے ابتدا

اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم و اہم راہ نہ پائے۔

حيث يقول ولا يصلحها وحده ان فاتت مع الامام اھ۔

یوہیں امام حافظ الدین ابو البرکات نسفی کا اپنے متن و شرح وافی و کافی میں ارشاد ازالہ اوہام

و ایقظ افہام کے لیے کافی و وافی۔ قال رحمۃ اللہ تعالیٰ:

لم تقض ان فاتت مع الامام العيد وفاتت من شخص فانها لا

تقضى لانها ما عرفت قرينته الا بفعله عليه الصلاة والسلام

وما فعلها الا بالجماعة فلا لودی الا بتلك الصفة۔ اھ۔ ملخصاً۔

علامہ بدر الدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:

صلاھا الامام مع الجماعة ولم يصلها هولا يقضيه الا في الوقت

ولا بعده لانها شرعت بشرائط لاتتم بالمنفرد۔ اھ

مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فاتت مع الامام لکھتے ہیں:

معناه لو لم يصل رجل مع الامام لا يقضيه منفرد الان صلاة

العید لم تشرع علی سبیل الانفراد۔ اھ۔

یا یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا ہو اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں تو اقامت کون کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراتی الفلاح شرح نور الايضاح میں اسی طرف ناظر:

اذ قال من فاتته الصلاة فلم يدركها مع الامام لا يقضيها لانها لم تعرف قربته الا بشرائط لا تتم بدون الامام ای السلطان او ماموره اھ

اسی لیے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ای وقد صلها الامام او ماموره فان كان مامورا باقامتها له ان يقيمها اھ۔ قلت وقد يشير اليه تعريف الامام في عبارة النقاية المذكورة وغيرها كما لا يخفى على العارف باساليب الكلام۔

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدین وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لیے ممانعت تصور کرنا محض خطا قول بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانع فیہ بین جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اس روز بھی نہ پانے والوں کو منع کرتے ہیں:

حيث قال لا في اليوم ولا من الغد۔

اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت نماز عید میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تقدم و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح مختصر الوقایہ کے یہی معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کمافی در المختار:

على المرجوح فالجمعة لمن سبق تحريمه اھ۔

تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے اور قاطع شعب یہ ہے کہ در مختار میں در

صورت فوت مع الامام تصریح کی۔

لوامکنہ الذہاب الی امام اخر فعل لانہا تودی بمصر واحد الخ۔

حاشیہ مطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

لو قد رعد الفوات مع الامام علی ادراکھا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددھا۔ اھ

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو دوسرے کے پیچھے پڑھے اور حالت عذر میں روز اول و دوم یکساں آج نہ پڑھ سکا تو کل کون مانع واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مسئلہ ۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکراہتہ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلا صحیح نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لیے نہیں بلکہ اصل صحت کے لیے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھی ہو تو روز دوم اصلا صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہتہ جائز ہو عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید الاضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بوجہ کراہت روا ہے فی در المختار:

وتوخر بعذر کمطرا الی الزوال من الغد فقط و احکامھا احکام الاضحیٰ لکن ہنا یجوز تاخیرھا الی اخر ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراہتہ وبہ۔ ای بالعذر یدرلھا فالعذر ہنا لنفی الکراہتہ وفی الفطر للصحۃ اھ ملخصا وفی نور الایضاح و شرحہ مراقی الفلاح کلاہما للعلامۃ شرنبلالی توخر صلاۃ عید الفطر بعذر الی الغد فقط و قید العذر للجواز لا لنفی الکراہتہ فاذا لم یکن عذر لا تصح فی الغد اھ ملتقطا وفی مجمع الانہر للفاضل شیخ زادہ العذر فی الاضحیٰ لنفی

الکراهة حتى لو اخرجوها الى ثلاثة ايام من غير عذر جازت الصلاة وقد اساءوا وفي الفطر للجواز حتى اخرجوها الى الغد من غير عذر لا يجوز اه وفي رمز الحقائق للعلامة العيني مثله وفي شرح النقاية للشمس القهستاني لو تركت بغير عذر سقطت كما في الخزائنه اه وفي شرح المنية الكبير للعلامة الحلبي صلاة عيد الاضحى تجوز في اليوم الثاني والثالث سواء اخرجت بعذر او بدونه اما صلاة الفطر فلا تجوز لا في الثاني بشرط حصول العذر في الاول اه وفي الفتاوى الخانية ان فاتت صلاة الفطر في اليوم الاول بعذر تصلى في اليوم الثاني وان فاتت بغير عذر فلا تصلى في اليوم الثاني فان فاتت في اليوم الثاني بعذر او بغير عذر لا تصلى بعد ذلك واما عيد الاضحى ان فاتت في اليوم الاول بعذر او بغير عذر تصلى في اليوم الثاني فان فاتت في اليوم الثاني بعذر او بغير عذر لا تصلى بعد ذلك واما عيد الاضحى ان فاتت في اليوم الثالث فان فاتت في اليوم الثالث بعذرا و بغير عذر لا تصلى بعد ذلك - اه -

بالجمله اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔  
اللهم الامار ایت فی جوابہر الاخلاطی من قوله اذا فاتت صلوة عيد الفطر فی اليوم الاول بعذر او بغيره صلی فی اليوم الثاني ولم یصل بعده اه فیظن ان یكون خطاء من الناسخ و تحمل ان یكون خلطا من الاخلاطی فانی رایت له غیر ما مسئلة خالف فیها الکتب المعتمدة والاسفار المعتمدة - واللہ سبحانہ و تعالی اعلم -

مسئلہ ۵۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مصارف درگاہ بعض اولیاء اللہ کے لیے وقف ہے ہمیشہ اس کا تمام بندوبست و انتظام بدست متولیان

والا مقام رہا اپنی جگہ دوسرے کو متولی کرنا بھی اکثر انہیں کی رائے پر رہا بعض متولیوں نے اپنے بعد تولیت و وصیت کی کہ موصی لہ برہنائے وصیت ان کے بعد متولی ہوا اور بعض نے اپنی حیات و حالت صحت ہی میں تولیت اہل خاندان سے کسی دوسرے کو عطا کر دی کہ وہ ان کی صحت میں بجائے ان کے متولی ہو گیا غرض ہمیشہ اختیار ان امور کا بدست متولیان رہا اور عہد قدیم سے اب تک یوہیں اختیارات عامہ انہیں حاصل رہے کہ کسی نے ان کے افعال سے تعرض یا ان کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی اب اگر متولی حال اپنی حیات و حالت صحت میں اپنی تولیت کلا یا بعضاً کسی امین رشید کو منتقل کرے تو یہ انتقال جائز اور متولی ممدوح کو اس کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ صورت مسئلہ وہ ہے کہ سوال مذکور ہوئی تو بلا ریب متولی حال کو اپنی حیات و تندرستی میں نقل تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وہ متولی کرے بے شک مثل اس کے متولی ہو جائے گا تنویر الابصار:

اراد المتولی اقامة غيره مقامه في حياته ان كان التفويض له  
عاما صحح والا لا وفي الهندية عن المحيط اذا اراد المتولی ان  
يقیم غيره مقام نفسه في حياته وصحته لا يجوز الا اذا كان  
التفويض اليه على سبيل التعميم انتهى۔

قلت وتقرير السؤال صريح في عموم الاختيار الناشئ عن تعميم  
التفويض وفي المقام عند تدقيق النظر تنكشف غوامض لا تكاد  
تخفى على الفقيه والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صورت مسئلہ بلکہ تمام صور اوقاف میں از روئے قواعد فقہیہ کے اولاً لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں اور نیز مصالح قضاة و احکام اسلام کا ضرور تھا اور در صورت نہ ہونے امر سابق کے تعامل قدیم از قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویض تولیت کی رائے

متصرفین اوقات پر بصورت تعمیم ثابت ہو پس بے شک وہ جائز ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے۔ حررہ الفقیر عبد القادر عفی عنہ۔

(حاشیہ متعلق مسئلہ نمبر ۵۵) فتویٰ بدایوں

سوال: در صورت کہ جائدادی وقف برائے خانقاہ و زیارت و مسجد و درگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگان دین از قدیم جاری است و عمل معمول متولیان سابق بر همین است کہ از اولاد آن بزرگ دو شخص یا زیادہ از ازاں متولی می شوند بناء علیہ یکے از متولیان کہ وفات یافتہ در حالت حیات خود برائے تولیت وقف مقبوضہ خود پسر و پسر پسر دیگر متوفی خود بالمناصفہ بطور وصیت در تولیت شریک فرمودہ پس ایں وصیت صحیح است یا باطل۔

الجواب: در صورت مسئلہ موافق معمول سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت در تولیت بالمناصفہ جائے پسر و پسر پسر متوفی سابق صحیح است کہ مسئلہ ینظر فی الوقف الی العہود السابق بین المسلمین۔ در کتب فقہ رد المحتار وغیرہ مصرح است و وصیت کہ برائے وارث مطلقاً باطل است و بزائے غیر وارث زیادہ از ثلث باطل است مراد از ازاں وصیت در متروکہ مملو کہ موصی است و انہم از رضا مندی و رشہ صحیح میگردد کہ حق جملہ وارثان متوفی است و پس کما ہو مصرح فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ الفقیر الحقیر عبد القادر عفی عنہ۔

ماذکرہ جناب الحجیب فلا شک اذ فیہ مصیب واللہ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمجرن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

(فتویٰ فرنگی محل) ہر چند کہ پسر پسر بوقت وجود پسر از ترکہ میت محروم الارث است مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہر گاہ متولی تولیت پسر دو شخص کردہ و پسر پسر را ہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواهد بود موافق وصیت نامہ مرقومہ متوفی تقیل کردہ خواهد شد الشئی المفوض لائنین لا یملکہ احدہما کالوا کیلین و الوصیین والناظرین کذا فی الاشباہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



حررہ الراجی حضور ربیہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحمی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی

والنحفی

مسئلہ ۵۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ اسراہم  
اجمعین سے ایک بزرگ نے کہ اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائداد و قفیہ  
درگاہ خانقاہ کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور نبیرہ احمد بن محمد کے وصیت فرمائی کہ بعد  
میرے متوفی تمام جائداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک  
مساوی رہیں اور احمد بن نبیرہ میرا بائفاق اپنے عم مکرم کے تصرفات تولیت عمل لائے۔ بعد انتقال  
بزرگ موصوف احمد و حامد دونوں نے اس وصیت کو قبول و معتبر رکھا لیکن بعد چند روز کے حامد  
نے تنہا اپنی تولیت چاہی اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا ازاںجا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ  
اظہار منازعت منظور نہیں لہذا بنظر حفظ حقوق و رعایت مصالح احمد بن محمد کا قصد اس جانب ہے  
کہ اپنی حیات میں تولیت اپنی کھایا۔ عضا بنام ایسے شخص راشد امین کے منتقل کرے کہ حامد کو  
استقلال بالتصرف سے مانع آئے اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے آیا یہ انتقال احمد کو جائز اور  
شرط اتفاق کہ وصیت میں مذکور اس کو مانع اور اس فعل میں غرض موصی و حکم وصیت سے  
عدول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: متولی اوقاف کا اپنی حیات و عالم صحت میں نقل تولیت کرنا اور دوسرے کو بجائے  
اپنے نہ بطریق توکیل بلکہ علی وجہ الاستقلال قائم کر دینا صرف اس صورت میں روا  
کہ اس کے لیے تفویض عام و اختیار تام ثابت ہو ورنہ نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے:

اراد المتولی اقامة غيره مقامه في حياته ان كان التفويض له

عاما صح والا لا۔

پس اگر احمد بن محمد کے لیے تفویض عام حاصل ہے تو بے شک اسے نقل تولیت پہنچتا ہے  
اور جسے وہ اپنی جگہ متولی کر دے گا تمام تصرفات قوامت میں مثل اس کے نفس کے ہو جائے گا  
اور اس پر بھی یہی واجب ہو گا کہ بائفاق حامد تصرفات کرے کہ جب وقف واحد پر دو متولی ہوں  
ان میں کسی کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہوتا اور بیع و اجارہ و امثال ذلک جو تصرف ایک تنہا

کرے گا دوسرے کی اجازت پر موقوف رہیں گے اگر اجازت نہ دے گا باطل ہو جائیں گے اور یہ حکم ایک کے ساتھ مختص نہیں دو ہوں تو دو تین ہوں تو تین جس قدر ہوں ہر واحد استقلال بالتصرف سے شرعاً ممنوع اور اتفاق باہمی سب پر لازم حتمی۔ والمسئلة مصرح بہا فی عامة المتون والشرح والفتاوی۔ والفاضل خیر الدین الرملى اکثر ایراد الہا فی فتاواہ۔ وقال العلامة زین بن نجم المصرى فى وكالة الاشباہ الشئى مفوض الی اثنين لا یملکہ احدہما کالوکیلین والوصیین والناظرین الخ۔

پس بزرگ موصوف نے کہ احمد بن محمد پر اپنے وصیت نامہ میں حامد کے ساتھ اتفاق شرط کیا بے شرط جہت شرع سے خود لازم تھا اس شرط نے کسی امر زائد کا ایجاب نہ کیا اور اسی طرح شرع مطہر حامد پر فرض کرتی ہے کہ باتفاق احمد کام کرے اور ان میں کوئی مہمستقل بتولیت و منفرد بتصرف نہ رہے کما ذکرنا لیکن اس لزوم شرطی و وجوب شرعی سے وہ اختیار کہ احمد بن محمد کو تفویض عام سے حاصل ہوا تھا زائل نہیں ہو سکتا۔ فان الشئى لا یتضمن ابطال ما لا ینافیہ۔ ہم کہتے ہیں حامد کو تولیت ثابت احمد کو ناروا رکھنا اور اس کے ساتھ اتفاق کو کہ شرطاً نہ سہی شرعاً فرض تھا پس نہ کرنا اور اسے تحصیل حقوق شرعیہ سے مانع آنا کسے کی جانب سے تعدی ہے لا جرم کہئے گا احمد بلا جرم ہے اب ہم پوچھتے ہیں پھر حامد کے ترک اتفاق سے احمد کی تولیت باطل ہو گئی لا جرم کہئے گا نہیں۔

ولقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یجنی جان الا

علی نفسہ۔ وقال ربنا تبارک و تعالی ولا تزروا ذرۃ و ذرۃ اخری

اب ہم دریافت کرتے ہیں تولیت مسلم اگر تفویض عام کہ احمد کے لیے ثابت تھی اس اتفاق حامد سے زائل ہو گئی لا جرم کہئے گا نہیں اور ہاں کہئے تو دلیل کہاں و من ادعی شیئاً علیہ البرہان پس جب کہ احمد بدستور متولی صحیح و ملاذون عام ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس تصرف سے مجبور اور نقل تولیت سے ممنوع رکھا جاتا ہے مگر تعدی غیر بھی اسباب حجر سے شمار کی جائے گی علما متن و شرح فتاویٰ میں جہاں مسئلہ نقل تولیت لکھتے ہیں تفویض عام کے سوا دوسری شرط ذکر نہیں کرتے پھر ہمیں اپنی جانب سے احداث قید کب روا اگر یہ کہئے کہ متولی منقول الیہ حامد سے

اتفاق نہ کرے گا اور شرط تولیت اتفاق ہے تو نقل صحیح نہ ہوگی قلنا اب بھی تو حامد و احمد متفق نہیں جب باوجود اس کے یہ دونوں بدستور متولی ہیں تو اگر ان دونوں میں ایک کے عوض شخص ثالث آجائے تو سوا شخص کے اور بھی کچھ بدلا اس کی تولیت کیونکر صحیح نہ ہوگی ظاہراً منشاء اعتراض یہ ہے کہ بزرگ موصوف نے جو ان دونوں کے نام وصیت تولیت کی اس نے انہیں دو کو پسند فرمایا اور اس کا مقصود یہی تھا کہ ازمہ تصرفات انہیں دو کے ہاتھ رہیں تیسرا مداخلت نہ کرے جب باوجود بقائے صلاحیت ہر دو ایک کے عوض شخص ثالث قائم کیا جاتا ہے تو یہ غرض موصی کے خلاف اور حکم وصیت سے سرتابی ہے قلنا موصی تمیع شرع کو رعایت مصالح وقف رعایت وصین سے بالضرورت اہم و اقدم ہوگی اور اس نے دو کے لیے وصیت نہ کی مگر اس لیے کہ اشتراک آراء کو وقف کے لیے اصلح و انفع سمجھا اور ایک کی رائے پر راضی نہ ہو۔

اوفی العقود الدریۃ مقصودہ اجتماع رای شخصین فی تعاطی

امور الوقف ولیس رای الواحد کرای الاثنین۔

اب کہ حامد احمد بن محمد کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا غرض موصی و مقصود وصیت کے خلاف اس کی طرف منسوب ہو گا نہ کہ احمد کی جانب بلکہ احمد اس نقل تولیت سے تحصیل غرض اہم میں ساعی ہے کہ خود بلحاظ مصالح خاصہ حامد سے منازعت نہیں چاہتا لہذا ایسے شخص کو متولی کرتا ہے کہ اس غرض اہم کو متروک و زائل اور حامد کو تصرف میں مستبد و مستقل نہ ہونے دے اور استخراج حقوق شرعیہ کر کے یہ معنی عین تمثیت مقصود اعلیٰ و مرام اس نے ہے نہ اس کے ثانی و منافی کمالاً یخفی بالجملہ بر تقدیر ثبوت تفویض عام حامد کا اتفاق سے دست کش ہونا اختیارات احمد کا ازالہ نہیں کر سکتا اور صرف اس وجہ بے اصل سے عدم جواز نقل پر نقل و عقل سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق واللہ اعلم بجمع الحقائق صلی اللہ علی النبی الصدیق الصادق سیدنا محمد افضل الخلائق و علی آلہ و صحبہ الذین جہم جنۃ السلام و حبۃ البوائق۔

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں:

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا ہے اس کو زجراً ایک اور مسلم

نے کہا کیا تو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر

اس نے بھی زجراً کہا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) کافر مرتد مبتدع بد مذہب فاسق یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا بیٹا بھائی وغیرہ خود اپنا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسا ہی مانے یہ کیسا ہے یا ایسے لوگوں کو ابتداً سلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیا دار ہنسنے بولنے کے لیے رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرمایا کرم فرمایا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ ان سے برتنا جیسے آج کل کثرت سے شائع ہیں خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی باثر لوگوں سے اگرچہ مذہبی نقطہ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز تو کس درجہ کے اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دہیاوی جائز غرض کے حصول کے لیے کریں تو کیا حکم ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جائیں اگرچہ فاعل کی نیت اس تعظیم یا خوش کرنے کی ہو یا نہ ہو کہاں تک اس حد تک نہیں پہنچتا کہ فاعل پر بھی خود ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ کا عائد ہو۔

(۳) بعض لوگ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پورا نہیں پڑھتے بلکہ عند الحاجة جب پڑھتے ہیں صرف لا حول ولا قوۃ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں یہ اگرچہ سخت قبیح و شنیع ہے مگر اس میں کفر کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پورے جملہ کا علم صرف جرنال مدخول نفی مقرر کرنا کہنا کیسا ہے۔

(۴) نصاریٰ وغیرہ کی کچھریوں اور ان احکام، آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت حرام ہے اور فقہانے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے کہ ایسے استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفران پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا انہیں کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آجائے۔

(۵) کاتب جو اجرت پر کتابت کرتے اور اس کتابت میں امر خلاف دین ہو اور اجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اس کو شائع کریں یا کوئی شخص بے اجرت محض مروت سے

ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے یا کوئی شخص صفائی خط کے لیے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا ان سب صورتوں میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) اور کیا کچھ کہنے والے پر بھی الزام نہیں جب کہ اسے بھی اس سارق نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتداء سلام حرام اور بلاوجہ شرعی ان سے مخالفت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام قرآن عظیم میں قعو و معمم سے نہی صریح موجود اور حدیث میں ان سے مخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں یوہیں کلمات مدح حدیث میں ہے۔

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتزله عرش الرحمن۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا تقولوا للمنافق یا سید فانه ان یکذ سید کم فقد

اسخطتم ربکم عزوجل

باقی دنیوی مراسم جن میں تعظیم و احتلاط نہ ہو ان میں فاسق کا حکم آسان ہے مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد و مبتدع سے بالکل ممانعت اور ضرورات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ:

فان الضرورات تبیح المحظورات

رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے عمرو بن الخطاب غسانی بن ابی

طالب۔ مع ان الخطاب و ابی طالب لم یسلمھا۔

ان کے ساتھ برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت اس کا مرتکب غاصی ہے

ان کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت و فسق کو اچھایا جائز نہ جائے۔

(۳) عند الحاجة صرف لا حول یا لا حول ولا قوۃ پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ

اپنے حول و قوۃ کی نفی کے لیے ہے علم صرف لا حول کننا حرج نہیں رکھتا۔

(۴) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور ہے۔ کلمہ کفر ہے مگر محض برائے خوشامد ہوتا ہے لہذا تجدید اسلام و نکاح کافی ہاں خلاف ما انزل اعتقاداً عدل جائیں تو قطعی وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔

(۵) القلم احد اللسانین جو زبان سے کہنے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اجرت حرام اس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں جب اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مسئلہ ۵۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سیدنا عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں فیضی بے فیض بنے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدہا کارا ناشائستہ و اطوار ناباستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمنڈ ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پر نور سید عالم ﷺ اسد اللہ و اسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کیے یوہیں ہزار ہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار زود و طرار کے لقب دے کر بحیلہ داستان جاہل بے چارے تیرائی بنائے یہ اس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا و رسول پر سخت جرات تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

تصدیق بدایوں: اللہ در العجب ما احسنہ من ناطق بالحق مصیب و العلم اللہ حررہ المفتقر الی اللہ المدعو. جسد المقتدر عفی عنہ۔

مسئلہ ۵۹: مولانا المعظم و المکرم و المحترم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از آداب و تسلیمات معروض۔ اخبار محض جو شہادت میں نامقبول ہے۔ اس کے معنی اردو میں کیا ہیں اور شہادت شرعیہ کسے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب:** کسی بات کی خبر ان لفظوں سے دینی جو کسی ایسے لفظ سے خالی ہوں جس کا ہونا شریعت مطہرہ نے اس معاملہ کی شہادت میں ضروری رکھا ہے اخبار محض ہے مثلاً یہ کہنا کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا آج چاند لوگوں نے دیکھا اخبار محض ہے کہ رمضان مبارک میں بھی معتبر نہیں اور عیدین میں بے لفظ اشد یہ کہنا بھی کہ میں نے چاند دیکھا اخبار محض ہے ہر امر میں جتنی شرطیں شریعت نے اس پر صحت شہادت کے لیے رکھی ہیں جو شہادت ان کی جامعہ ہو شرعیہ ہے مثلاً زنا میں تین ثقہ عادل مردوں کی شہادت شہادت شرعیہ نہیں ہلال عیدین میں ایک ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ نہیں، رمضان مبارک میں دس بیس ہنود وہابیہ روافض نیچریہ قادیانیہ و امثالہم کا ہزار حلفوں کے ساتھ شہادت دینا کہ آج ہم نے اس مہینہ کا ہلال دیکھا شہادت شرعیہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۶۰:** شہادت کی دو صورتیں جن میں بلفظ اشد شہادت دینا ضرور ہے تو کیا خاص یہی لفظ ہو یا اس کا صرف اردو فارسی وغیرہ کا ترجمہ بھی ہو سکتا ہے جیسے میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:** ترجمہ بھی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۶۱:** روز دار سے مجبوراً اکراہ شرعی کر کے کسی نے جماع کیا یا کرایا تو روزہ صرف قضا کرے یا مع کفارہ یا کیا؟ بینوا توجروا۔

**الجواب:** صرف قضا ہے۔ اقول اور یہاں اکراہ شرعی کے صرف وہ معنی نہیں کہ قادر کی طرف سے مثلاً قتل یا قطع وغیرہ کی وعید و تخویف ہو جس کا ذکر کتاب الاکراہ میں ہے بلکہ مجرد بے اختیاری بھی مسقط کفارہ ہے اس کی صورت عورت میں تو ظاہر کہ وہ کمزور ہے پکڑ کر زبردستی علاج کر دیا مرد میں اس کی شکل یہ ہے کہ مریض ہے جنبش کی طاقت نہیں قرب زن سے اس کے آلہ کو انتشار ہوا کہ وہ امر طبعی ہے اس کے دفع پر ہر انسان قادر نہیں عورت کو منع کرتا رہا وہ نہ مانی یہ دفع پر قادر نہ تھا اس نے زبردستی داخل کر لیا۔ اس صورت میں بھی مرد پر صرف قضا ہے۔

یدل علیہ قول الفتح مستدلاً علی وجوب الکفارة ذلک امار

الاختیار فعلم ان لا کفارة لولا اختیار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲: کانوں میں پانی چلا جانا یا خود اس کا ڈال لینا جو ناقص صوم نہیں ہے کیا یہی حکم ہے اگرچہ دماغ تک پانی پہنچ جائے یا اب کچھ اور۔ بینوا توجروا۔  
 الجواب: پانی اگر خود چلا جائے اگرچہ دماغ تک بلا اتفاق روزہ نہ جائے گا اور اگر یہ ڈالے اور کان کے اندر جوف تک پہنچائے تو اختلاف تصحیح ہے اور فقیر کے نزدیک راجح افطار۔

ردالمحتار میں ہدایہ و تبیین و محیط و داوالجیہ سے عدم الفطر اور خانیہ و بزازیہ و فتح و برہان سے فطر کی ترجیح نقل کی اس پر حاشیہ فقیر میں ہے:

اقول: معلوم ان تصحیح قاضی خان مقدم لانه فقیہ النفیس علی ما فی دلیل الفطر من القوۃ الاتری ان من غیب حشفة فی دبرہ اوہی فرجہا افطر مع عدم صلاح البدن فی ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

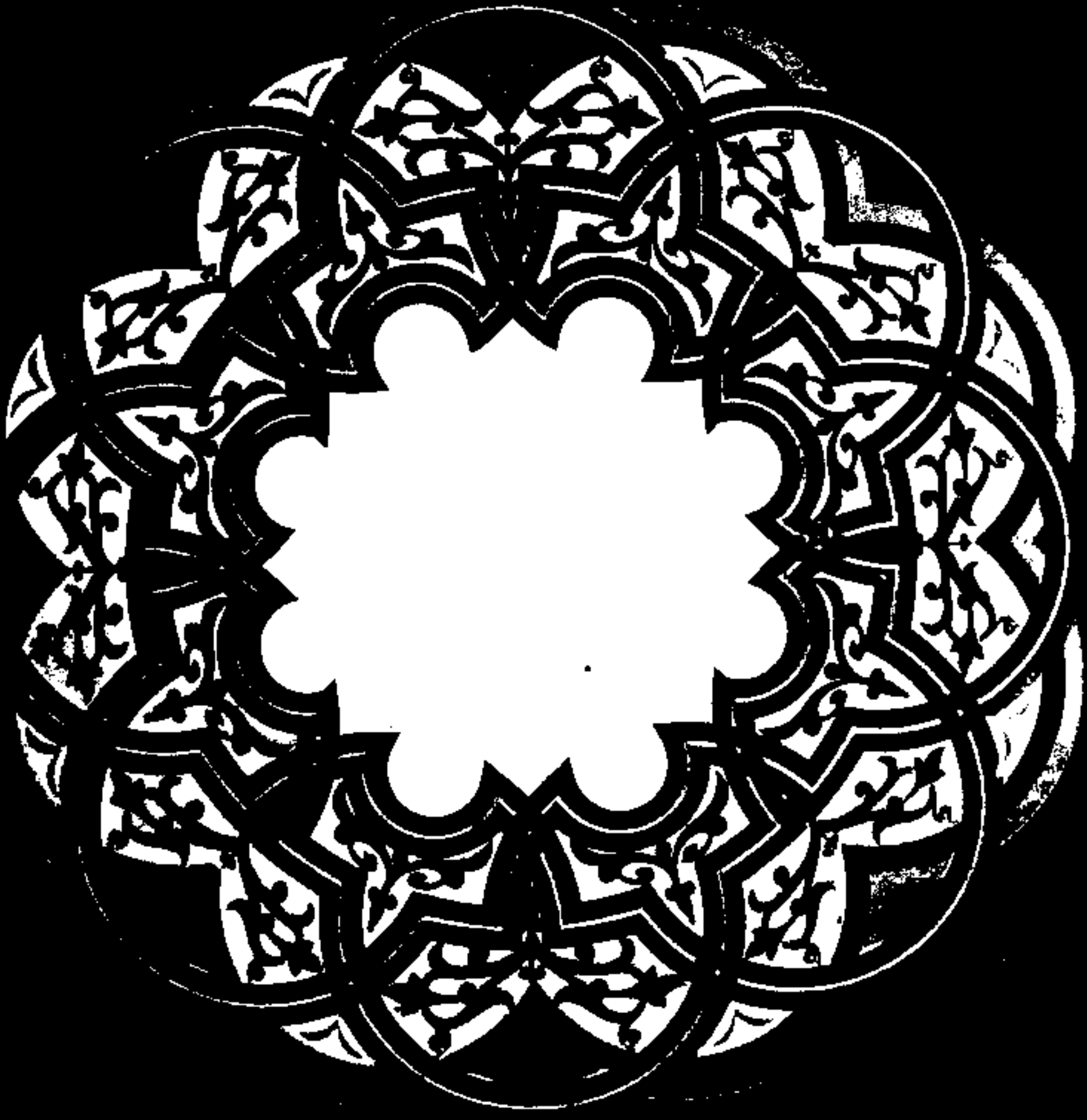
کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم







مَدِينَةُ الْمَدِينَةِ الْمَدِينَةِ

فَضْلُ اللَّهِ بِكَ  
چوک اللہ ویا انار